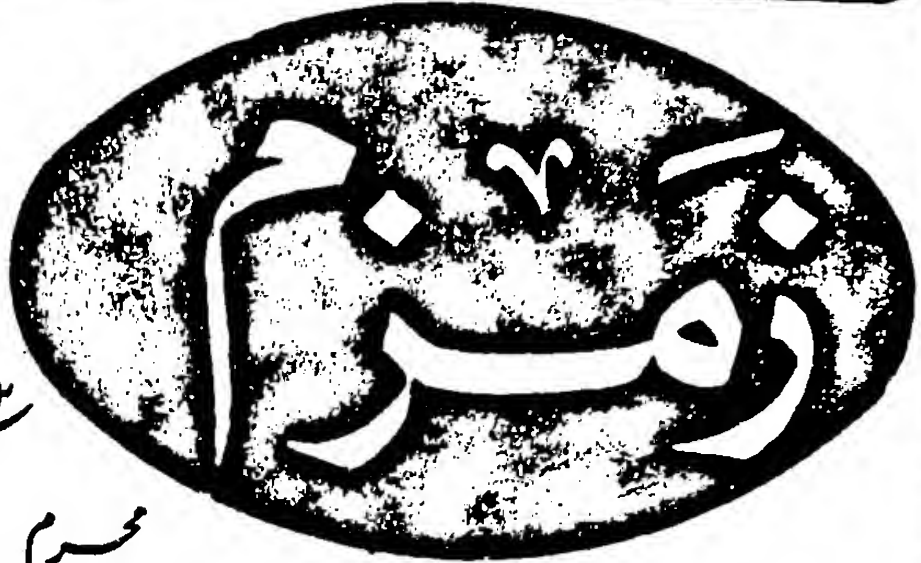


مکتبہ اشریہ نازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی و ملی مجلہ

جلد
۲

شمارہ
۱



۱۴۲۲ھ

محرّم و صفر

سالانہ چنڈہ ————— ۶۰ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی تنہا روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر مالک دکن ڈالر امریکی

مُذَيَّر مَسْنُول و مُدِير التَّحْرِيرِ

محمد ابوبکر غازی
چوڑی



مکتبہ اشریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یو پی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳۳ ۷۷۷۷۷۷۷۷ - ۵۴۸

مجلہ اجماع مفتاحی

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۱۴	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۸	مرتب مولانا محمود حافظ علی بارڈولوی	جامعہ ڈابھیل گجرات کے طلبہ سے
۲۱	مادقہ نعیم النضر نعمانی ندوی	حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب
۲۲	محمد ابوبکر غازی پوری	صحابہ کرام راہ سنت کے پیامی
۲۳	محمد ابوبکر غازی پوری	کیا ان خیانتوں کو تسامح کہا جائے گا؟
۲۰	فواد الدین نور اللہ الاعظمی	اجماع کا شرعی حکم
۲۴	محمد ابوبکر غازی پوری	دونمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا
۲۶	محمد ابوبکر غازی پوری	محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
۲۹	طاہر اشیرازی	کا عقیدہ
۵۹	عیتق الرحمن سنہلی	تقلید کے منکرین تمام امت اسلامیہ کے
۶۳	ڈاکٹر رشید الوحیدی	گمراہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں
		خمار سلفیت
		مکتوب لندن
		جب اللہ لیجائے

mdajmalansari52@gmail.com



گزشتہ دنوں ڈاکٹر لقمان سلفی مقیم مال ریاض کے ایک خط کا بڑا چرچا رہا۔ یہ خط انھوں نے جامعہ ابن تیمیہ چیمپارن کے مدیر کے نام لکھا تھا، اس جامعہ کے بانی خود لقمان سلفی صاحب ہیں، یہ خط کسی طرح دوسروں کے ہاتھ لگ گیا اور عام ہو گیا، اور پھر اس پر ہندوستان میں جب بڑی لے دے ہوئی تو لقمان سلفی صاحب نے ذاتی طور پر (جیسا کہ ہمیں علم ہے) تو نہیں البتہ ان کے کچھ حواریوں نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی یہ خط جعلی ہے اور لقمان سلفی صاحب کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

مناہضہم نے اب تک اس خط کے بارے میں اپنے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا تھا جس پر بہت سے لوگوں کو تعجب بھی ہے۔ مگر مدیر زمزم چاہ رہا تھا کہ پہلے یہ تحقیق ہو جائے کہ اس خط پر جو دستخط ہے وہ واقعہ ڈاکٹر لقمان سلفی ہی کا ہے۔ پھر اس کے بارے میں زمزم میں کچھ لکھا جائے مدیر زمزم نے اس سلسلہ میں سعودیہ میں اپنے بعض متعارفین کو خط لکھا تھا کہ وہ معلوم کریں کہ واقعی یہ خط لقمان سلفی صاحب ہی کا ہے، اس خط کی فوٹو کاپی ان کے نام بھیج دی گئی تھی۔ ان کا جواب آیا کہ یہ خط واقعہ لقمان سلفی ہی کا ہے۔ اور جو خط کا مضمون ہے وہ عین ان کے ذہن اور ان کی طبیعت کا عکاس ہے۔ وہ اسی طبیعت اور فطرت کے مالک ہیں جس کا اظہار انھوں نے اپنے

جامعہ ابن تیمیہ کے مدیر کے نام والے خط میں کیا ہے، اور بلاشبہ وہ دستخط بھی انھیں کا ہے۔
 ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بلادِ ہم دگمان ڈاکٹر لقمان سلفی کا
 خط مدیرِ رزم کے نام آیا۔ یہ خط میرے نام اس خاص موقع پر کیوں آیا اس کی وجہ سمجھ میں نہ آ سکی،
 مگر اس کا دستخط دیکھ کر اب کسی قسم کا شبہ نہیں رہا کہ ان کے جس خط کا چرچا رہا اور جس کو دیکھ کر
 کی کاروائی ثابت کرنے کے لئے غیر مقلدین نے بڑا زور مارا وہ بلاشبہ لقمان سلفی ہی کا خط ہے،
 ادھر کچھ اور بھی شواہد ہمایا ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ یہ لقمان صاحب شروع ہی سے جب وہ جامعہ
 اسلامیہ مدینہ منورہ میں تھے اسی مزاج اور طبیعت کے آدمی تھے۔ جس کا نمونہ ان کا یہ خط ہے:
 ایک شہادت تو ترجمان دارالعلوم دہلی کے نومبر دسمبر ۱۳۸۰ء کے شمارہ میں مولانا محمد عیسیٰ
 منصور پوری مقیم حال لندن کا خط ہے۔ جس میں انھوں نے تفصیل سے ریاض میں لقمان سلفی
 سے ایک ملاقات کی کہانی سنائی ہے وہ فرماتے ہیں، کہ مولانا لقمان سلفی سے جب ملاقات
 ہوئی تو۔

موصوف نے اکابر علماء دیوبند، تبلیغی جماعت موجودہ علمائے دیوبند کے متعلق ایسی
 باتیں فرمائی شروع کیں جسے برداشت کرنا میرے تحمل سے باہر تھا، پھر فرماتے ہیں کہ:
 ”لقمان سلفی صاحب کی گل افشانی سے ہم لوگ اس قدر بد مزہ ہوئے کہ شیخ ابن باز سے
 ملنے کا خیال ہی ترک کر دیا غالباً لقمان صاحب کا یہی مقصد بھی تھا۔ مزید لکھتے ہیں:
 ”یہاں لندن میں ہمارے بعض سلفی دوست جو سعودی عرب میں موصوف کے ساتھ پڑھ
 چکے ہیں جب بندہ نے ان سے تذکرہ کیا تو ان کا بھی کہنا تھا کہ لقمان صاحب پڑھنے کے زمانہ ہی سے
 سخت مستند تھے ہم طلبہ کبھی دیوبندی یا جماعت اسلامی کے کسی فرد سے تعلق رکھتے تو ہمارے
 خلاف سخت زبان استعمال فرماتے حتیٰ کہ سلفیت سے خارج کر دیے۔“

ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب اس وقت دام میں ہیں، انھوں نے وہاں سے میرے
 پاس اس خط کو دیکھ کر لکھا کہ

”راقم تحریر لقمان سلفی صاحب میرے مدینہ یونیورسٹی کے ہم سبق وہم جماعت ہیں، موصوف

کا زمانہ طالب علمی میں بھی کم و بیش یہی رجحان تھا۔

زمانہ مال کے سلفیوں کی زبان و قلم کا اکابر دیوبند و جماعت دیوبند اور مذہب اخلا کے خلاف جو اس وقت حال ہے اس کو دیکھ کر لقمان سلفی کے خط کے بارے میں ان شہادات کی روشنی میں قطعاً شبہ نہیں رہ جاتا کہ میر جاسم ابن تیمیہ کے نام جو خط ہے وہ لقمان سلفی صاحب کا ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ پھر سلفیوں کی طرف سے یا بقول ان سلفیوں کے لقمان سلفی کی طرف سے اس خط برائت کیوں کی جا رہی ہے تو اس کی بڑی وجہ وہی ہے جو مولانا محمد عیسیٰ منصور پوری نے اپنے خط میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں :

”بندہ کے خیال میں لقمان سلفی صاحب کا مبینہ پرائیویٹ خط جب عام ہو گیا تو اس سے ان کی سعودی حکومت کی ملازمت اعلیٰ منصب اور دنیا جان کی آرائش کو خطرہ لاحق ہو گیا کیونکہ فقہ، فقہائے کرام اور ائمہ مجتہدین کے خلاف ایسی زبان کو سعودی علماء و حکماء ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔“

اب رہا کہ اس خاص موقع پر جب ان کے خط کا اس قدر چرچا رہا اور اس پر ہر طرف سے لے دے ہوتی رہی لقمان سلفی صاحب نے بندہ کو خط لکھ کر کیوں یاد کیا تو اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کو اپنی جماعت کے بعض علماء کا حشر معلوم ہے جو سعودیہ کے بعض جامعات اور مجمع ملک فہد میں بڑی اونچی ملازمت پر تھے مگر ان کو اسی طرح کی غیر ذمہ دارانہ اور سفیانہ اور سلفیانہ حرکت کی وجہ سے اپنی ان بڑی ملازمتوں سے دست بردار ہونا پڑا، اور کچھ لوگوں کا صحیح یا غلط یہ خیال ہے کہ اس کی بڑی وجہ میں ہوں۔ حالانکہ یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ سعودی ذمہ دار خود ائمہ دین اور فقہاء اسلام کے بارے میں یا کسی خاص مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں اس قسم کی گندہ ذہنی و بد زبانی برداشت نہیں کر سکتے ہیں جن کا مظاہرہ لقمان سلفی کے خط میں ہے یا جن کا مظاہرہ عرصہ سے وہ حضرت کو رہے تھے جن کا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور مجمع ملک فہد مدینہ منورہ سے اخراج ہوا۔
ایک سوال یہ پوتا ہے کہ اگر یہ خط لقمان سلفی صاحب کا ہے تو انہوں نے تو اس خط سے برائت کے بارے میں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ تک کرنے کیلئے چیلنج کر دیا ہے تو

عرض یہ ہے کہ اولاً نعمان سلفی صاحب کی کوئی ذاتی تحریر اب تک نگاہ سے نہیں گزری جس میں ان کے مباہلہ کا ذکر ہو یہ صرف ان کے حواریین کی باتیں ہیں دوسرے یہ کہ جب آدمی ضمیر فروش اور ایمان فروش ہو جائے اور خوف خدا سے اس کا قلب ایسا خالی ہو کہ وہ ائمہ دین و فقہاء اسلام کے بارے میں بد زبان گستاخ اور بے لگام ہو جائے تو اپنی دنیا بچانے کیلئے وہ ہاتھ میں قرآن لے کر بھی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے اور مباہلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اسے معلوم ہے کہ مباہلہ کی کاروائی وجود میں آنے والی نہیں ہے۔

اور لقمان سلفی صاحب نے جو میرے پاس خط لکھا ہے اسے پڑھ کر تو ان کے جھوٹے ہونے کا صد فی صد یقین ہے، اور اس میں ذرا بھی تردد نہیں رہ جاتا کہ یہ صاحب بڑے سے بڑا جھوٹ بلا تکلف بول سکتے ہیں، وہ میرے ناک ایسے خط میں لکھتے ہیں۔

”ایسا خط میں نے آپ کو تقریباً دو سال پہلے لکھنا چاہا تھا لیکن ہر بار ڈر گیا“

..... لیکن آج اللہ کا نام لے کر حرات کر بیٹھا ہوں اس دیرینہ

تعلق اور تعارف کی بنیاد پر جس کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب آپ

پہلی بار ریاض تشریف لائے تھے اور اس کے بعد ہر سال مجھے آپ کا شرف

دید حاصل ہوتا تھا اور میں اپنے ہاتھ سے آپ کی درخواستیں بکھا کرتا تھا،

خفا کشیدہ عبارت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا کہ ادارات البحوث والاقتاریاض کے باعث

الافار و مدیر الترحیم جیسے ذمہ دار عہدہ والا ایک شخص ایسا سفید جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ یہ عبارت

پڑھ کر میں نے اپنا پاسپورٹ نکالا کہ ذرا دیکھوں میں کتنی مرتبہ ریاض گیا ہوں جہاں لقمان بگٹی

صاحب موصوف میرے لئے ہر سال درخواستیں لکھا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ پوری زندگی میں

میں نے صرف ایک مرتبہ ریاض کا سفر کیا ہے اور وہ بھی ۱۴۱۱ھ میں اور آج ۱۴۲۱ھ ہے یعنی

آج سے دس سال قبل، اس کے بعد ایک بار بھی ریاض کا سفر نہیں ہوا اور نہ سعودیہ کے کسی

اور حصہ میں، موصوف لقمان سلفی صاحب سے میری ملاقات ہوئی، درخواستیں لکھنے کی بات تو

الگ رہی میرا تو موصوف سے ایک دفعہ کے بعد کبھی نہ ہندوستان میں نہ ہندوستان کے باہر کسی اور ملک میں نہ سعودیہ کے کسی حصہ میں نہ حرمین شریفین میں آنا سامنا ہی ہوا، اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح سے دس سال پہلے کی ایک ملاقات کے بعد میرے ذہن سے لقمان سلفی کی شکل و صورت کی تصویر نکل گئی ہے اسی طرح موصوف کے ذہن میں بھی میرا ہلکا سا کوئی دھند بھی نہ ہوگا اس لئے کہ یہ ملاقات بھی بڑی رد واری کی تھی۔

اور یہ ایک دفعہ بھی ریاض کا سفر کسی چنڈہ کی غرض سے نہیں تھا بلکہ اس وقت کے سعودی کونسلر محمد مصلح الحزلی نے جو میری خمینی کے خلاف تحریروں سے بہت متاثر تھے یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ جادو ریاض گھومنے آؤ، ریاض میں ہمارے دسیوں ہندوستانی فغلا دیوبند ملاقاتی ہیں ان میں سے کسی سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ میں نے اپنی یا غیروں میں کسی طرح کا کوئی چنڈہ کیا، ان دوستوں میں سے بعض از خود میرے عربی رسالہ صوت الاستلاہ کے ممبر بنے اور ان ممبران کی ممبری کی کل رقم دو ڈھائی سو ریال مشکل سے تھی۔

جب آدمی کہیں جاتا ہے اور اس کا تعلق علمی طبقہ سے ہوتا ہے تو وہاں کے اہل علم سے ملنا چاہتا ہے، یہی خواہش تھی کہ اس ڈالافآر گیا، اور شیخ ابن باز سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی مگر لقمان سلفی صاحب کسی دیوبندی کو بھلا اپنے شیخ ابن باز کے دربار تک کب پہنچنے دینے والے تھے جلد حوالہ کر کے۔ مختصر سی تحریر بلا میری طلب کے یہ سمجھ کر لکھ دی کہ میں ان کے شیخ ابن باز سے کوئی چنڈہ والا تو مصیہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اولاً تو جیسا کہ ابھی عرض کیا چنڈہ کرنا نہ میری غرض تھی اور نہ اسلئے میں ریاض گیا تھا اس لئے میں اس تحریر سے کیا فائدہ اٹھاتا، دوسرے وہ تحریر بھی ایسی نہیں تھی کہ اگر مقصد چنڈہ ہی ہوتا تو بھی اس سے کوئی فائدہ اٹھایا جاتا، جو لوگ لقمان سلفی صاحب سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ لقمان سلفی صاحب ایک پیسے کا بھی کسی دیوبندی کو فائدہ پہنچانے والے نہیں ہیں، لفغان ضرور پہنچائیں گے فائدہ ہرگز نہیں، یہ لقمان صاحب سڑے ہوئے حد درجہ متعصب سلفی ہیں جیسا کہ ان کا مدیر جامعہ ابن تیمیہ کے نام والے خط کالب و لہجہ گواہ ہے۔ بہر حال اس میرے نام والے خط سے یہ یقین مزید بڑھا

کہ جس خط کا گوشہ دونوں چہ چارہا وہ بلاشبہ لقمان سلفی کا خط ہے اس لئے کہ دونوں خط پر ”تو قیغ“ یعنی خاص دستخط ایک ہی ہے، نیز یہ کہ لقمان سلفی صاحب بلا خوف خدا بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں اس لئے اگر وہ اس خط سے اپنی جھوٹی برأت ظاہر کریں تو اس سے قطعاً تعجب نہیں ہے۔

لقمان سلفی نے اپنے اس بیہودہ خط میں فقہ حنفی، علماء دیوبند اور اکابر مجتہدین و ائمہ دین کے خلاف جس بد زبانی کا ثبوت دیا ہے اور بد تمیزی کی ہے میں ان کو اپنی اس تحریر کے ذریعہ آگاہ کر رہا ہوں کہ سیعلم انظر ^{الذین ظلموا} ای منقلب ینقلبون۔ میں تاریں زرم کی عبرت کے لئے لقمان سلفی کے دونوں خطوط کو نقل کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ سلفیوں میں ایسے حضرات بھی ہیں جن کا چہرہ ایک نہیں دو ہوتا ہے، دونوں خط کے آخر کا حصہ بھی شائع کر رہا ہوں جس میں لقمان سلفی صاحب کے دستخط ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ یہ دونوں خط لقمان سلفی کے ہیں۔

مجلہ اہل مفتاح

فیصلہ الشیخ محمد ارشد سلفی
 وکیل جامعہ ابن تیمیہ، مدینہ السلام مبارک
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
 امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ نے جامعہ کے حقیقی مشن کو علی جامعہ پہنچانے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کے لئے آپ یقیناً خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ لیکن کچھ دہیوں سے آپ کی انقلابی اور اصلاحی کھربیں جو جامعہ کے اس عظیم مشن کی ترجمانی کرتی تھیں، منتظر عام پر نہیں آرہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اخلاف کی معاندانہ حرکتوں سے خائف ہو گئے ہیں۔ یاد رکھئے! جامعہ کے قیام کا اصل مقصد تحریک سلفیت عام کر کے حقیقت کی و باکو اس علاقے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے اس لئے کہ اس دہائے خفیہ نے اسلام کے اصل چہرے کو سنج کر دیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول کے علاوہ .. فقہ اسلامی کے نام سے گویا ایک نئی شریعت گڑھ لی گئی اور امت مسلمہ کو شرک و بدعات اور ضلالت و گمراہی کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ ادھر چند سالوں سے ہمارے ایک قاضی القضاۃ نے فقہ اکیڈمی اور فقہ سینار کے نام پر عربوں کو بے وقوف بنا کر ملت کا ربوں روپیہ ضائع کر دیا۔ یہ مولوی نہایت زوری ہے اور اب سعودیہ میں بھی اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن واللہ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے حکومت سعودیہ کو یہ بات اچھی طرح یاد کرادی ہے کہ عجمت سلفیہ کے علاوہ ہندوپاک کی تمام جماعتیں گمراہ اور باطل پرست ہیں۔ واللہ میرے نزدیک کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دینے سے زیادہ اہم ایک حنفی المسلمک مسلمان کو راہ راست پر لانا ہے۔ جامعہ ابن تیمیہ کے قیام کا اصل مقصد ملت کے درمیان سے حقیقت کے ناپاک، اور زہریلے جراثیم کو ختم کرنا اور مسلمانوں کو حنفیہ اور اس کے فقہ کی تقلید کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور ان کی احادیث

پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنا ہے۔ میرے خیال میں فقہ ایسی مکروہ اور ناپاک شے ہے کہ اس پر پیشاب کرنے سے پیشاب مزید ناپاک ہو جائے۔

ان تمام سے پرے ہے تبلیغی جماعت کا پھیلتا ہوا ناسور۔ ڈاڑھی، ٹوپی، کمرہ اور عمامہ کو ہی اہل سنت قرار دینے والی یہ گمراہ جماعت پوری ملت کو ناکارہ واپس پانچ اور مغفل بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ ان کا تبلیغی نصاب ان کی نظر میں قرآن پاک سے کم اہمیت نہیں رکھتا حالانکہ یہ تبلیغی نصاب من گھڑت روایات و حکایات کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ تبلیغی مشن بھی اسلام کے خلاف یہودی سازش کا ایک حصہ ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو نہایت تیزی سے اپنے دام فریب میں گرفتار کر رہا ہے اور اگر اس کے خلاف پوری استعداد کے ساتھ تحریر کی انداز میں کام نہ کیا گیا تو اسلام کی اصل روح ختم ہو کر رہ جائے گی۔ جامعہ مرکز تحقیق کے قیام کا اصل مقصد یہی تھا کہ ان موضوعات پر کتابیں اور فولڈر شائع کر کے عوام کو ان باطل جماعتوں کی شرکانہ اور غیر اسلامی سرگرمیوں سے باخبر کیا جائے اور انھیں اسلام کی اصل بنیاد و توحید پر قائم و دائم رہنے کی تلقین کی جائے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ کام کی رفتار نہایت سست ہے۔ میں مرکز تحقیق کی کارکردگی سے بالکل غیر مطمئن ہوں۔ تبلیغی نصاب کی تردید میں اب تک ایک مکمل اور مدلل کتاب منظر عام پر آجانی چاہئے تھی۔ ”الدیوبندیہ“ کے نام سے جو کتاب ہم لوگوں نے تیار کرائی تھی اس نے دیوبندیوں کو بے نقاب کر دیا اور مولوی اسعد مدنی کی نیند حرام کر دی۔ وہ مسلسل عرب شیوخ کے نزدیک اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں لیکن دیوبند میں اپنے بزرگوں کے قبروں کی زیارت اور اس طرح کی دوسری بدعات کے سلسلے میں وہ کیا توجیہ کریں گے، ندوی حضرات بھی قبر پرستی اور فاتحہ خوانی کی مذموم رسم سے مبرا نہیں ہیں۔ لیکن وہ قاصدوں کی رقابت میں آپ سے یک گونہ قربت رکھتے ہیں۔ علی میاں کو چونکہ متفق علیہ شخصیت کہلانے کا بڑا شوق تھا اور ساتھ ہی ان پر ان کے آباء و اجداد کا روایتی تصوف بھی غالب تھا اس لئے وہ اپنے خوں سے باہر نہیں نکل سکے لیکن ان کے جانشین حضرات بڑے ہی روشن خیال ہیں۔ میں ان سے ربط کر رہا ہوں۔ اور ممکن ہے مستقبل قریب میں مدوہ کا دورہ بھی کروں مجھے پوری امید ہے کہ ہماری تحریک سلفیت میں ندوی حضرات بھی شامل ہو جائیں۔

یہ سمجھتا ہوں کہ اب حالات سازگار ہو رہے ہیں اور ماضی میں آپ کو تحریکِ سلفیت کی راہ میں جن دشواریوں اور تلخیوں سے گزرنا پڑا تھا اس کی نوبت نہیں ہوگی۔ ڈھاکہ جامع مسجد کے امام صاحب سے آپ لوگوں نے جو خوشگوار رابطہ قائم کیا ہے اس سے یقیناً فائدہ ہوگا اب وہ انشاء اللہ آپ کی مخالفت کرنے کی حمایت نہیں کریں گے۔ ضرورت ہو تو ان پر پیسے بھی خرچ کیجئے، وقتاً فوقتاً مسجد اور مدرسے کے نام پر ان کا تعاون کرتے رہئے۔ یہ ادنیٰ دور ہے۔ پیسے کے ذریعہ بڑے بڑے ہم سر کئے جاتے ہیں اگر آپ کو شش کریں گے تو آپ کو ایسے بہت سارے مقلدین علماء مل جائیں گے جو درپردہ آپ کی تحریک کی حمایت کریں گے۔ اس لئے پورے حوصلے اور لگن کے ساتھ حالات کو قابو میں رکھتے ہوئے منظم انداز میں اپنا کام کرتے رہئے۔

شیخ خورشید صاحب کو میرا سلام کہئے۔ وہ بھی صوفی صاحب بن کر نہ بیٹھیں بلکہ آپ کا پورا پورا تعاون کریں اور حقیقت کے خلاف ہماری ذاتی مجلسوں میں جو باتیں بیان کرتے ہیں اسے عوام کے درمیان بر ملا کہیں۔

واللہ المستعان
محمد لقمان سلفی

۵ جنوری ۲۰۰۰

مکمل جمل مفتاحی

برادرِ جناب مولوی محمد ابو بکر غازی پوری صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
 یہ خطیں آپ کو انتہائی مخلصانہ جذبہ کے تحت لکھ رہا ہوں، اللہ کرے کہ آپ پر اس
 کامیابی کا مثبت اثر پڑے۔ ایسا خط میں نے آپ کو تقریباً دو سال پہلے لکھنا چاہا تھا، لیکن ہر بار
 ڈر گیا کہ کہیں آپ کے حواریں اس سے کوئی غلط مطلب نہ نکالنے لگیں، لیکن آج اللہ کا نام
 لے کر جرأت کر بیٹھا ہوں، اس دیرینہ تعلق اور تعارف کی بنیاد پر جس کی ابتدا اس وقت ہوئی
 تھی جب آپ پہلی بار ریاض تشریف لائے تھے اور اس کے بعد ہر سال مجھے آپ کا شرف دید
 حاصل ہوتا تھا، اور میں اپنے ہاتھ سے آپ کی درخواستیں لکھا کرتا تھا۔ !!

میرے محترم بھائی! اب ہم لوگ عمر کی اس دہائی میں پہنچ گئے ہیں جب ہمیں دنیا کی تمام
 آلائشوں، نفس کی غلامی اور جھوٹی انا سے بہت دور اپنے رب کی بندگی اور تسبیح و تہلیل
 میں لگ جانا چاہئے۔ اس لئے آپ کی درخواستیں کرتے ہوئے آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ
 کے نام سے جو کچھ شائع کیا جا رہا ہے، اسے بند کر دیجئے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ ان
 تحریروں میں حق و باطل کا تناسب کیا ہے، تاکہ قیامت کے دن جب ہم سب قہار و جبار کے
 حضور کھڑے ہوں تو ہمیں مسلمانوں کا گوشت کھانے کے سبب رسوائیوں اور دردناک عذاب
 کا سامنا نہ کرنا پڑے !!

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسائل دیئے ہیں تو قرآن و سنت سے متعلق کچھ بامقصد کتابیں
 لکھ جائیے، تاکہ آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنیں، اور دعا کرتے رہئے کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا
 الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ
 رَحِيمٌ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ علام الغیوب ہماری نیوٹیوں کی اصلاح کر دے، جب تک زندہ ہیں
 قرآن و سنت کی راہ پر قائم رکھے، اور قیامت کے دن جب اس کے سامنے حاضر ہوں تو ہمارے لئے جہنم سے دوری
 اور جنت میں داخلہ کا فیصلہ ہو، کاش! آپ میرے سامنے ہوتے تو میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتا۔ والسلام مع الابرار
 اخوکم فی الاسلام (ڈاکٹر) محمد لقمان السلفی

شیخ ذر شید صاحب کو ہیر اسلام کئے۔ وہ انہی مدونی صاحب بن کر نہ پٹنمک ابو آب کا پورا پورا اقتادون کریں اور حضرت کے مخالف جابر انزالآ بجاسور اندر اذبا تکرہ ان کرتے جننا سے ٹوام کے درمیان ہو لاکہیں۔

واللہ المستعان

سبحو لیلہ ربیہ

محمد بن سانی

۱۴۱۳ھ حرری لیلۃ ۱۳

طاہر لعمان سلفی کے
دونوں خط کے دستخط کا
نوٹ ناظرین
ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ علامہ النیوب ہمارے نیتوں کی اصلاح کر دے، جب تک زندہ رہیں قرآن و سنت کی راہ پر قائم رکھے، اور قیامت کے دن جب اس کے سامنے حاضر ہوں تو ہمارے لئے جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا فیصلہ ہو، کاش! آپ میرے سامنے ہوتے تو میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتا۔ والسلام مع اللہ کریم۔

سبحو لیلہ ربیہ

اخو کم فی الاسلام: (ڈاکٹر) محمد لقمان السلفی

مکمل احادیث مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدائش کے ساتویں دن اس کا نام رکھو اور اس کی گندگی صاف کر دو اور اس کا حقیقہ کر دو۔ بچہ کی پیدائش کے سلسلہ کی یہ سنت ہے کہ اس کا نام ساتویں دن رکھا جائے، نام رکھنے میں اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ اچھا نام رکھا جائے اگر ایسا نام ہو جس میں اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کی طرف اضافت اور نسبت ہو جیسے عبد اللہ یا عبد الرحمن تو زیادہ بہتر ہے آج کل لوگ نئے نئے نام رکھنے کا شوق رکھتے ہیں جس کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو وہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے، بعض بد بخت لوگ قلمی ستاروں کے نام پر نام رکھتے ہیں یہ نہایت غلط حرکت ہے، اس سے بچنا چاہئے، ناموں کا بھی انسان کی زندگی اور اسکے اخلاق پر بڑا اثر ہوتا ہے۔

بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز اس کے سر کی گندگی وغیرہ صاف کرنا اور اس کا بال اتارنا بھی سنت ہے، اگر خدا تو فیق دے تو بال کے برابر چاندی صدقہ کر دینا چاہئے۔ اللہ اگر استطاعت ہو تو بچہ کا حقیقہ بھی ساتویں ہی روز کر دینا چاہئے، اگر مولود لڑکا ہے تو ہر آٹھ کھانسی کی طرف سے دو بکرا اور اگر بچی ہو تو ایک بکرا ذبح کیا جائے، اگر ایک لڑکے کی طرف سے ایک بکرا بھی کیا جائے تو بھی سنت ادا ہو جائے گی، حقیقہ کے جانور کا گوشت خود بھی کھائے رشتہ داروں میں بھی تقسیم کرے اور اس کا ایک حصہ فقراء میں بھی تقسیم کرنا چاہئے۔

شریعت کے ہر کام میں سادگی ہے حقیقہ بھی محض اتباع سنت کے جذبہ سے کرنا چاہئے
آج کل حقیقہ میں لوگ دھوم دھام کرنے کے عادی ہو گئے ہیں، اور غیتوں میں دکھلاوا اور ریا
کا عنصر زیادہ نمایاں رہتا ہے اس سے سنت کا ثواب اور اس کی برکتیں جاتی رہتی ہیں۔

(۲) مسلم شریف میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نو مولود بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس لایا جاتا تھا اور آپ ان کے لئے برکت کی دعا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ
آپ اس کی تمغیک کرتے تھے۔

بچہ کی پیدائش کے بعد بہتر یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت میں اس کو پیش کیا جائے
اور اس سے اس کے لئے برکت کی دعا کرائی جائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ
اپنے بچوں کو آنحضور کے پاس لاتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اور آپ سے دعا کرتے
تھے۔ اب اللہ والے اور بزرگوں کی خدمت میں بچہ کو لیا کر ان سے دعا کرانی چاہئے۔ اور اگر تمغیک کا
بھی عمل ہو تو نور علی نور۔

تمغیک کا مطلب ہے کہ کھجور یا چھوہارا اپنے منہ سے چبا کر بچہ کے تالو اور زبان پر
لگا دیا جائے۔

(۳) ترمذی اور ابوداؤد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ حضرت ابورافع کی روایت
ہے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کی پیدائش پر ان کے کان میں اذان کہی۔
بچہ کی ولادت کے بعد اس کے کان میں اذان کہنا مسنون عمل ہے بعض روایات سے
سورہ اخلاص کا پڑھنا بھی معلوم ہوتا ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ بچہ کے کان میں اذان کہنے کی
حکمت یہ ہے کہ اس کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے اس کے کان وہ کلمات سنیں جن میں اللہ کی
کبریائی، اس کی عظمت اور اس کے جلال کا ذکر ہے، نیز کلمہ شہادت سے اس کا کان آشنا ہو
جو اسلام کا پہلا زینہ ہے، جس طرح دنیا سے انسانوں کے کوچ کرتے وقت کلمہ توحید کی تلقین
مسنون ہے کہ بندہ کی آخری سانس اس کلمہ کے ساتھ نکلے اسی طرح شریعت نے یہ بھی مسنون
کیا ہے کہ بندہ جوں ہی قدم اس دنیا میں رکھے کلمہ توحید کی آواز سے اس کا کان گونجنے لگا اس کی بقیہ

زندگی میں اس کا اثر ظاہر ہو، نیز اس سے معقود شیطان کا بھگانا بھی ہوتا ہے جو پیدائش کے وقت ہی سے بچہ کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

(۴) ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔

آج بھی یہی مناسب ہے کہ ایسے نام جس کے معنی قبیح ہوں اس کو بدل دیا جائے، یا اس طرح کے ایسے نام جس سے شرک کی بو آتی ہے اس کو بھی بدل دینا چاہئے۔ جیسے عبدالنبی، عبدالرسول، وغیرہ نام، نیز اسی طرح سے وہ نام بھی بدل دینے چاہئیں جن سے کسی قسم کی برائی یا اپنے صلاح و تقویٰ کا اظہار ہوتا ہو، حضرت جویرہ کا نام برہ تھا، برہ کے معنی نیک کے ہیں، آپ نے اس کا نام جویرہ رکھ دیا اسی طرح زینب بنت ابی سلمہ کا نام بھی برہ تھا آپ نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔ ایک بی بی کا نام عامیہ تھا جبکہ معنی نافرمان کے ہیں آپ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ ایک صاحب کا نام اصرم تھا جس میں کاٹنے کا معنی پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس کا نام زرعمہ رکھ دیا، ایک صاحب کا نام حزن تھا جس کے معنی شدت کے ہیں آپ نے ان کا نام سہیل رکھ دیا، لیکن انھوں نے کہا کہ جس نام کو میرے باپ نے رکھا ہے میں اس کو نہیں بدلوں گا، تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کا خاندان جیہ تک باقی رہا اس کے افراد میں شدت و غلظت باقی رہی ایک خاندان ولے کو بنی الزنیہ کہا جاتا تھا، یعنی زنا کی اولاد والے آپ نے اس کا نام بنی الرشیدہ رکھ دیا (یعنی صحیح النسب خاندان والے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناموں کے بارے میں اس درجہ اہتمام فرماتے تھے کہ کبھی جگہ کا نام بھی قبیح معنی کو شامل ہوتا اس کو بدل دیا کرتے ایک زمین کا نام عفرہ تھا یا عثرہ تھا، عفرہ کے معنی مثیلا رنگ کے ہیں اور عثرہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کچھ اُگے نہ، آپ نے اس کا نام بدل کر حضور رکھ دیا جس کا معنی سبز و شاداب کا ہے۔ ایک وادی کا نام شعب الفضلہ تھا یعنی گمراہی کی وادی آپ نے اس کا نام بدل کر شعب الہدایہ (ہدایت کی وادی) کر دیا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ناموں کا انسانوں کی زندگی اور اس کے اخلاق پر زبردست

اثر ہوتا ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اہتمام تھا کہ ایسے نام جن سے کہ
اُسی کے اخلاق متاثر ہوں یا ان کی زندگی پر اس کا خراب اثر پڑے یا وہ باعثِ رسوائی و مذاق
ہوں اس کو بدل دیا کرتے تھے۔

دس چیزیں افطرت میں سے ہیں

- ۱۔ مونچھوں کا ترشوانا
 - ۲۔ ڈاڑھی کا چھوڑنا
 - ۳۔ مسواک کرنا
 - ۴۔ ناک میں پانی لے کر صفائی کرنا
 - ۵۔ ناخن ترشوانا
 - ۶۔ انگلیوں کے جوڑوں کو (جیل اکثر میل کچیل رہ جاتا ہے) اہٹا کر سے دھونا۔
 - ۷۔ بغل کے بال لینا۔
 - ۸۔ موئے زیر ناف کی صفائی کرنا۔
 - ۹۔ پانی سے استنجا کرنا
- حدیث کے راوی نے فرمایا کہ ہم نے شیخ سے یہ نو چیزیں ذکر کیں
اور فرمایا کہ دسویں چیز بھول گیا ہوں، حدیث میں لکھا ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔
(صحیح مسلم - معارف اُحدیث)

مجلہ مفتاح

جامعہ ڈابھیل گجرات کے طلبہ سے

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سارنچ ۲ جون ۱۹۹۱ء یوم دو شنبہ کو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک گجرات کے مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نور شمر قدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سعید علی میاں نور اللہ مرقدہ کا کی جامعہ میں تشریف آوری ہوئی۔ اس وقت طلباء جامعہ سے مروج نے ایک مختصر مگ جامع خطاب فرمایا اس کے کچھ اقتباسات ہدیہ ناظرین ہیں۔

محمود حاکم قطبجی بارسا ڈولوی

علی میاں کے خطاب سے قبل ایک قاری صاحب نے فاسْتَقِمْ کَمَا اُھِرْتُ سے چند آیتیں تلاوت کیں اسی سے شروع کرتے ہوئے فرمایا۔

قاری صاحب کی تلاوت سے عام طور پر خطاب کرنے کے لئے ایک وسیع میدان اور وسیع موضوع مل جاتا ہے، امریکہ کے ایک سفر میں انگریزی اردو اور عربی تینوں زبان میں بکثرت خطاب کرنے کا موقع ہوتا تھا۔ ایک جگہ ایک بڑی اسلامی سینٹر میں خطاب کرنا تھا میں نے اس سلسلے میں کوئی موضوع سوچا نہیں تھا مجھ سے پہلے ایک مصری قاری صاحب

نے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اس میں ایک آیت پڑھی ولولا اذ دخلت جنتك قلت ما شاء الله میں نے اسی سے تقریر شروع کی کہ امریکہ میں واقعی خدا تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ہیں اور ظاہری نعمتیں اس قدر ہیں کہ گویا کہ جنت کی ایک حسین تصویر ہے اور جنت کی ایک صورت ہے لیکن اس با حول میں ما شاء اللہ اور لا قوۃ الا باللہ کا دلوں میں یقین پیدا کرنا اور علی الاعلان اس کی آواز لگانے والا کوئی نہیں۔

ایک جگہ ایک بستی میں خطاب تھا قاری صاحب نے والتین کی صورت پڑھی میں نے اسی سے شروعات کرتے ہوئے کہا کہ یہ امریکن لوگ کیسے حسین خوبصورت اور بے ترنگے مضبوط ہیں گویا کہ لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم کا (کامل) نقشہ ہے لیکن بد عملی اور فکری بے سلامتی کی بنیاد کی وجہ سے ہم مالدنہ اسفل سافلین کے صحیح سمتی ہیں۔

علماء اور طلبہ ہماری برادری ہے اس لئے ان کے سامنے خطاب کرنے میں قافیہ اور مجمع کی رعایت ضروری نہیں، خطاب کی اصول کی رعایت کی بھی ضرورت نہیں حضرت مولانا سید احمد بزرگؒ ہمارے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ اس وقت جو آیت پڑھی گئی ہے اس میں واستقم كما امرت فرمایا گیا ہے۔ اس وقت عالم میں جس قدر معائب اور مسائل کا سامنا ہے اس میں علماء امت کو استقامت سے کام لینا نہایت ضروری ہے اور استقامت میں بھی ہم آزاد نہیں ہیں بلکہ کما امرت یعنی جس طریقے سے حکم دیا گیا اس کے ہم پابند ہیں۔

علماء کو قبلہ نما کی طرح رہنا چاہئے جس طرح قبلہ نما ہر جگہ پر صحیح قبلہ کی نشاندہی کرتا ہے اسی طرح دین کے ہر شعبے اور محاذ پر امت کی صحیح رہنمائی کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک میں دین پر استحکام جو کچھ نظر آ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں خالص رضائے الہی کے خاطر دین سکھایا جاتا ہے تو کرمی مقصود نہیں ہوتا اس لئے مولانا عبید اللہ سندھی مرحومؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اکابر نے نظام ہی کچھ ایسا بنایا ہے کہ ہیں جھک کر دین کا کام کرنا پڑتا ہے۔

سائن کا سارا مزہ نمک میں ہوتا ہے اس لئے علماء کو اپنی نمکینی نہ بھولنی چاہئے ورنہ
شکر بننے والوں کی آج کوئی کمی نہیں ہے ۔

رابطے کی ایک مجلس کے اختتام پر اجلاس کے پیغام کے طور پر خطاب کرنے کے لئے
مجھے کہا گیا تو میں نے ان سے کہا کہ صدیق اکبرؓ کا جملہ یاد رکھو! *ینقص الدین وانا حی*
میرے سامنے بیٹھے ہوئے طلبہ اسی بات کا عزم کر لیں تو ایک ایمان انقلاب برپا ہو سکتا ہے اور
یاد رکھئے! کہ انقلاب جماعت کی محنت سے آتا ہے ۔

(اس دور میں پرسنل لاء کا مسئلہ بہت تیزی سے چل رہا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے مولانا نے فرمایا) میں نے وزیر اعظم سے ایک ملاقات میں کہا تھا کہ جب میں عرب علماء سے
خطاب کرتا ہوں صرف لغات کی مدد سے وہ میں اشکال کو نا صحیح نہیں اسی طرح صرف لغات
سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا اور اس میں اشکال کھڑا کرنا کسی کا حق نہیں، میرے عزیزو! صدیق اکبرؓ
کا جملہ یاد رکھتے ہوئے دین کی محنت کے لئے عزم مصمم کرو ۔

حافظ نعیم النضر نعمانی ندوی
ایم۔ اے۔ میگ (مالیگاؤں)

صحابہ کرامؓ راہِ سُنّت کے پیامی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اگر کسی کے نقش قدم کی تلاش ہو تو مرنے والوں کے نقش قدم پر چلو اور جن کا انجام خیر و عافیت ہے۔ وہ اس دنیا میں ہر طرح کی بُرائی سے دور تھے، نیک اور صالح تھے، عفت پاکدامنی اور بزرگی ہر طرف سے گھیرے ہوئی تھی، وہ ہر طرح سے محفوظ تھے، اب وہ اس دارِ فانی سے اپنا رخت سفر باندھ چکے ہیں۔ ان مہلکین کے نقش قدم کو اپنا رہنما تسلیم کرنے میں ذرا بھی خطرہ نہیں۔ ان لوگوں کے مقابلے میں جو لوگ زندگی کی قید میں سانس لے رہے ہیں ان پر کسی طرح کا اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جاسکتا وہ ہمہ وقت اندیشوں اور خطروں کے درمیان ہیں، اگرچہ وہ دن کے شہ سوار اور رات کے عبادت گزار ہوں۔ مگر ان کی ایک منٹ کی بھی ضمانت اور گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔

نہ جانے ان پر کب شیطان اور نفس کا حملہ ہو اور وہ ان تمام عبادتوں اور ریاضتوں کو چھوڑ کر خدا کی نافرمانی کرنے لگیں۔ کیونکہ شیطان انہیں عیش و عشرت اور شہوتوں کی لذتوں میں مبتلا کر کے یکسر اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے تقویٰ شعار کو پل بھر میں الجھا کر ان کے تقویٰ کو ”شرط“ ہے کہ پازیب کی جھنکار نہ ہو، کے مطابق توڑ دیتا ہے اور پھر جہاں پر اتنے عیش و عشرت و راحت و آرام کے سامان ہوں تو پھر کس طرح وہ اپنے عمل میں استقامت اختیار کر سکتے ہیں اسی کو شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

کہیں دنیا کے پری سو کہیں فردوس کے حور
اتنے سامان ہوں جہاں کس کو خدا یاد آئے

غرض کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ ہر وقت تغیر کے دھارے پر ہیں، ان کے اندر کب کون سی تبدیلی کروٹلے اسے کوئی بتا نہیں سکتا، اس لئے کہا گیا ہے کہ ہمیں پیروی و اتباع ان لوگوں کی کرنی چاہئے جو گذر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ،

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے سب سے زیادہ افضل لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے پاک و صاف تھے، ان کے اندر اچھائیاں اور نیکیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، وہ پیکرِ محاسن اور مرقعِ اوصاف تھے، ان کا علم سب سے گہرا اور پختہ تھا، ان میں ذرا بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ بڑے بڑے مسائل کو اپنے تعلق سے منوں میں سلجھادیا کرتے تھے۔

ان میں تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ نہایت سادہ تھے، جو ملا کھالیے، کپڑا بھی بہت معمولی استعمال کرتے تھے، جو میسر ہوا اسے زیب تن کر لیا، نہ کھانے کی پابندی اور نہ ہی دوسری ضروریات میں کسی قسم کی قید۔ وہ تکلفات و تصنعات سے خالی تھے۔

اللہ رب العالمین نے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے چُن لیا ہے، یہی لوگ اس قابل ہیں کہ انھیں یہ مقام عطا کیا جائے۔ اللہ پاک نے ان کے سینوں کو علوم نبوت کی گہرائی اور گیرائی سے معمور کیا تھا وہ شریعتِ اسلامی کے سچے علم بردار اور پاسبان تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے ارشاد: "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ لَاحِدٌ" کے تحت تمام صحابہ کرامؓ اس دین کو ساری دنیا میں پھیلانے کیلئے نکل پڑے اور لوگوں تک پہنچادیا جس طرح انھیں دیا گیا تھا۔

حتیٰ کہ اس دین کے قیام کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان باتوں اور حدیثوں کو کتمانِ علم کے ڈر سے دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا جس کے بیان کرنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

پس اے لوگو! تم ان کی فضیلت اور بزرگی کو پہچانو کہ خالق کائنات کے یہاں ان کا کیا مرتبہ تھا۔ ان کے علاوہ اس دنیا میں اور بھی انسان جیسے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے دین کے لئے اختیار کیا، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوانہ۔

اس لئے تم علم و عمل میں ان کی پیروی کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے اخلاق و سیرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ وہ راہ سنت پر تھے۔ انھوں نے ایک ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تھی جو ہمارے اور سارے عالم کیلئے رحمت اور ابرکرم بنا کر بھیجے گئے تھے جنھوں نے دنیا کے بسنے والوں کے سامنے ایسا قانون پیش کیا جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے اور صحابہ کرامؓ اس کے ذریعہ کامیاب و کامراں ہوئے۔ بڑے بڑے شاہان عالم نے ان کی فیصلت و بزرگی کا اعتراف کیا، ان کے نقش قدم پر اپنے آپ کو گامزن کیا۔ پھر فلاح و نجات نے ان کے قدموں کو بوسہ دیا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

”تم کبھی گمراہ اور ناکام نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اللہ کی کتاب اور میری سنتوں پر عمل کرتے رہو، اسے اپنی زندگی میں اتار لو۔“ واقعہ یہ کہ صحابہ کرامؓ اور بعد کے لوگوں میں جو کامیابی تک پہنچے وہ دراصل دین محمدیؐ کے سچے حامل تھے، قرآن و حدیث کو اپنا راہ نما بنایا، اسی لئے کامیاب و کامراں ہوئے۔

۔ اس امت کا آخر انہی طریقوں سے اصلاح یا بھوکا جن سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی،

شریعت اسلامی ہی دراصل ہر قسم کی کامیابی اور راحت و آرام کی باعث ہے جس کے سچے مالین صحابہ کرامؓ تھے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو وہ کبھی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا جتنا اس سے دور ہوگا گمراہی اور نہ نفسی اس کا مقصد بنتی جائیگی، اور وہ راہ نجات تلاش کرنے میں ناکام ثابت ہوگا کیونکہ ”ظہر“ پرانی راہ کیا چھوٹی کہ اب منزل نہیں ملتی آج ہماری ناکامیاں بھی انہی وجوہات کی بنا پر ہو رہی ہیں کہ ہم نے حضور اکرمؐ کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کے راستوں کو اختیار کیا ہے، ہمارا کردار و عمل اور طرز زندگی پر غیروں کی چھاپ غالب ہے۔ ہم نے اپنا امیر اور رہنما خواہش نفس، آبر و باخہ علمی اکیڈمیں اور مغربی دنیا کو بنالیا ہے، ہر طرح ہم دنیا پرستوں کے نقش قدم پر چل کر اپنے دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں جو ناکامی کا سرچشمہ ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے کہ سہ وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

خط اور اس کا جواب

کیا ان خیانتوں کو تسامح کہا جائے گا؟

محرمی مولانا غازی پوری صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زمر کے شماروں میں آپ جس انداز سے اہل حدیث و سلفی جماعت حق پر بستے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ اہل حق کی نشانی نہیں ہے، آپ اپنی تحریروں میں جماعت اہل حدیث علماء کے خلاف نہایت جارحانہ انداز میں تنقید کرتے ہیں، ان کو جاہل متعصب خائن، حدیثوں میں تحریف کرنے والے جیسے سنگین الزامات سے متہم کرتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ازراہ بشریت ان سے کچھ تسامحات ہو گئے ہوں، اس کو خیانت یا تحریف کہنا کہاں سے جائز و درست ہے، آپ کا طرز تحریر اہل علم کے شان کے مناسب نہیں ہے، براہ کرم یا تو اپنی روش درست کر لیجئے یا زمر کو بند کر دیجئے، امت مسلمہ پر آپ کا بڑا احسان ہو گا۔ والسلام

زمر کا ایک قاری

سدا رتہ شکر یوپی

زمر ۱

میں عام طور پر بلا نام اور بلا پتہ بھجول قسم کے لوگوں کے خطوط کے جوابات زمر میں دیتا ہوں۔ مناسب نہیں سمجھتا، مگر اتفاق کی بات ہے کہ ادھر اس قسم کے کئی خطوط آئے، بعض خطوط میں تو صرف بھگالی اور وہ بھی نہایت سنگین قسم کی تھی، اور بعض خطوط اس قسم کے تھے جس کا نمونہ اوپر

نقل کیا گیا ہے۔ کچھ لوگ لطف شیرازی کے خمار سلفیت پر اتنے برہم ہیں کہ انھوں نے اس کی بنیاد پر مدیر زرم کے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

میں اپنے ان کم فرماؤں اور دوستوں سے کیا کہوں، گالیوں کا جواب گالی سے دیا نہیں جاسکتا ہاں ایسے لوگوں کے لئے دعا خیر کہ نا ضروری سمجھتا ہوں، مدیر زرم کے بارے میں جن حضرات کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ جہنمی ہے تو ان سے گزارش ہے کہ ابھی مدیر زرم با حیات ہے اور کوشش میں لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سیئات کو حسنات سے بدل دے، اگر خاتمہ بالآخر ہو گیا تو انشاء اللہ اس کا بڑا پارہ ہے، اس کے بارے میں دوسروں کو زیادہ تردد و فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

منقول نامہ گرامی کا جواب اس لئے دینا مناسب ہوا کہ اگر کسی اور کے ذہن میں بھی اس قسم کی باتیں ہوں تو وہ بھی میری گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لے۔

(۱) صاحب مکتوب نے اہل حدیث و سلفی جماعت کو جماعت حقہ کہا ہے، جماعت حقہ کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس جماعت کا دین و مذہب، عقیدہ و فکر وہی ہے جس پر اسلاف تھے، تو ہمیں اس کو تسلیم کرنے میں بہت تردد ہے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس آسمان کے نیچے یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ جماعت اہل حدیث یعنی غیر مقلدوں کی جماعت سلف کے عقیدہ پر ہے، اس جماعت کا پروپیگنڈہ تو اپنے بارے میں یہی ہے مگر اس پروپیگنڈہ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے اسلاف کے دین و مذہب میں شرک و بدعت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اور جماعت غیر مقلدین کے عوام ہی نہیں بلکہ اکابر تک شرک و کفر کا اپنی زبان سے برملا اظہار کرتے ہیں، دیکھئے نواب صاحب

مدین حسن بھوپالی مرحوم کا یہ شعر

زمرہ رامی در افتاد بار باب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکان مددے

(نفع الطیب ص ۶۳)

یعنی رائے و قیاس والے سنت والوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں، اے سنت کے شیخ اور اے قاضی شوکانی آپ مدد فرمائیے۔

معیبتوں میں غیر اللہ سے مدد مانگنا اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، یہ خالص
مشرکانہ و مبتدعانہ عمل ہے، اور جس کا اس قسم کا عقیدہ ہو اس کا توحید سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔
نواب صاحب کا یہ شعر بھی سن لیں فرماتے ہیں

گفت نواب غزل در صفت سنت تو

خواجہ دیں صلہ قبلہ پا کاں مددے (ایضاً)

یعنی نواب صدیق حسن نے (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی سنت کی تعریف میں
غزل کہی ہے۔ تو اے دین کے سردار مجھے صلہ دیجئے اور متقیوں کے قبلہ و کعبہ میری مدد فرمائیے۔
نواب صاحب کے عقیدہ میں قاضی شوکانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا جائز
تھا ہی اس کے علاوہ ان کا زعم و عقیدہ یہ بھی ہے کہ نواب صدیق حسن کے بخت و طالع یعنی ان کی
قسمت، سے بھی مدد چاہی جاسکتی ہے، بسنے نواب صاحب فرماتے ہیں۔

ہوس ما است حدیث از لب جانان مددے

مددے طالع صدیق حسن خاں مددے (ایضاً)

یعنی میری خواہش ہے کہ محبوب کی زبان سے حدیث سنوں، نواب صدیق حسن خاں
کی قسمت تو میری مدد کر مدد کر۔

نواب صاحب کے یہ تمام اشعار شرم کی ہیں، ان اشعار میں غیر اللہ سے مدد حاصل کرنے کی
ترغیب و تعلیم ہے، بھلا بتلایا جائے کہ جن کے عقائد اس قسم کے ہوں ان کو اہلسنت والجماعت
کہنا کس طرح درست ہے، یہ نواب صاحب وہ ہیں جن کو غیر مقلدین مجدد و سلفیت کہتے ہیں اور
اپنا پیشوی اور مقتدی سمجھتے ہیں۔

(۱) قبلہ پا کاں آن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نواب صاحب کے عقیدہ میں آپ ہی صلی اللہ
علیہ وسلم ہر معیبت پر پریشان میں صالحین کے قبلہ توجہ رکھتے۔

یہ عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہرگز نہیں ہے، پریشان و معیبت میں مسلمانوں کا مرکز توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتا ہے۔

حدیث میں آیت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف بنی اللہ
نقلہ مشرک یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔
اب دیکھئے نواب صاحب جو مجدد سلفیت ہیں اور غیر مقلدین کے مقتدی اور پیشروی ہیں
وہ کس شان سے غیر اللہ کی قسم کھاتے ہیں، ان کا شعر ہے۔

قسم بشاہ رسالت قسم بشوکت او

کہ نیست در سر من جز ہوائے سنت او (ایضاً ص ۵)

یعنی میں شاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی شوکت کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ میرے سر میں ان کی سنت کے شوق کے علاوہ اور کوئی شوق نہیں ہے
دین اسلام میں جس طرح عام مخلوق کی قسم کھانا حرام اور شرک ہے اسی طرح رسول اللہ
یا اور کسی پروردگار کی قسم کھانا شرک و ضلالت ہے۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا یا اللہ کے در کے علاوہ کسی اور پر سجدہ کرنا یہ انتہائی درجہ کا
شرک ہے۔ مگر نواب صاحب کا عقیدہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر سجدہ کیا جاسکتا
ہے بکواس شوق نے ان کو بیچین کر رکھا ہے، فرماتے ہیں۔

بناک رنتم و لیکن زتاب آتش عشق

ہوئے سجدہ براں خاک آستان باقیست (ایضاً ص ۲)

یعنی میں مٹی ہو گیا مگر آتش عشق کی لپک یہ ہے کہ ابھی ان کے آستانہ کی خاک پر سجدہ کرنے
کی خواہش باقی ہے۔

جن کا اس قسم کا عقیدہ ہو ان کو اہلسنت و اہل حق کے زمرہ میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے۔
سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر طرح کے فسقوں سے سلامتی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
میں ہے، مگر نواب صاحب مجدد سلفیت کی دعوت یہ ہے کہ اگر تم دین و عقیدہ کی سلامتی چاہتے
ہو تو تانہ شوکانی کی کتابیں پڑھو، فرماتے ہیں۔

اگر سلامت دین خود از خود خواہی : بخوان صحیفہ علم جناب شوکانی (ص ۱۳)

یعنی اگر تم عقل درائے کے نقشہ سے اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہو تو قاضی شوکانی صاحب کی کتابیں پڑھو۔

اللہ اشکر کیا مقام ہے قاضی شوکانی کی کتابوں کا، بخاری مت پڑھو، مسلم مت پڑھو حدیث کی اور کتابیں نہ پڑھو، قرآن بھی مت پڑھو، اگر دین کی سلامتی چاہتے ہو تو قاضی شوکانی کی کتابیں پڑھو۔

(۲) ہم کسی مسلمان کو بلاوجہ فائز کا ذب اور قرآن و حدیث میں تحریف کرنے والا کہنے کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے بارے میں بلاوجہ ہماری زبان سے اس قسم کے الفاظ نکلیں، مگر ہمیں بتلایا جائے کہ اگر واقعی کوئی آدمی دین کے پردہ میں بے دینی پھیلا رہا ہو، ایمان داری کے پردہ میں بے ایمانی کر رہا ہو، سنت کے نام پر بدعت کو فروغ دے رہا ہو، حق کے نام پر ناحق کا پرچار کر رہا ہو، قرآن و حدیث سے غلط الفاظ نقل کر رہا ہو، یا صحیح الفاظ نقل کر کے متعدد ارادہ سے اور جان بوجھ کر ان کا غلط مطلب بیان کر رہا ہو، کتابوں کا غلط حوالہ دے رہا ہو، قرآن و حدیث کی طرف جان بوجھ کر غلط بات منسوب کر رہا ہو، تو ایسے شخص یا ایسے اشخاص کو آخر ایمان دار اور مخلص کیسے کہا جائے گا۔ اگر ایسے لوگ بھی ایمان دار اور مخلص کہلائیں گے تو پھر بے ایمان اور خائن کن لوگوں کو کہا جائے گا

میں نے زمزم میں اور اپنی کتابوں میں غیر مقلدین حضرات کی اس طرح کی دانستہ حرکتوں کو بار بار مثالوں سے ظاہر کیا ہے، اب بجائے اس کے کہ اپنے علماء کی کوتاہیوں کا اعتراف کیا جاتا، غصہ مدیر زمزم پر اتا را جاتا ہے، اور اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے علماء کی دانستہ علمی خیانتوں کو تسامحات سمجھ کر چپ ہو جاؤ، ان کا عیب ظاہر نہ کرو، یہ عجیب سا مشورہ ہے، انسان سے ہو ولسیان اور تسامح ہوتا ہے، مگر دانستہ خیانتوں کے ارتکاب کو تسامح کا نام نہیں دیا جاسکتا، آئیے ایک دو تازہ مثالوں سے غیر مقلدین کے تسامح کی داد دیجیے۔

مولانا محمد جونا گڑھی مشہور غیر مقلد عالم ہیں، ان کی ایک کتاب مشکوٰۃ محمدی پڑھنے کا اتفاق ہوا، کتاب میں نے جب ہاتھ میں لی تو اس کے اندرونی ٹائٹل پر ایک آیت اور اس کا ترجمہ دیکھ کر

میں نے سرپیٹ لیا، آیت اور اس کا ترجمہ اہل علم ملاحظہ فرما کر بتلائیں کہ اس کو تسامح کا نام کس طرح دیا جاسکتا ہے۔

والذین كفروا بغیظهم
حق چھپانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور
لحمینا لو اخیرا۔
انہیں زبردست نقصان کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔

یہ آیت اکیسویں پارہ کے آخر صفحہ کی ہے، صحیح آیت اس طرح ہے۔

والذین كفروا بغیظهم لحمینا لو اخیرا۔

ترجمہ کریم سے اللہ کا لفظ ساقط ہو گیا ہے، اگر اس کو سہو تسامح اور پروف ریڈنگ کی غلطی مان بھی لیا جائے تو آخر اس ترجمہ کا کیا نام دیا جائے گا۔ کیا اس آیت کریمہ کا یہی ترجمہ ہے؟^(۱) یہ قرآن کے ساتھ کتنا بھونڈا مذاق ہے، جو دین کے نام پر غیر متقلدین حضرات انجام دے رہے ہیں۔ یہ آیت قرآنی کی صریح معنوی تحریف نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۵۶ پر جو ناگدھی صاحب نے یہ آیت اس ترجمہ کے ساتھ ذکر کی ہے
ان کل من فی السموات والارض الا الی السعین عبدا، لقد احصاهم و
عدہم عدا، وکلہم اتی یوم القیمۃ فردا۔

یعنی زمین و آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب اللہ کے غلام ہیں اس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں، سب اس کے قبضے اور اس کی قدرت میں گنے چنے ہیں، اور ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا جانے والا ہے۔^(۲) (صفحہ ۵۶)

(۱) اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: اور پھر دنیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے، ہاتھ نہ لگی رکھا (فرمایا) کچھ بھلائی، یعنی کفار کا شکر ذلت و ناکامی سے بیچ و تاب کھاتا ہوا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا نہ فتح ملی اور نہ سامان کچھ ہاتھ آیا۔

آیت کا مضمون کچھ ہے اور جو ناگدھی صاحب اس کی تحریف کر کے متقلدین پر فٹ کر رہے ہیں۔
(۲) آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمن کا بندہ ہو کر اس کے پاس ان کی شمار ہے اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ہر ایک ان میں آئیگا ان کے سامنے قیامت کے دن اکیلا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ جو ناگڈھی صاحب کے گھر کی کوئی
تصنیف ہے کہ آیت قرآنی کا جس طرح چاہیں ترجمہ کریں اور جو چاہیں مطلب بیان کریں، میں
اہل علم سے گزارش کروں گا کہ وہ غور کریں کہ اس ترجمہ میں علم و دیانت کو کد چھری سے ذبح کرنے
کی کتنی خطرناک جہارت کی گئی ہے، کیا اس کا نام سہو و نسیان اور تسامح رکھا جائے گا؟
مٹہ پر یہ آیت ذکر کی گئی ہے -

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ -

سورج چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ صرف اللہ ہی کو سجدہ کرو جو سب کا خالق ہے ^(۱)۔
قرآن کی عبارت کیلئے ہے، اور اس کا ترجمہ کس قابلیت سے کیا گیا ہے، اہل علم غور فرمائیں۔
یہ تین نمونے ہم نے قرآن کے بطور عبرت پیش کئے ہیں، ورنہ اس کتاب میں قرآن کی اور
آیتوں کے ساتھ بھی اس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔
انما الطاعة بالمعروف کا جو ناگڈھی صاحب ترجمہ کرتے ہیں -
یعنی اطاعت صرف قرآن و حدیث میں ہرچہ ہے -

بالمعروف کے اس فاضلانہ ترجمہ و تفسیر پر دنیائے غیر مقلدیت میں واہ واہ کا شور مچ
گیا ہوگا مگر اہل علم نے جہالت کے اس نمونہ پر دانتوں تلے انگلیاں دبالی ہوں گی۔
اس کتاب کے صفحہ ۱۴ میں تو عجیب و غریب بات لکھی ہے، لکھتے ہیں:
"ابن عبد البرؒ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں -

تعمل هذه الامة ببرهت بكتاب الله وبرهت بسنة رسول الله
صلى الله عليه وسلم يعملون بالسرى فاذا فعلوا ذلك فقد ضلوا،

(۱) آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے، سجدہ نہ کرو سورج کو نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا۔ اگر تم لوگ اس کا
مٹہ غالباً یہاں تم کا لفظ پھوٹ گیا ہے۔

یعنی میری امت کا عمل ایک زمانہ تک تو قرآن و حدیث پر رہے گا لیکن اس کے بعد وہ اپنی رائے کے عامل بن جائیں گے اس وقت گمراہ ہو جائیں گے۔

میں نے بہت سے لوگوں سے پوچھا کہ ابن عبد البر کون سی کتاب ہے، مگر اس نادر و نایاب کتاب کا کسی کو پتہ نہیں تھا، شاید غیر مقلدین علماء اس کا پتہ رکھتے ہوں تو ضرور ہمیں بھی اس سے آگاہ کریں، اور ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کہاں ہے اس کا بھی پتہ ضرور دیں گے، قطع نظر ان سب باتوں کے اہل علم بروہۃ بکتاب اللہ، اور بروہۃ بسنۃ رسول اللہ کے جو ناگڈھی ترجمہ پر غور کر کے بتلائیں کہ اس عبارت کا یہ ترجمہ کرنا صریح دھاندلی نہیں ہے؟ ایسے شخص کو این کیسے کہا جاسکتا ہے۔

غیر مقلدین علماء میں حافظ محمد گوندوی کا مقام بہت ممتاز ہے، محدث العصر ان کو کہا جاتا تھا، ان کی علمی تحقیقات کو اس جماعت میں بڑی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا رفق یدین کے سلسلہ میں ایک رسالہ ہے جس کا نام التحقیق اللیٰلہ ہے، میں نے اس رسالہ کو بڑی عقیدت سے پڑھا تھا کہ حافظ صاحب موصوف اگرچہ غیر مقلد ہیں مگر ان کی شہرت تدین و تقویٰ میں بھی بہت ہے، اس وجہ سے ان کی روش عام غیر مقلدین علماء سے الگ ہوگی اور ان کے یہاں علم کے نام پر علم کو رسوا کرنے والی بات نہ ہوگی، مگر مجھے افسوس کیسا کہ کہنا پڑتا ہے کہ موصوف حافظ صاحب بھی غیر مقلدوں کی عام روش سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔ انھوں نے اپنے اس رسالہ کے ص ۵۲ پر یہ عبارت نقل کی ہے۔

واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول الله
صلی الله علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة۔

اس کا صحیح ترجمہ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں یہ ہوگا۔

اور سب سے معقول اور صحیح بات ابن منذر کی ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

مگر محدثِ عمر حافظ گوذدوی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

۔ یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارے میں

اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے ؟

میں حافظ صاحب موصوف کا یہ ترجمہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنا پڑا کہ غیر مقلد اگرچہ محدثِ عمر ہو جائے مگر رہے گا وہ غیر مقلد ہی ، اور علم و دیانت کے گلے پر چھری چلائے بغیر اس کا مذہب عدم تقلید زندہ باد نہیں بن سکتا ۔

اس کتاب کے ص ۶۰ پر ائقمدہ السلیما فی بوضع الاحادیث کا یہ مطلب

بیان کرتے ہیں ۔

۔ یعنی یہ ان پر اتہام ہے درحقیقت کوئی حرج نہیں ۔

ایک جعلی موضوع اور من گھڑت روایت کو صحیح بنانے کی اس ناروا کوشش کی اہل علم

دادیں ۔

میں اپنے دوستوں سے پوچھا ہوں جو مجھ پر ناراض ہیں کہ آفران باتوں کو وہ کیا نام دیں گے ، کیا

دیانت و امانت اسی کا نام ہے ، یا انکو کسی بھی درجہ میں سہو و بیان اور تسامح کا نام دیا جاسکتا ہے ؟

اختلافی مسائل پر صرف غیر مقلدین ہی دلجو تحقیق نہیں دیتے ہیں ، بلکہ اور مذاہب والے بھی لکھتے

لکھاتے ہیں مگر اس قسم کی دیانت و امانت سے دور باتوں کے مرکب وہ نہیں ہوتے ، اس کا ارتکاب

یا توسیع کرتے ہیں یا قادیانی یا پھر یہ غیر مقلدین ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ مستقیم پر قائم رکھے ، اگر اس قسم کی باتوں سے چشم پوشی اختیار کر لی جائے

اور عوام کو غیر مقلدیت کی حقیقت سے واقف نہ کرایا جائے تو یہ چنگاریاں شعلہ بن جائیں گی اور پھر دین

و ایمان کے بھسم ہو جانے کا اندیشہ ہے ، ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں ، اور جو کچھ کر رہے ہیں

وہ بہت سوچ سمجھ کر اور اللہ کے حضور پیش ہونے کے پورے احساس کے ساتھ کر رہے ہیں ، زہم

جب تک اللہ چاہے گا جاری رہے گا اور اللہ کی جب مرضی ہوگی وہ بند ہو جائیگا ، کسی کو اس بارے میں

زیادہ پریشان ہونی کی ضرورت نہیں ہے ۔ والسلام ۔ محمد ابوبکر غازی پوری

خط اولیٰ مفتاح

محمد ابو بکر خاڑی پوری

خط اور اس کا جواب اجماع کا شرعی حکم

محرم المقام حضرت مولانا زاد محمد کم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

السلام علیکم۔

گزارش ہے کہ زمزم اور آپ کی کتابوں سے ہم لوگ برابر مستفید ہو رہے ہیں
الحمد لله، شہر بیجا پور میں اس سے کافی نفع ہوا، زمزم کے مفہامین بہت موثر اور
امینان بخش ہوتے ہیں۔

اب تک زمزم کے کسی شمارہ میں اجماع کے سلسلہ کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے، شریعت
میں اجماع کی کیا حیثیت و اہمیت ہے، براہ کرم اس پر ایک تحریر شائع فرمادیں۔

سید محمود قادری بیجا پور

نہا ہنم !

علمائے اہل سنت کے یہاں اصول شریعت چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ
اجماع اور قیاس۔ یہ وہ بات ہے جس پر تمام فقہی مذاہب مستفق ہیں، تمام مذاہب کی اصول فقہ
کی تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے، البتہ اہل سنت سے جو گروہ خارج ہیں مثلاً شیعہ خوارج
معتزلہ وغیرہ تو ان کے یہاں اجماع کا اعتبار نہیں ہے، غیر مقلدین کی ایک جماعت نے شیعوں کی
بہت سے اصولی و فروعی مسائل میں پیروی کی ہے، انہیں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ
غیر مقلدین کا یہ گروہ اجماع کا بھی منکر ہے اور ان کے نزدیک شریعت کے اصول صرف دو ہیں

کتاب اللہ، اور سنت رسول اللہ۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ہمت بڑے مصنف و عالم نواب وحید الزماں صاحب اپنی کتاب ہدیہ (نور ہدی) میں فرماتے ہیں۔

اصول الشرائع اثناں الکتاب یعنی شریعت کے اصول صرف دو ہیں
والسنتا ۸۲ کتاب اور سنت۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے عرف الجاوی میں (یہ کتاب اصلاً نواب ہی صاحب کی ہے البتہ انھوں نے اس کو اپنے لڑکے کے نام سے شائع کیا ہے) اجماع کا مذہب پر زور طریقہ پر کیا ہے، اور مناف مناف لکھا ہے۔

اولہ دین اسلام و ملت خیر الانام منھم در دو چیزیں منھم ہیں ایک کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ،

یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیزیں منھم ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ

اجماع کا انکار اہلسنت و الجماعت کا مذہب نہیں۔ یہ شیعوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کا مذہب ہے، شیعوں کے تو اجماع سے انکار کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر وہ اس کا انکار نہ کریں تو ان کے مذہب کی بنیاد ہی جو تکفیر صحابہ، اور انکار خلافت خلفائے ثلاثہ پر قائم ہے ڈھ جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع ہی سے منع ہوئی تھی، صحابہ کرام کے زمانہ میں بہت سے امور اجماع سے طے پائے تھے۔ مثلاً تراویح باجماعت کا سنون ہونا، یا جمعہ کی اذان میں اذان عثمانی کا بھی سنون قرار پانا۔ یا جنازہ پر چار ہی بکیر کنیا وغیرہ بہت سے مسائل شرعیہ کی بنیاد اجماع ہی پر ہے، شیعہ ان تمام کے منکر ہیں۔

مگر غیر مقلدوں نے جو اجماع کا انکار کیا ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے حالانکہ جن کو غیر مقلدین بظاہر اپنا امام سمجھتے، میں یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ وہ نہ صرف اجماع کے قائل ہیں بلکہ اجماع کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں۔

وقد تنازع الناس فی مخالف الاجماع یعنی لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ

هل يكفر؟ على قولين -
والتحقيق ان الاجماع المعلوم
يكفر مخالفا كما يكفر مخالف النص
بتركه. (منہج ۱۱ فتاویٰ)
اجماع کے مخالف کی تکفیر کی جلتے گیا نہیں
اور تحقیقی بات یہ ہے کہ معلوم اجماع کا مخالف
اسی طرح کافر ہے جیسے نص کا چھوڑنے والا،
اور اس کا مخالف۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے یا دلیل ظنی، پھر اپنی
تحقیق ذکر کرتے ہیں کہ

والتحقیق ان قطعیتاً قطعی
وظنیاً ظنی (یعنی)
یعنی تحقیقی بات یہ ہے کہ اگر اجماع قطعی ہے
تو وہ دلیل قطعی ہے اور اگر وہ ظنی ہے تو وہ
دلیل ظنی ہے۔

غیر متقدمین حضرات کے اکابر فرماتے ہیں کہ شریعت میں اجماع کوئی چیز نہیں ہے اور اصول
شرع صرف کتاب و سنت ہیں، جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دین کے احکام کا مدار
تین چیزوں پر ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

فمبني احكام هذا الدين على
ثلاثة اقسام الكتاب والسنة
والاجماع - (فتاویٰ ج ۲۰ ص ۱)
یعنی دین کے احکام کی بنیاد تین چیزوں پر
ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور
اجماع۔

اجماع کی تعریف کرتے ہوئے ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

معنى الاجماع: ان يجمع علماء
المسلمين على حكم من الاحكام
پھر فرماتے ہیں۔
یعنی اجماع کا مطلب یہ ہے کہ علماء مسلمین
احکام میں سے کسی حکم پر اکٹھے ہو جائیں۔

وإذا ثبت اجماع الأمة على
حكم من الاحكام لم يكن لاحد
ان يخرج عن اجماعهم فان الأمة
یعنی جب امت کا اجماع کسی بات پر ثابت
ہو جائے تو کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ
اس سے باہر ہو اس لئے کہ امت گمراہی

لا تَجْمَعُ عَلَى ضَلَالَةٍ - پر جمع نہیں ہو سکتی -

(مشتمل ایضاً)

ایک جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فلا دين للمسلمين مبني على
اتباع كتاب الله وسنة نبيه وما
اتفقت عليه الامة فهذا الثلاثة
هي اصول معصومة -
يعني مسلمانوں کے دین کی بنیاد کتاب اللہ
سنت رسول اللہ اور اجماع امت
پر ہے۔ یہی تینوں چیزیں اسلام کے
وہ اصول ہیں جن میں خطا کا امکان
نہیں۔ (ج ۲۰ ص ۱۶۴ قادی)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ صاف اور واضح اعلان یہ بتلا رہا ہے کہ جنہوں نے اجماع
کا انکار کیا ہے یا جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اصول شرع صرف دو ہیں ان کا نظریہ درست نہیں
ہے، اور یہ اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، اہلسنت کی کتابوں کو آپ پڑھئے خود
شیخ الاسلام کی کتابیں پڑھئے وہ جس طرح کتاب وسنت سے احتجاج واستدلال کرتے ہیں
اسی طرح اجماع سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

میں نے بطور خاص اجماع کے سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا پہلے حوالہ دیا تاکہ
غیر مقلدوں کے لئے خاص طور پر باعث اطمینان ہو۔

شرح مختصر ابن ماجہ میں^(۱)، اجماع کے اصل شرعی ہونے پر کلام کرتے ہوئے
بتلایا ہے کہ اجماع کی حیثیت خود حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا تَجْمَعُ اُمَّةٌ عَلَى الضَّلَالَةِ یعنی میری امت متکلمت اور
مگر اہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ خوب یاد رہے کہ امت سے مراد اس امت کے فقہاء و علماء ہیں،
عام افراد مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ شیخ الاسلام کے بیان سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔ اور شرح

(۱) یہ مذہب مالکی کی اصول فقہ کی بہت اہم کتاب ہے جامعہ القریٰ مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے۔

مختصر مآجب میں بھی اس کی تقریح ہے۔ (م۲۴) شرح ابن مآجب میں اجماع کے متعلق لکھا ہے۔

دھوجۃ عند الجميع ولا یعدا
یعنی اجماع سب کے نزدیک حجت ہے، نظام
بالنظام و بعض الخواارج و الشیعة
معتزلہ اور خوارج اور شیعوں نے جو اس کا
(م۲۹) انکار کیا ہے تو ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

حافظ ابن عبد البر اس مسئلہ کے ذکر میں کہ پرانی قبر پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی،
اجماع سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقد اجمع العلماء ان لا یصلی
یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پرانی
علی ما قدم من القبور فما اجمعوا
قبروں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی اور
علیه حجة (التمہید ج ۶ ص ۲۶۹)
علماء کا جس پر اجماع ہو وہ حجت ہے۔

سرکابل منڈنا مکروہ یا غیر مکروہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

ولا وجہ لکراهية من کرهه
یعنی جس نے سر منڈانے کو مکروہ سمجھا ہے
ولا حجة معه من کتاب ولا سنة
اس کے پاس کتاب و سنت اور اجماع سے
ولا اجماع - (م۲۷ ایضاً) کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف کے نزدیک کتاب و سنت کے ساتھ اجماع بھی دلیل

شرعی ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں :

والاجماع فی هذا الباب
کہ اس مسئلہ میں حدیث سے زیادہ قوی

اقوی من الخبر۔ م۲۸ اجماع ہے۔

امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا بیٹھ کر اس بارے
میں کلام کرتے ہوئے حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں :

والدلیل علی ان حدیث
یعنی اس بات کی دلیل کہ امام کے

هذا الباب منسوخ بما كان منه
فی مرضہ صلی اللہ علیہ وسلم
اجماع العلماء علی ان حکم القیام
فی الصلوٰۃ علی الايجاب لا علی
التخییر - (منہ ۱۴۰) (اختیاری -
بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں مقتدی
کو بیٹھ کر پڑھنے کے حکم والی حدیث
منسوخ ہے علماء کا اجماع ہے کہ نمازیں
کھڑے ہونے کا حکم واجب ہے نہ کہ
اختیاری -

اگر اجماع امت دلیل شرعی نہ ہوتا تو امت کے اکابر اجماع سے استدلال نہ کرتے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مستمفی میں اجماع کے موضوع پر بہت طویل گفتگو کی ہے
اس کی حجیت اور دلیل شرعی ہونے کو عقل و نقل کی روشنی میں ثابت کیا ہے ، اور پھر اس کا
حکم بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں :

وحکم وجوب الاتباع والتحکیم
المخالفتہ - ۱۵۴
یعنی اجماع کا حکم یہ ہے کہ اس کی اتباع
کی جائے گی اور اس کی مخالفت حرام ہوگی۔

ایک جگہ داؤد ظاہری اور ظاہریہ کا رد کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں -

ذهب داؤد وشعبۃ من اهل
الظاهر انہ لا حجت فی اجماع من بعد
الصحابۃ وهو فاسد لان الادلۃ
علی کون الاجماع حجة اعنی الکتاب
والسنة والعقل لا تفتقر بین
عصا وعصا -
یعنی داؤد ظاہری اور ان کی جماعت ظاہریہ
نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام کے بعد کے لوگوں
کا اجماع دلیل شرعی نہیں ہے ، امام غزالی
فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات فاسد اور غلط
ہے ، اس لئے کہ جن تین دلیلوں سے یعنی کتاب
وسنت اور عقل سے اجماع کا حجت ہونا معلوم

ہوا ہے وہ زمانہ اور زمانہ کی تفریق نہیں کرتے ہیں۔
پھر فرماتے ہیں کہ اگر کسی بات پر تابعین اجماع کریں تو وہ تمام اجماع کہلائے گا اور
جو ان کی مخالفت کرے گا وہ سبیل المومنین سے برگشتہ قرار پائے گا۔ ان کی اصل عبارت
بھی لفظ ہو - فالتابعون اذا اجمعوا فهو اجماع من جمیع الامة ومن

خالقہم فہو سالک خیر سبیل المومنین ۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت ہے اور اجماع کی پیروی واجب ہے، امام غزالی کی اصل عبارت یہ ہے ۔

اجمعت الامة على وجوب اتباع الاجماع وانه من الحق الذي

يجب اتباعه ۔ (مک ۱۲۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو اجماع کے سلسلہ میں ایک ایسی بات بھی فرما گئے ہیں کہ نا آشنا حقائق کے لئے بڑی شاق ہوگی مگر عارفان حقائق اور فقہاء شریعت اسکو سرائیکھوں پر رکھیں گے ۔ امام غزالی فرماتے ہیں ۔

فان وجد في المسألة اجماعاً ترك النظر في الكتاب والسنة فانهما يقبلان النسخ والاجماع لا يقبله فالاجماع على خلاف ما في الكتاب والسنة دليل قاطع على النسخ ولا تجتمع الامة على الخطأ۔

۳۷۵

یعنی اگر کسی مسئلہ میں اجماع ثابت ہو تو اب کتاب و سنت میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب و سنت میں تو نسخ ہوتا رہا ہے، جبکہ اجماع ناقابل منسوخ دلیل ہے اسلئے کہ (بظاہر) کتاب و سنت کے خلاف بھی کسی بات پر اجماع ہو رہا ہے تو یہ دلیل ہے کہ کتاب و سنت کا حکم منسوخ ہے اسلئے کہ امت مسلمہ غلط بات پر اکٹھی نہیں ہو سکتی ہے ۔

امید کہ ہماری یہ چند سطر میں آپ کے لئے باعث اطمینان ہوں گی اور اس مسئلہ میں آپ کا ذہنی غلبان رفع ہو گیا ہوگا ۔ اس بارے میں آپ کے کئی خطوط آئے مگر کچھ اپنی مصروفیت اور کچھ کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے دیر ہوئی گئی۔

والسلام

محمد ابو بکر فازی پوری

مجلہ مفتاح

نور الدین نور اللہ الاعظمی

دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا

خط اور اس کی جواب

محرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

سلام سنون

زمزم کے شماروں کا مطالعہ ہم سب کیلئے کافی نفع بخش ثابت ہو رہا ہے اور بہت سے اشکالات رفع ہوئے۔

فردی عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر میں غیر مقلدین کی چند مساجد پر کرفیو کے دوران بعد نماز مغرب فوراً عشاء پڑھ لیتے تھے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اس پر مختصر سی تحریر لکھ دیں۔

والسلام
نیاز احمد صو

زمزم ! غیر مقلدین حضرات کا ہر فرد مجتہد مطلق کے منصب پر ہوتا ہے اور اس کو پورا حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنی رائے اور قیاس سے دین کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔

غیر مقلدین اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، مگر ان کی اہل حدیثیت کی چکی صرف آئین بالجہر، رفع یدین، قرأت خلف الامام اور نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے اور ان جیسے چند اور مسائل ہی کے ارد گرد گھومتی ہے، ان کا سارا زور انہیں مسائل میں لگتا ہے، اس کے بعد ان کی اہل حدیثیت ٹائیں ٹائیں نش ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کی نماز اور خواجہ جی کا عرس دونوں میں بہت زیادہ کافرق نہیں ہے۔
نماز دین کی اہم ترین عبادت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے نماز کا طریقہ کامل اور مکمل

طریقہ پر ہیں بتلادیا ہے، جو نماز اس طریقہ پر پڑھی جائے گی وہ تو شرعی نماز ہوگی، جس کو حدیث میں علاء الدین کہا گیا ہے۔ اور جو نماز خدا و رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہوگی اسے نماز نہیں کہا جائے گا، وہ خواجہ جی کا عرس ہوگا۔

جس طرح سے قرآن و حدیث میں نماز کے سلسلہ میں بہت سی تفصیلات ہیں اسی طرح نماز کے اوقات کا بیان بھی ہے۔ نماز کو ان اوقات مقررہ میں پڑھنا ضروری ہے، اپنی طرف سے نماز کا وقت مقرر کر لینا اور عشاء کی نماز مغرب میں پڑھ لینا یا ایک وقت کی نماز دوسرے وقت میں پڑھ لینا قطعاً درست نہیں ہے، حج میں صرف اجازت ہے کہ عرفہ و مزدلفہ میں ظہر اور عصر، اور مغرب و عشاء ایک ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور وقت کی نماز کو تقدیماً و تاخیراً دوسرے اوقات کی نماز کے وقت پڑھنا قرآن و سنت کے خلاف ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا یعنی نماز کو مومنین پر متین اور محدود اوقات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ موقوفاً کی تفسیر میں صاحب تفسیر منطہری لکھتے ہیں محدوداً بالاقوات لایجوزنا اخراجها عنها ما أمکن، یعنی نماز کو اوقات کے ساتھ محدود کیا گیا ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا ان کو ان کے اوقات سے نکالنا جائز نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں موقتاً وقتہ علیہم یعنی اللہ نے نماز کو وقت کے ساتھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی لغير وقتها الا صلواتین جمع بین المغرب والعشاء صلی الفجر قبل میقاتھا۔ (بخاری ص ۱۷۱ یصلی الفجر کجمع)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بلا وقت نہیں پڑھی۔ مزدلفہ میں آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا تھا اور صبح میں نماز فجر عام متعاد وقت سے پہلے پڑھی تھی۔

مزدلفہ میں سئلہ یہی ہے کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھی جائیں، سفر میں بعض حضرات کے یہاں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، مگر ہمیں کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرا و حالاتِ اقامت میں بھی دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا ہو کہ ایک ہی وقت میں دو نمازوں کی ادائیگی کر لی ہو، یہ عمل کتاب و سنت کے مرتکب خلاف ہے، اگر کسی حدیث سے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا کسی کو پتہ چلتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر دیا گیا ہے بلکہ نمازوں کو آگے پیچھے کر کے دونوں کو ان کے اوقات ہی میں پڑھنے کا ثبوت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، آپ نے اپنے عمال کو ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (مولانا محمد)

اگر دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز ہوتا تو کم از کم حالتِ جنگ میں اس کا لحاظ ضرور کیا جاتا۔ مگر شریعت کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ جنگ کے موقع پر دو نمازوں کو ایک وقت یا کئی نمازوں کو ایک وقت پڑھا جائے۔ صلوة خوف کو بیان خود قرآن میں ہے جس کی تفصیل عام نمازوں سے ہٹ کر پڑھنے کی ہے، مگر وقت میں تبدیلی کا یہاں بھی مذکور نہیں ہے۔ بہر حال شریعت میں نماز کا وقت مقرر ہے، نمازوں کو انہیں اوقات میں ادا کیا جائیگا تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔

اب رہا غیر مقلدین کا اجتہاد تو اس کو نہ پوچھئے، ان کے یہاں بڑی گنجائش ہے۔ مولانا شارہ السنن امرتسری سے کسی نے پوچھا۔

”مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی تو کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟“
تو مولانا نے اس کا جواب دیا۔

”واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں، صحیح بخاری میں ملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جمع کی تھیں، (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۳۱)

دیکھا آپ نے شیخ الاسلام مولانا امرتسری صاحب کا اجتہاد بخاری میں جو مذکور ہے اس کا تعلق حج سے ہے، اور وہ عرفہ اور مزدلفہ کی بات ہے یا اسکو بہت زبرد لگا کر سفر سے متعلق

مانا جاسکتا ہے، اس کو مولانا نے اپنے اجتہاد سے عام کر دیا ہے، اور اس کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہیں کہ جس کو مشغولیت کا عذر ہو وہ جس نماز کو چاہے اور دوسرے اور کر سکتا ہے۔
 بلکہ مولانا امرتسری صاحب اہم حدیث کا اجتہاد تو یہ ہے کہ کھیل کود میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھی اگر نماز کا وقت نہ ملے تو ایک نماز کو دوسرے وقت میں پڑھا جاسکتا ہے۔
 لاحظہ ہو فتاویٰ ثنائیہ کا یہ سوال و جواب۔

سوال :- فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم اصول انعام کے لئے مثلاً آپ شیڈ بال کھیلا کرتے ہیں، اور کھیلنے کے باعث عمر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پر قضا نماز پڑھ لیجئے کیا یہ جائز ہے؟

جواب :- نماز قضا پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے ان سروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کود چھوڑ دیں گے۔ وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۲-۲۳)

جس مذہب میں کھیل کود کے لئے بھی نماز کے بارے میں اتنی گنجائش ہو اگر اس مذہب کے لوگ کریفو میں مغرب کے وقت عشاء پڑھ لیں تو آپ کو تعجب کیوں ہوتا ہے؟ (۱)

والسلام

نور الدین نور اللہ الاعظمی

نوٹ :- مولانا غازی پوری صاحب عیسیٰ ہیں، اس وجہ سے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہی آپ کے سوال کا جواب لکھ دوں۔

(۱) ایک بات اور بھی ذہن میں رکھیں کہ جو لوگ دوران کریفو مغرب کے اوقات ہی میں عشاء کی نماز پڑھتے تھے اگر ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرح عشاء کی جماعت کی فضیلت حاصل کر لیں گے تو یہ اجتہاد بھی غلط ہے، اوقات میں نماز کا ادا کرنا فرض ہے، اور جماعت سے نماز کا ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ تو سنت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے فرض کا ترک کرنا اور وقت ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھنا قطعاً جائز نہ ہو سکا۔

مجلہ مفتاح

خط اور اس کا جواب

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا کا عقیدہ

مکرمی حضرت مولانا زبید محمد کم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مخبر۔ احمد شہزاد باندی سے مل رہا ہے اور بہت ذوق و شوق سے پڑھا جا رہا ہے۔
خطوط کے جوابات سے دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں، اور اشکالات دور ہو جاتے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے۔

حضرت ایک سوال یہ ہے کہ عام طور پر زبان پر یہ شعر و قیل ہے
محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

اور یہ کہ یہ سارا عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح کا عقیدہ رکھنا
درست ہے یا نہیں؟ - والسلام

محمدؐ فرید کربول

مزموم! جن وانس کی تخلیق کا مقصد قرآن حکیم نے خدا کی عبادت قرار دیا ہے، اس
کی صراحت قرآن کی اس آیت میں ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور
پوری کائنات کی تخلیق انسانوں ہی کیلئے ہے، جیسا کہ قرآن کی متعدد آیتوں سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً
قرآن میں اس طرح کے الفاظ بار بار استعمال ہوئے ہیں۔ وسخروا لکم الانهار، وسخروا لکم الشمس

والقمر، وسخر اکمال اللیل والنهار، واداکم من کل ماسأله تموا، وخلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ اس طرح کی قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ پوری کائنات اور یہ سارا کارخانہ اور شمس و قمر کا یہ سارا نظام انسان کیلئے اللہ نے پیدا فرمایا ہے، کائنات کی تمام چیزوں سے انسان ہی کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور انسان ہی ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور انسان کی تخلیق کا مقصد جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا، تنہا اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری ہے۔ اور خدا کے احکام کی پوری طرح سے بجا آوری کے لئے ضروری تھا کہ خدا کی کامل و مکمل شریعت اور اس کی کامل و مکمل ہدایات و تعلیمات انسانوں تک پہنچے تاکہ خدا کی عبادت اپنے پورے اور کامل و مکمل معنی کے ساتھ انسانوں سے پائی جائے، اور انسان کی تخلیق اور اس پورے نظام عالم کی پیدائش کا مقصد پورا ہو۔

چنانچہ خدا کی یہ کامل و مکمل شریعت نبی آخر الزماں سرور انبیاء و فرماں بردار ختم رسل و فرماں بردار صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں خدا کی کامل و مکمل عبادت کے ہونے کا ذریعہ و سبب بنے، تو گویا اب یہ کہا جائے گا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اللہ کی مکمل عبادت کا ذریعہ بنا اور عبادت ہی کے لئے انسانوں کو پیدا کیا گیا تھا اور انسانوں ہی کے لئے عرش و فرش اور حجر و شجر کا یہ سارا نظام پیدا کیا گیا تو گویا آپ ہی صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود سے متعلق دنیا کا یہ سارا کارخانہ ہوا، اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا تو اللہ کی کامل و مکمل عبادت کی ادائیگی نہ ہوتی اور جن انسان کی تخلیق بھی نہ ہوتی اور پھر یہ ساری کائنات نہ ہوتی، یعنی۔ محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، یہ عقیدہ رکھنا اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ عین اسلام ہے، اور اس کی شہادت کتاب حکیم فرقان حمید سے ملتی ہے۔

وَالسَّلَام

محمد، ابوبکر و غازی پوری

خط اور اس کا جواب تقلید کے منکرین تمام اُمتِ اسلامیہ کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب

سلام سنون ، و تحیہ مبارکہ

آپ نے اپنی کتابوں اور زمزم کے ذریعہ سلفیت اور مذہبِ اہلحدیث کے خلاف ایک محاذ کھول دیا ہے، اور تقلید کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے۔
 قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُعْنِ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہ دیں کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔

اس آیت کریمہ کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید نا جائز اور حرام ہے، براہِ کرم آپ اپنی محنت دوسرے کاموں میں لگائیں۔ والسلام

نواب میر احمد سلفی بستی۔

زمزم ! جب آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی امتی کی تقلید نا جائز و حرام ہے تو غالباً آپ یہ سوچتے نہیں کہ آپ یہ کہہ کر تمام امتِ اسلامیہ کو گمراہ قرار دے رہے ہیں آپ عالم اسلام کی تاریخ پر غور کریں ان مذاہبِ اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری دنیا کے مسلمان انہیں مذاہب کے پیرو و متبع اور مقلد سمجھتے اور آج تک چلے آ رہے ہیں۔ تمام فقہاء و محدثین اولیاء اللہ ان چاروں مذاہب میں سے کسی نہ کسی ایک کے متبع و مقلد

رہے ہیں، کیا کسی مسلمان کو جرات ہے کہ امام مرنی، حافظ ابن رجب، حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبد البر، شیخ عبد العاد جیلانی، امام غزالی، نظام الدین اویار اور اس طرح کے سیکڑوں ائمہ والوں اور فقہ و حدیث کے ماہروں کو گمراہ کہے۔

اگر کوئی یہ جرات کرتا ہے تو وہی سب سے بڑا گمراہ ہے، آپ حضرات اپنے سوچنے کا انداز بدلیں، آپ کسی بھی حنفی سے پوچھیں کہ تم امام ابوحنیفہ کے متبع ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ کسی بھی مالکی سے پوچھیں کہ تم امام مالک کی اتباع کرتے ہو کہ رسول خدا کی، آپ کسی بھی شافعی سے پوچھیں کہ تم امام شافعی کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اللہ کی، آپ کسی بھی حنبلی سے پوچھیں کہ تم امام احمد بن حنبل کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، ان تمام حنفی مالکی شافعی حنبلی کا صرف ایک جواب ہو گا کہ ہمارے مقتدی و متبوع ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ اس سے پوچھیں گے کہ پھر تم لوگ ان اماموں کی تقلید کیوں کرتے ہو وہ کہے گا کہ ہم ان کی رہنمائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، نہ کہ ان کو اصل مقتدی و متبوع سمجھتے ہیں، جس طرح آج کے دور کے عوام و خواص سلفی اپنے علماء کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہیں۔

اس لئے تمام مقلدین فی الاصل خدا و رسول ہی کے احکام کی بجا آوری کرتے ہیں، اور اگر کسی بھی مقلد کو دلیل سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اپنے امام کی رہنمائی میں وہ غلط سمجھتا جا رہا ہے تو وہ فوراً اپنا راستہ بدل دے گا اور خدا و رسول کے راستہ کو حاصل کرنے کیلئے وہ کولہ اور ذریعہ ڈھونڈھے گا، مگر چونکہ وہ خود کتاب و سنت کا ماہر نہیں ہو گا اس وجہ سے کسی نہ کسی ماہر شریعت کا ہی دامن پکڑے گا اور اسی کی تقلید کرے گا۔

البتہ کسی بھی مقلد کو یہ جاننے کیلئے کہ اس کی سمت صحیح ہے یا غلط یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علماء سے ضرور پہلے رجوع کرے، کسی کے بہکاوے میں آکر خود سے فیصلہ اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔

آپ حضرات جو کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہیں خود ایک مذہب کے مقلد ہیں جس کا

نام شوکانیت یا سلفیت ہے ، اور اسی راہ سے آپ نے کتاب و سنت پر عمل کا راستہ
 بزعم خود متعین کیا ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ جو حدیثیں آپ حضرات کے اس مسلک کے خلاف
 ہوتی ہیں اس پر آپ کا عمل نہیں ہوتا ہے ۔ اور اس وقت جو آیت کریمہ آپ نے نقل کی ہیں
 فراموش ہو جاتی ہے ۔

دوسروں کے بارے زبان طعن و ذرا ذکر کرنے سے پہلے ذرا آپ حضرات کو اپنے گریبان
 میں منہ ڈال کر دیکھ لینا چاہئے کہ آپ حضرات کی سلفیت کا حدود و اربعہ کیا ہے ، اور آپ کی
 غیر مقلدیت پر مقلدیت کی کتنی تہیں جی ہیں ۔

ذرا بتلائیں کہ آپ نے سلام مسنون کے بعد جو تحیہ مبارکہ لکھا ہے کیا اللہ کے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطوط میں سلام مسنون ، و تحیہ مبارکہ لکھا کرتے تھے ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع صرف رفع یدین اور آمین بالجہر ہی میں
 ضروری ہے ، اور جگہوں پر نہیں ۔

والسلام
 محمد ابوبکر غازی مہروی

تیرا پیام اور ہے میرا پیام اور ہے
 عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

محمد امجدی مفتاحی

مجلہ اجماع مفتاحی

طاہر شیرازی

خمار سلفیت

حضرت خضر کے بارے میں غیر مقلد عالم حکیم فیض عالم کا
گستاخانہ انداز بیان

بیٹا - بابا جی

بابا - جی بیٹا

بیٹا - بابا جی، حضرت خضر کون تھے؟

بابا - بیٹا یہ اللہ کے ولی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے علم سیکھنے کی درخواست کی تھی، ان کا ذکر قرآن میں ہے۔

بیٹا - بابا جی، تو ان کے بارے میں ہیں ادب و احترام سے گفتگو کرنی چاہیے نا؟

بابا - جی بیٹا - حضرت خضر اگرچہ نبی نہ ہوں مگر ان کے ولی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اللہ نے

ان کو اپنے مخصوص علم سے نوازا تھا، اس لئے ان کے بارے میں ادب سے گفتگو کیجائیگی
ان کی شان میں بے ادبی بہت بڑی محرومی اور بد بختی کی بات ہوگی۔
بیٹا۔ اباجی، مگر ان کے بارے میں ہمارے مولانا حکیم فیض عالم تو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں
فرماتے ہیں :

” یہاں اس بات سے بحث کا موقع نہیں ہے کہ خضر کون تھا؟ کب پیدا
ہوا؟ مر گیا یا زندہ ہے؟ (اخلاف امت کا المیہ ص ۳۶)
اباجی حضرت خضر کے بارے میں اس طرح کی گفتگو بے ادبی نہیں ہے؟
باپ۔ بیٹا، یہ حکیم فیض عالم بزرگان دین کے بارے میں بہت بڑے گستاخ ہیں۔
دیکھو یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

” اگر ایسے فتوے امام صاحب مدینہ یا مکہ میں بیٹھ کر دیئے تو خدا معلوم آپ
سے وہ لوگ کیا سلوک کرتے، کوذ میں اندھوں میں کاناراجہ کے مصداق
آپ کا سکہ چل نکلا۔ (ص ۳۶ ایضاً)

اور ان کی یہ بکواس بھی سنو، فرماتے ہیں :

” امام ابو حنیفہ کے فرضی اور مرعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مرعومہ
ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں۔ (ص ۳۷ ایضاً)

بیٹا۔ جب آدمی گستاخ ہو جاتا ہے تو اس کے قلم سے خضر ہوں یا امام ابو حنیفہ کوئی نہیں
بچتا، بڑے بڑے اکابر امت بلکہ صحابہ کرام بھی اس کے گستاخ قلم کا نشانہ بنتے ہیں،
دیکھو یہ صاحب امام بخاری کے بارے میں فرماتے ہیں :

” دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں رفوع العلم
ہیں داستان گوئی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق
تمام چھان بین دھری رہ گئی۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۱۱)

حضرت امام زہری جو امام مالک کے استاذ اور جلیل القدر محدث ہیں ان کے بارے میں

ان کا ارشاد ہے -

”ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی

مستقل رجسٹر تھے“ (مٹ ایفا)

یہی صاحب امام ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں :

”امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی

روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں ، (خلافت راشدہ ص ۱۱۸)

باپ - جب آدمی گستاخ بھی ہو اور جاہل بھی ہو تو وہ اکابر اور اسلاف کے بارے میں اس

قسم کی اورٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے -

بیٹا - ابا جی تو کیا یہ چارے اہل حدیث عالم صاحب جاہل بھی تھے ؟

باپ - جی بیٹا ، جاہل ہی نہیں بلکہ اجہل تھے ، انھوں نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ”زنا“

کو ”زناہ“ لکھا ہے ، یعنی چھوٹی ہاک کے ساتھ -

مولانا ندیر حسین میاں صاحب کی کئی ذکر اولاد بتلائی ہے ، مولانا ندیر حسین

صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع اللہ دین صاحب

سے بھی پڑھا تھا ، امام ابو حنیفہ کا سال پیدائش ۸۰ھ بتلایا ہے ، حضرت علی کی شہادت

۴۰ھ بتلایا ہے ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا سال وفات ۴۰ھ بتلایا ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا سال وفات بھی ۴۰ھ بتلایا ہے - اسی طرح اور بھی

بہت سی تاریخی غلطیوں کے وہ شکار ہوئے ہیں -

بیٹا - ابا جی - اس جہالت کے باوجود حکیم صاحب میں اتنا دم خم کہاں سے آگیا کہ وہ امت

کے اکابر کے بارے میں گستاخیاں کریں ، کیا یہ عدم تقلید کا کرشمہ ہے ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

شیخ جنم حفظ اللہ کی تحقیق نے شیخ سلفی جمع سالف حفظ اللہ کے دعویٰ کو غلط ثابت کر دیا

بیٹا۔ اباجی

باپ، جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی شیخ جنم حفظ اللہ کل صبح فجر بعد سے غائب ہوئے دن بھر ان کا پتہ نہیں تھا، رات میں بھی گھر نہیں آئے، گھر والے پریشان تھے، خیر خدا کے ابھی ابھی آئے ہیں اور الدکتور سلفی جمع سالف حفظ اللہ پر لعنتیں بھیج رہے ہیں اور ان کو ملوایتیں سنارہے ہیں۔

باپ۔ بیٹا۔ یہ الدکتور سلفی جمع سالف کون ہیں ان کا نام تو پہلی دفعہ کان میں پڑ رہا ہے۔
بیٹا۔ اباجی آپ ان سے واقف نہیں، حالانکہ الہدیت جماعت کا بچہ بچہ ان کے نام سے واقف ہے، ان کے نام پر زندہ باد کا نعرہ لگتا ہے۔

باپ۔ بیٹا یہ ”حفظ اللہ“ صاحب کرتے کیا ہیں؟

بیٹا۔ اباجی یہ تحقیق کرتے ہیں اور سلفیت کا تعارف کراتے ہیں، ان کا نام رضا اللہ مبارکپوری پی ایچ ڈی ہے، سلفی جمع سالف ان کا آل انڈیا القاب ہے۔

باپ۔ بیٹا ڈاکٹر رضا اللہ مبارکپوری سے میں خوب واقف ہوں، بڑے محقق عالم ہیں، ان کا مضمون سلفیت کا تعارف مسلسل محدث پرچہ میں آ رہا ہے، اس میں تحقیقات کے ایسے ایسے نمونے ہیں کہ سبحان اللہ، شیخ جنم حفظ اللہ ڈاکٹر رضا اللہ مبارکپوری حفظ اللہ پر لعنت کیوں بھیج رہے ہیں؟

بیٹا۔ اباجی سلفی جمع سالف حفظ اللہ محدث پرچہ میں سنتہ میں یہ لکھا ہے کہ الہدیت محض آ بار و اجداد کی تقلید کی بنیاد پر کسی چیز کو قبول کرنے کیلئے اپنے کو تیار نہیں پاتے ہیں جب تک کہ اسے اچھی طرح سمجھ نہ لیں اور کتاب و سنت سے اس کی دلیل نہ جان لیں۔

باپ - البتہ حفوظہ اللہ نے بالکل صحیح لکھا ہے اور یہ تو ایسی تحقیق ہے کہ اس کا ایک ایک حرف سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، شیخ جن حفظہ اللہ کو اس بات سے اختلاف کیوں ہے؟

بیٹا - اباجی شیخ جن کہتے ہیں کہ جب میں نے پی ایچ ڈی رضا اللہ صاحب کی یہ بات پڑھی تو میں نے اپنا جائزہ لیا تو مجھے نہ رفع یدین کرنے کی دلیل معلوم تھی اور نہ آئین بالجہر کی۔ مجھے تو شیخ کلونی بیسہ دیا تھا تو میں الحمد للہ ہوا تھا پھر انھوں نے اسی بات کی تحقیق میں کل کا پورا دن اور پوری رات گزار دی مگر شہر میں دو چار مولویوں کے علاوہ الحمد للہ کہلانے والے کسی کو بھی ان دونوں مسئلوں میں کسی ایک حدیث کے متن کا نہ پتہ تھا اور نہ سند کا اور نہ اس کا کہ ان دونوں مسئلوں کی حدیثیں کن کن کتابوں میں ہے، اور رفع یدین اور آئین بالجہر میں محدثین اور فقہاء کا مذہب کیلئے ہے۔ سب الحمد للہ آبا اور اجداد کی تقلید میں رفع یدین کرتے اور آئین بالجہر کہنے والے نکلے، کسی کو اپنے کسی بھی مسئلہ کی کسی ایک دلیل کا پتہ نہیں تھا، رضا اللہ پی ایچ ڈی نے یہ ہوائی اڑائی ہے اور زبردست قسم کی گپ ماری ہے، لعنت ہے ایسے گپ بازوں پر خدا کی پھٹکار ہے ایسے جھوٹوں پر اور بے پر کی اڑانے والوں پر، میاں مسکین نے کہا کہ ہیں اور ہمارے گھر والوں کو نہ رفع یدین کی حدیث کا پتہ نہ آئین بالجہر کی، شیخ شکنجین نے کہا ہے کہ ہیں اور ہمارے گھر والوں بلکہ محلہ کے کسی بھی الحمد للہ کو پتہ نہیں ہے کہ رفع یدین اور آئین بالجہر کی حدیث کے الفاظ کیا ہیں اور اس کا وجود کس کتاب میں ہے، شیخ طوطا، شیخ ہدہ، شیخ میناسب کا اسی قسم کا جواب تھا۔

اس تحقیق میں دن رات وہ پریشان رہے، ان کی بیوی بچے الگ پریشان ہوئے ان کا سونا جاگنا کھانا پینا سب خراب ہوا۔

باپ - تو اب کیا حال ہے شیخ جن کا الحمد للہ سے پھر مقلد بن جائیں گے؟

بیٹا - نہیں اباجی شیخ سعد حفظہ اللہ نے ان کے بیٹے کا سعودیہ سے ویزا منگوایا ہے، جب تک

وہ سو دیر چلا نہیں جائے گا وہ اہلحدیث ہی رہیں گے البتہ اس کے بعد نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہوگا۔

باپ۔ بیٹا شیخ جن کو سنبھالنا بہت ضروری ہے، اس وقت جماعت کا نظم انھیں سے قائم ہے۔
بیٹا۔ مگر اباجی شیخ سلفی جمع سالانہ ایسی ہوائی اڑائی ہی کیوں؟ کیا اس قسم کی دروغ
بیانیوں کے بغیر سلفیت کا تعارف نہیں ہو سکتا؟
باپ۔ یہ تنہی بیٹا۔

اہلحدیثان ہند کی دو قسم، فریب خوردہ اہلحدیثان اور غیر فریب خوردہ
اہلحدیثان

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی محدث شمارہ نمبر ۶۲ میں سلفیت والا مضمون ہے بڑا زور دار چل رہا ہے۔
باپ۔ ہاں بیٹا خدا ڈاکٹر رضا اللہ کی عقل سلامت رکھے بڑا زور دار مضمون لکھ رہے
ہیں۔ ایسے لوگ ہماری جماعت میں بہت دنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی ڈاکٹر رضا اللہ نے اس مضمون میں ایک حاشیہ لکھا ہے، وہ سمجھ میں نہیں
آ رہا ہے۔ حاشیہ یہ ہے :

۔ مولانا ابوالقاسم نے فریب خوردہ اہلحدیثان ہند کا نام لیا ہے نہ کہ علی الما اطلاق اہلحدیثان
ہند کا۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو فریب خوردہ ہوگا اس کی باتیں ہمارے لئے یا ہمارے
خلاف حجت نہیں بن سکتی ہیں!

کیا اہلحدیثان ہند کی دو قسم ہے، ایک فریب خوردہ ہے اور دوسری غیر فریب
خوردہ، یعنی ایک ایسی قسم جو فریب میں مبتلا ہے اور دوسری وہ جو فریب میں مبتلا
نہیں ہے؟

باپ۔ بیٹا، ہاں ہماری نئی پود کی یہی تحقیق ہے، جن میں سر فرہست ابوالقاسم عبد العظیم

اور محقق پی ایچ ڈی رہنا اسٹریجی سے لوگ ہیں۔ ؟

بیٹا۔ تو اباجی فریب خوردہ اہل دیشان ہند میں کون کون سے لوگ ہیں ؟

باپ۔ بیٹا، ابوالقاسم عبد العظیم باشندہ موکی تحقیق یہ ہے کہ وہ تمام غیر مقلدین فریب خوردہ اہل دیشان ہند ہیں جن کی زبان پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کا نام عزت و احترام سے لیا جاتا ہے، جن کے دلوں میں اس خاندان کا احترام اور اس کی عقیدت ہے، جو حضرت اسماعیل شہید اور ان کے شیخ سید احمد شہید بریلوی سے محبت رکھتے ہیں۔

اور جو حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے بارے میں بدعقیدہ ہوتے ہیں اور ان کو گمراہ اور مشرک بتاتے ہیں اور جو سید اسماعیل شہید کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہیں یہ وہ اہل دیشان لوگ ہیں جو فریب خوردہ نہیں ہیں۔ (۱)

(۱) آجکل غیر مقلدین میں ابانیوں اور ابن بازوں کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سید اسماعیل شہید اور شاہ ولی اللہ کے تمام افراد خاندان کو گائیاں بکتا ہے اور ان کو گمراہ قرار دیتا ہے اور اپنے ان اکابر کو بھی برا بھلا کہتا ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان سے عقیدت رکھتے ہیں، عبد العظیم باشندہ مو اور رہنما اللہ باشندہ مبارکپور کا شمار انہیں غیر مقلدین میں ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بغض رکھتے ہیں اور اپنے ان اکابر کو جو اس خاندان سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں فریب خوردہ اہل دیشان ہند لکھتے ہیں۔ عبد العظیم باشندہ مو اپنے رسالہ زمہریں لکھتا ہے:

”اکثر ہم نے دیکھا سنا اور پڑھا ہے کہ بہت سے فریب خوردہ اہل دیشان ہند

.... اس خاندان ولی اللہ کی تقدیس کی مدتک تعظیم کرتے ہیں، م

اسی صفحہ پر اس غیر مقلد نے شاہ صاحب کے خلاف اپنے بغض کا اظہار اس طرح کیا ہے :

”حد تو یہ ہے کہ یہ فریب خوردہ اہل دیشان ہند جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہلوانے میں

رہنما اللہ پی ایچ ڈی اور عبد العظیم باشندہ مٹو کا شمار اسی دوسری قسم میں ہے۔
 بیٹا۔ اباجی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان اور شاہ صاحب کے
 پوتے سدا سماعیل شہید دہلوی کے تو ہمارے سارے اکابر عقیدہ مند رہے ہیں، اور اپنا
 علمی سلسلہ اسی خاندان سے جوڑتے ہیں، میاں صاحب دہلوی، ذاب صاحب بھوپالی،
 حافظ صاحب غازی پوری، محدث مبارکپوری، مولانا محمد ابراہیم آردی، مولانا ابراہیم
 سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور تمام ہمارے اکابر شاہ ولی اللہ محدث سے عقیدت
 و محبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف منسوب ہونے کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں، کیا یہ تمام
 اکابر فریب خوردہ اہل بدعتیہ ہندو کی قسم میں داخل ہیں۔

باپ۔ بیٹا اباجی ہاں بیٹا، رہنما اللہ پی ایچ ڈی اور عبد العظیم باشندہ مٹو کی تحقیق یہی ہے، اور
 آج کل کے سارے ابن بازیوں اور ابانیوں کا یہی فکر بنا ہوا ہے۔
 بیٹا۔ اباجی ہمارے یہاں ان پانچوں کا وجود کیسے گوارہ کیا جا رہا ہے، جو ہمارے تمام

فخر محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں،
 اور اپنے زعم فاسد کی بنا پر انہیں تنقید سے بالاتر گردانتے ہیں اور تقدیس کی حد تک ان کی تعظیم
 کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی شاہ صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے ورنہ ان کی عقل
 ان کی فریب خوردگی کو یاد کر ہی لیتی اور ان کے سامنے شاہ صاحب کی مقلدیت اور ان کا پند
 و مسلک اور تقویٰ و سلوک میں ان کی کارستانیاں واضح ہو جاتیں۔

اندازہ لگائیے جو اپنے اکابر کے بارے میں اتنا گستاخ ہو وہ دوسروں کے بارے
 میں کیا کچھ نہیں بک سکتا۔ اور یہ بھی اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدیت آدمی کو کہاں سے کہاں
 پہنچا دیتی ہے۔ اور سلفیت کے نام پر اکابر کی شان میں گستاخوں اور گستاخیت کا کیا سلسلہ
 شروع ہو گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اکابر کو فریب خوردہ بتاتے ہیں ؟

باپ - بے نہ نہیں بیٹا۔

اخلاف کی ضد میں محدثین کے اصول سے روگردانی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی ، بخاری مسلم میں جو حدیث ہو وہ سب سے اونچی ہوتی ہے ، پھر صرف بخاری والی حدیث کا درجہ ہے ، پھر وہ حدیث جو مسلم میں ہو وہ صحت کے اعتبار سے دوسری

کتابوں کی حدیثوں سے صحیح ہوتی ہے ، یہ کس کا اصول ہے اباجی ؟

باپ - بیٹا محدثین نے تمام کتابوں کی چھانٹ پھٹک کے بعد یہ اصول بنایا ہے ، اصول حدیث کی کتابوں میں ایسا ہی نکلا ہے ۔

بیٹا - تو کیا ہم اہل حدیث جماعت کے لوگ محدثین کے اس فیصلہ کو قبول کرتے ہیں یا ہمارے علماء اس میں اختلاف ہے ؟

باپ - بیٹا ، اصول حدیث کی ہم ہی اہل حدیث لوگ تو پابندی کرتے ہیں محدثین کے اس فیصلہ کو ہماری جماعت اہل حدیث کے تمام علماء نے قبول کیا ہے ۔

بیٹا - لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہو گا کہ ہم لوگ کسی خاص وجہ سے مثلاً اخلاف کی ضد میں محدثین کے اس فیصلہ کے خلاف بھی کرتے ہوں گے ؟

باپ - بیٹا ، کسی کی ضد میں اصول کو روند دینا یہ شیطانی حرکت ہے ، بھلا جماعت اہل حدیث والے شیطانی حرکت کیوں کریں گے ؟

بیٹا - اباجی ، ذرا غور فرمائیے گا ، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہماری جماعت کے لوگ اخلاف کی ضد میں شیطانی حرکت کرنا بھی گوارا کر لیتے ہیں ۔

مسئلہ یہ ہے کہ نمازیں تکبیر کہتے وقت ہاتھ شانوں کے برابر اٹھایا جائے گا یا کاؤں تک

شوافع اور ہم لوگ شانوں تک اٹھاتے ہیں اور اخاف کانوں تک، شوافع اور ہم لوگوں کی دلیل ابو حمید کی حدیث ہے، جس میں شانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، اور اخاف کی دلیل حضرت وائل کی ہے جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، حضرت ابو حمید والی حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ کی ہے، اور حضرت وائل والی حدیث جو حنفیہ کی دلیل ہے وہ مسلم شریف کی ہے تو اب محدثین اور اصول حدیث کے قاضی حنفیہ کی دلیل جو مسلم شریف کی ہے وہ ابن ماجہ اور ابو داؤد کی حدیث پر مقدم ہونا چاہئے مگر ہمارے علامہ مبارکپوری صاحب محض اخاف کی ضد میں فرماتے ہیں :

قلت لكن لا اختيار الشافعي حدث
ابن حميد وغيره وجهها وهو
انه اصح واثبت من حديث
وائل ولا وجه لاختيار الحنفية.
(ابكار المنن ص ۲۲۵)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے جو ابو حمید وغیرہ کی روایت اختیار کیا ہے اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ یہ وائل کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور ثبوت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور حنفیہ نے جو حدیث اختیار کی ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اباجی ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت کو ہمارے محدث صاحب نے مسلم شریف کی روایت سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، اور حنفیہ نے جو مسلم شریف کی روایت سے دلیل پکڑی ہے ان کو بلا وجہ قرار دیا ہے، کیا یہ ہمارے محدث صاحب کا انتہائی درجہ کا تعصب نہیں ہے، باپ۔ بیٹا۔ یہ تو مگر اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا، ان باتوں کو دبا لیا جاتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، یہ صرف تعصب ہی ہے محدث صاحب کا یا کوئی حرکت بھی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مکتوب لندن

مکتوب لندن

بخدمت مدیر محترم دواہی نازہم غازی پور
مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمرم بابت رجب و شعبان میں ایک مضمون غیر مقلد حضرات کے عمل نماز باجماعت میں قدم سے قدم ملانے پر چھپا ہے۔ مجھے بھی یہاں چند سال پہلے یکا یک اس عمل سے واسطہ پڑا۔ تو سلسلے کی جڑ تلاش کرنے کا تقاضہ پیدا ہوا۔ اس تلاش کے سلسلے میں جو کچھ پڑھا اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ صحابہ کرام کا جو عمل بخاری شریف یا ابوداؤد شریف وغیرہ میں روایت ہوا ہے وہ صرف ایک وقتی اور ہنگامی ہے کوئی مستقل عمل نہ تھا۔ مستقل عمل ہونے کا شبہ حضرت انسؓ کے الفاظ ”کان احدا نایلتاق منکبہ بمنکب صاحبہ و قد امہ بقدمہ“ سے ہوتا ہے۔ لیکن فتح اباری دیکھئے تو اسی کے ذیل میں حضرت انسؓ کی اسی روایت کے الفاظ ایک دوسرے طریق (عن معمر عن حمید) سے یوں بتائے گئے ہیں ”فلقد رأیت احدا نایلتاق الخ“ اور ان الفاظ سے حضرت انسؓ کے ارشاد کا وہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے جو حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں بالکل بے بنیاد ہے۔ اُس روایت کے الفاظ ابوداؤد شریف میں یہ ہیں فرأیت الرجل یلتاق منکبہ بمنکب صاحبہ و رکبت برکبہ صاحبہ و کعبہ بکعبہ۔ ان الفاظ کے مطابق یہ بلا کسی دوسرے احتمال کے حضرت نعمان بن بشیرؓ کا ایک وقتی مشاہدہ تھا نہ کہ کوئی دوامی اور استمراری رپس میں نے دیکھا کہ آدمی طار ہا ہے اپنا کندھا اپنے ساتھ والے کے کندھے سے، اپنا گھٹا اپنے ساتھ والے

کے گھٹنے سے اور اپنا ٹخنہ اپنے ساتھ والے کے سے)

علاوہ وہ نفس ان الفاظ کے، وہ شاہدہ جو ان الفاظ سے بیان کیا جا رہا ہے وہ خود گواہ ہے کہ یہ عمل ایک وقتی بلکہ لمحاتی عمل تھا، اس لئے کہ گھٹنے سے گھٹنا اٹھانے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہونے کا عمل ایک ایسا عمل ہے جس کو پوری ایک رکعت میں برقرار رکھنا بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ یہ کام مستقلاً اور علی الدوام جماعت کی ہر نمازیں کیا جاتا ہو۔ اور آدمی سمجھنا چاہے تو اس باریک تجزیے کی بھی ضرورت نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر کی اصل روایت حدیث جس کو ایک راوی نے ان کے اپنے مذکورہ بالا الفاظ، قوایٹ الرجل، کے ساتھ روایت کیا ہے اس اصل روایت کو سامنے رکھتے تو آپ سے آپ ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت نعمان اپنے جو شاہدہ بیان فرما رہے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شدید تحویفی الفاظ سے ایک ہنگامی قسم کی شدت کا نتیجہ تھا جو الفاظ آپ نے اپنے پیچھے کھڑے اصحاب کرام سے ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمائے تھے۔ اور وہ الفاظ یہ تھے۔

اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ
علی الناس بوجہہ فقال: اقيموا	لوگوں کی طرف کیا اور فرمایا: ”تم لوگ اپنی
صفوفکم، ثلثاً، واللہ لتقیمن	صفیں سیدھی کرو۔ (یہ باتیں بار فرمائی)
صفوفکم او یخالفن اللہ بین	قسم خدا کی یا تو تم اپنی صفیں سیدھی رکھو یا پھر
قلوبکم۔	اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈالے گا۔

اس کے بعد راوی نے حضرت نعمان کے اپنے وہ الفاظ نقل کئے ہیں قال قوایٹ الرجل الخ یعنی حضرت نعمان فرماتے ہیں: ”اور اس پر میں نے دیکھا کہ ہم میں کاہر (آدمی اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا رہا ہے، بالکل سیدھی بات ہے کہ اس طرح ان اصحاب کرام میں سے ہر آدمی حضور کے الفاظ سے ہم کر وہ طریقہ استعمال کر رہا تھا جس سے سو فی صدی یقین حاصل کیا جاسکے کہ صف بالکل سیدھی ہے سو فرق نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا یقین حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ

نہیں ہو سکتا تھا کہ کندھے سے لے کر ٹخنے تک کا ہر جوڑ ملا کر دیکھ لیا جائے کہ صف میں ذرا بھی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور ایسا عمل جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا صرف لمبائی طور پر ہی ممکن ہے نیز اس سے یہ بھی بدیہی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ عمل نماز شروع ہونے سے پہلے کیا جا رہا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ حضرت نمان کو یہ دیکھنے کا موقع مل سکا کہ پوری صف یہ کام کر رہی ہے (رساۃ السجیل یلناق)

جن لوگوں کو روایت کے ان پہلوؤں کی طرف توجہ نہیں ہو سکی تعجب ہے کہ انہیں آخر مسئلے کے اس دوسرے پہلو کی طرف توجہ کیوں نہیں ہوئی کہ حضرت نمان سے اسی معاملے کی ایک دوسری طریق سے جو روایت ابو داؤد شریف ہی میں متعللاً آگے موجود ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید خفگی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصفین سیدھی کرنے کے بارے میں اتنی کافی قوی اور عملی تربیت اصحاب کرام کو دے چکے تھے کہ آپ کو اطمینان ہو گیا کہ سب لوگ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ اس کے باوجود جب ایک دن آپ نے نماز شروع کرنے سے پہلے پیچھے گھوم کر صف کی طرف دیکھا تو ایک شخص کو ذرا صف سے نکلا ہوا پایا۔ یہ چیز باعث ہوئی آپ کی اس خفگی کا جس کو حضرت نمان بن بشر نقل فرما رہے ہیں، پس اس دوسری روایت کی بنا پر دیکھنے کی بات یہ تھی کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ روایتیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو ان میں تسویہ صف کے بارے میں حضور کی کیا تعلیم و تربیت ملتی ہے؟

راقم نے اس سلسلے میں ابن اثیر کی جامع الاموال دیکھی تو تیرہ روایتیں ملیں۔ ان میں قوی اور عملی دونوں طرح کی تعلیم و تربیت ملتی ہے۔ مگر کہیں ایک میں بھی پاؤں کا اس سلسلے میں اشارہ کئی بھی ذکر نہیں ملتا۔ چہ جائیکہ یہ گھٹنے اور ٹخنے ملانے کا قصہ۔ پس غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس دن کی حضور کی خفگی کے بعد سے صحابہ کرام نے مصفین سیدھی کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا جو حضرت نمان بن بشر کی روایت میں آیا ہے، یا کم از کم وہ جو حضرت انس کی روایت بتاتی ہے یعنی کندھوں کے علاوہ (جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیتی

و تعلیمی روایتوں میں بھی بار بار ذکر آتا ہے) پاؤں سے پاؤں ملانا بھی لازم کر لیا، تو کیا اس کا مطلب یہ نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں معاذ اللہ نقص رہ گیا تھا جسے صحابہ کرام کو اپنی سمجھ سے دور کرنا پڑا؟ یہ اگر نہیں تو پھر اس کا اہد کیا مطلب لیا جاسکے گا؟ البتہ روایت میں مذکور عمل کو اگر ایک خارج مملوۃ وقتی اور ہنگامی عمل سمجھا جائے جو حضور کی تحریف سے شدت تاثر کا نتیجہ تھا تو پھر کوئی اشکال کی بات نہیں۔

غور کرنے والے حضرات کے لئے ایک بات اور بھی عرض کرتا ہوں۔ حافظ بن حجر کی بلوغ المرام جو احادیث احکام ہی کا ضروری مجموعہ ہے اس میں آپ کو تصویہ مہفوف کے باب میں پاؤں والی روایت کہیں نہیں ملے گی۔ اور یہی حال مشکوٰۃ المصابیح کا ہے۔ کیا یہ اس بات کی مزید ایک واضح دلیل نہیں ہے کہ اس کو ان محدثین کرام نے صحابہ کرام کا دائمی عمل نہیں سمجھا۔

یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ نماز کی روح خشوع ہے، اور صف میں پاؤں ملانے کے عمل سے جو ہیئت بنتی ہے وہ خشوع کی ضد ہے کسی بھی قابل لحاظ آدمی کے سامنے انسان اس طرح پاؤں پھیلا کر کھڑا ہوگا تو بے ادب اور بے لحاظ کہلائے گا، کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام نے یہ دیرہ اختیار کیا ہو؟ نیز حدیث میں جانوروں کی سی کوئی ہیئت حالت نماز میں اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے اور پاؤں پھیلا کر کھڑے ہونے میں جو ہیئت بنتی ہے وہ ایک ایسے جانور کے ایسے فعل کے وقت کی ہیئت سے مشابہ ہو جاتی ہے کہ اس حالت کا نام تو کیا اس جانور کا نام بھی لیا جائے تو لوگوں کو ناگواری ہوگی اس لئے بس اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ والسلام

عقیق الرحمن سنہ ۱۴۱۱ھ

جب اللہ لے جائے

ڈاکٹر راشد الوحیدی صاحب خاندان شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گویا آب دار ہیں۔ مزاج میں حد درجہ سادگی و دافستگی ہے۔ جامعہ ملیہ دہلی میں صدر شعبہ دینیات رہے ہیں، اور اب گھر پر لکھنے پڑھنے، شعر و شاعری اور بالخصوص قرآن پاک کی تلاوت میں وقت گزارتے ہیں۔ حجاز مقدس جانے کا شوق بے چین کئے ہوئے تھا، اور اسی حال میں بیچ ذیل اشعار ان کے قلم سے نکلے ہیں، خدا نے انکی تربت اور غیرت و خودداری کا دامن کی جھلک ان اشعار میں قارئین دیکھ سکتے ہیں) لاج رکھ لی، اور ڈاکٹر صاحب غیبی استقامات کے تحت، ۲۷ ستمبر کو حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کا یہ سفر مبارک کرے۔

آگیا موسم حج تو اب قافلے سوارِ ارضِ حرم روز و شب جائیں گے

ماضی کی سعادت جنہیں مل گئی خوش نصیبی مبارک وہ سب جائیں گے

میرے ہمدرد و احباب آتے رہے باتوں باتوں میں مجھ کو رلاتے رہے

کیا ارادہ ہے! کیا طے کیا آپ نے، یعنی حج کے لئے آپ کب جائیں گے

روحِ بیتاب یونہی پگھلتی رہی، آتشِ شوقِ دل میں پھلتی رہی

ہم بھی طے کر کے چپ چاپ بیٹھے رہے جب خدا ہی بلائیں گاتے جائیں گے

اپنی ہمت نہ تھی اتنی وسعت نہ تھی مجھ پہ آخر خدا کا کرم ہو گیا
غیب سے ہو گیا ہم پہ ففضل و کرم ہو گئے سارے اسباب اب جائینگے

نطق عاجز ہے، در ماندہ لفظ و بیاں، منہ سے کچھ عرض کرنیکی جرأت کہاں
گنبدِ سبز پر ماضی ہوگی جب، منفعل، چشمِ نم، با ادب جائیں گے
ہے وطن کا بھی حق ہم پہ اہل وطن بھول جائیں تمہیں کیسے ممکن ہے یہ
امن کی لے کے سوغات لوٹیں گے ہم روغنہ پاک پر چاہے جب جائیں گے
میرے حالات مانا کہ تھے پُر خطر زندگی ہو گئی معصیت کی نذر
پھر بھی لا تقنطوا ہے رفیقِ سفر ہم تو لے کر یہ فرمانِ رب جائیں گے
دل چلنے لگا، لومزا آگیا اک سیہ رُود بھی اب سُرخ رو ہو گیا
ہم رشید الوحیدی بہ ففضل خدا جلد ہی اب سعودی عرب جائیں گے

۷ جولائی دوہزار

یاستانی حضرات اس پتہ پر رابطہ قائم کریں

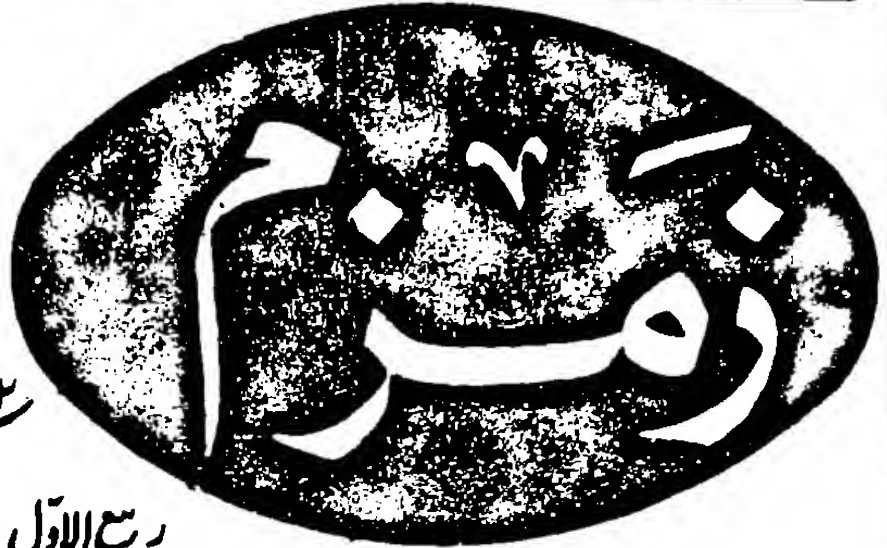
مولانا ابو محمد ایاز ملکانی
جامعہ سرین العلوم عید گاہ لودھراں

زدر تعاون
ایک سو روپے

مکتبہ اشرفیہ نازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی بینی دہائی مجلہ

جلد
۴

شمارہ
۲



۱۳۲۲ھ

ربیع الاول ، ذیقع الثانی

سالانہ چندہ ————— / ۶۰ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی تھروپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر مالک دہش ڈالر امریکی

مُذِیْر مَسْئُول و مُدِیْر التَّحْرِیْرِ

مُحَمَّد ابوبکر غازی

نئی دہلی



مکتبہ اشرفیہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یو پی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳۳، ۲۲۱۷۵۷۷ - ۵۳۸

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۷	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۱	محمد ابو بکر غازی پوری	ہدایہ کے مسائل اودان کا جواب (خاندان کے جواب)
۲۸	محمد ابو بکر غازی پوری	صلوۃ الرسول کے بارے
۴۲	ظہ شیرازی	خمار سلفیت
۵۸	محمد ابو بکر غازی پوری	ہنگلہ دیش کا ایک سفر

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

(دور رس)ان کے یہاں فتنہ انگیزی کا نام دین کی خدمت
اور دعوت و تبلیغ ہے

یہجاپور کرنا ملک میں ہمارے ایک کرم فرما ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ کے مرید اور دینی ذوق کے آدمی ہیں، ان کے پاس ریاض سعودی عرب سے کسی صاحب نے ایک کتابچہ کا فوٹو اسٹیٹ بھیجا ہے، اور ان کو لکھا ہے کہ ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں غیر مقلدین اس قسم کے کتابچے اور اشتہارات پھیلا کر عوام میں اشتعال پیدا کر رہے ہیں اور ہندوستان و پاکستان کے کم پڑھے لکھے، اور دینی علم نہ رکھنے والے لوگوں میں فتنہ حنفی کے خلاف تخم ریزی کر رہے ہیں، پھر اور بہت سی باتوں کو لکھنے کے بعد انھوں نے ان سے گزارش کی ہے کہ اس کتابچہ کو مدیر زہزم کے پاس بھیج دیا جائے اور اس میں جن مسائل سے تعرض کیا گیا ہے اس کا جواب زہزم میں شائع کر دیا جائے۔

میں ناظرین کی عبرت کے لئے ان مسائل کو نقل کرتا ہوں تاکہ وہ اندازہ لگائیں کہ غیر مقلدین اور سلفی نام کے اس گروہ نے دنیا کے مختلف ممالک میں اور خصوصاً سعودیہ میں دین کی دعوت و تبلیغ اور کتاب و سنت کے نام پر شر و فساد اور فتنہ انگیزی کا کیسا طوفان برپا کر رکھا ہے، اور پھر ان لوگوں کو دعوت فکر و نظر دوں جو رواداری اور صلح جوئی کا اپنے دل میں بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں کہ کیا ان حالات

میں اور غیر مقلدین کی اس طرح کی فتنہ انگیزیوں کے مقابلہ میں کسی طرح کی صلح جوئی، اور رد واداری اور ان کی حرکتوں سے جہنم پوشی سے کوئی کام بن سکتا ہے اور غیر مقلدیت و سلفیت کے نام پر فتنہ کی جو ایک وبائی شکل پیدا ہو گئی ہے کیا اس کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔

اربابِ بعیرت اور دین کی فکر رکھنے والے اپنی نگاہ کھولیں اور ان مسائل میں غور فرمائیں جو اس کتابچہ میں ذکر کئے گئے ہیں، جن عبارتوں کے ساتھ اس کتابچہ میں ان مسائل کو ذکر کیا گیا ہے، میں بعینہ انہیں عبارتوں کے ساتھ ان کو نقل کرتا ہوں۔

(۱) کالمستقنی بالکف علی ما قالوا (ہدایہ جلد اول، باب ما یوجب التقصار) یعنی مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا، حنفی فقہار نے یہی کہا ہے (گوروزے کی حالت میں یہ کام کیا ہو)

(۲) عن ابی حنیفۃ انما لا یجب الکفارة بالجماع فی موضع المکروہ (ہدایہ جلد اول ۲۰۱ باب ما یوجب الخ) یعنی پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا امام ابو حنیفہ کا یہی فتویٰ ہے۔

(۳) من جامع میثۃ او بھیمۃ فلا کفارة انزل او لم یترزل (ہدایہ جلد اول ۲۰۱ باب ما یوجب التقصار) مردہ عورت یا چوپائے سے بد فعلی کرنے سے روزہ کا کفارہ نہیں آتا انزال نہ ہوا تو بھی اور انزال ہو گیا ہو جب بھی۔

(۴) من جامع فیما دون الفرج فانزل . . . لا کفارة علیہ (ہدایہ جلد اول ص ۲۰۲ باب ما یوجب التقصار) یعنی شرم گاہ کے سوا کسی اور جگہ جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو بھی روزہ کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

(۵) من تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحها فوطیها لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ (ہدایہ ۲۰۱ باب الوطی) یعنی جو شخص ان عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرنے جن سے نکاح حرام ہے (جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ اس پر حد واجب نہیں، امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔

(۷) من اتی امرأة فی موضع المکرودہ اذ عمل مثل قوم لوط فلاحد

علیہ عندابی حنیفۃ (ہدایہ جلد ۲، ۲۹۵) یعنی جو شخص کسی عورت کی یا مرد کی

پافانہ کی جگہ میں وطی کرے تو اس پر حد نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کا یہی فرمان ہے۔

(۸) من وطی بھیمۃ فلاحد علیہ (ہدایہ جلد ۲، ۲۹۵) یعنی جو شخص جو پایہ

سے بدفعی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

(۹) واذا نانی الصبی اوالمجنون بامرأة طادعتہ فلاحد علیہ

ولا علیہا (ہدایہ ۲ ص ۲۹۷) یعنی اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رہنمائی سے کسی

بے وقوف یا بچے کے ساتھ زنا کر لے تو اس عورت پر کوئی حد نہیں نہ اس بے وقوف اور بچے

پر کوئی حد ہے۔

(اسی کا ایک سدا اور مذکور ہے مگر مجھے وہ ہدایہ میں ملا نہیں)

یہ ہیں وہ سنجیدہ مسائل جن کو اشتہار اور کتابچہ کی شکل میں ریاض اور سعودی عرب کے

دوسرے شہروں میں پھیلا کر عوام کو کتاب و سنت کی راہ حق دکھلانے کا فریضہ غیر مقلدین اور سلفی

حضرات انجام دے رہے ہیں۔

ارباب بصیرت اور دین کا درد رکھنے والے علماء کرام غور فرمائیں کہ ان فتنہ انگیزوں کا

تدارک کیا ہو، کیا خاموشی اختیار کر لی جائے اور عوام کو اس کی کھلی چھٹی ہو کہ فقہائے کرام اور ائمہ

کتاب و سنت کے بارے میں اپنے دلوں میں وہ بدگمانی پیدا کر لیں اور ان کی شان میں غیر مقلدوں کی

طرح بدزبانی کرنے لگیں، یا ان کو غیر مقلدین کی ان شیطانی حرکتوں سے آگاہ کرنے اور ان کے

دین و ایمان اور عقیدہ و مذہب کی حفاظت و صیانت کیلئے ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔

اگر غیر مقلدین کو فقہائے کرام اور فقہ سے بغض و عناد اور دشمنی کی انتہا نہ ہوتی اور

ان کا مقصد محض فتنہ انگیزی نہ ہوتا تو وہ ان تمام مسائل کو اور ان جیسے اور دوسرے

مسائل کو اپنی کتابوں سے بھی نقل کر سکتے تھے، کیا یہ تمام مسائل بلکہ ان سے بھی زیادہ بظاہر گہرائی

شکل والے مسائل غیر مقلدین علماء کی ان کتابوں میں نہیں ہیں جن کو فقہ اہل حدیث کے نام پر وجود

بنتا گیا ہے ؟

یہ صحیح ہے کہ غیر مقلدین کی یہ فتنہ انگیزی اور فتنہ اور فتنہ اور فتنہ اور اسلاف سے دشمنی اور مسائل شرعیہ کا استہزاء اور مذاق اڑانا خود ان کی عاقبت کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اور اس سے ان کی دینی زندگی برباد بھی ہو رہی ہے۔ مگر بہر حال جب یہ فتنہ ہے تو اس سے چشم پوشی ایک سنگین دینی جرم ہے، اور عوام کو سنبھالنا وقت کا اہم فریضہ بن جاتا ہے، ورنہ ان عوام کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری و سئولیت سے ہم خدا کے یہاں چھٹکارا نہیں پاسکیں گے، آخر کوئی وجہ تو ہے کہ قرآن میں الفتنۃ اشد من القتل کہا گیا ہے، خدا کی مخلوق کو راہ حق پر لگائے رکھنا اور ان کو فتنوں سے بچانا اور دشمنان دین و مذہب کے زخموں سے ان کو نکالنا یہ ہر زمانہ میں علماء اور اصحاب دعوت و عزیمت کی ذمہ داری رہی ہے، اور یہ ذمہ داری ان پر اسی طرح آج بھی عائد ہوتی ہے جس طرح یہ ذمہ داری ان پر کل تھی۔

نوٹ :- اسی شمارہ میں ان اعتراضات کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان میں زمزم کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں

ہولانا ابو محمد ایاز ملکانی صاحب

جامعہ سراج العلوم عید گاہ لودھراں

زراعت :- پاکستانی ۱۰۰ روپے

نبوی ہدایات

(۱) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو شخص اس کو حالت نماز میں اور اللہ سے دعا کرتا ہو پائے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائیں گے۔

اس حدیث پاک میں اس کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے روز ایک بہت مبارک ساعت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے، نماز پڑھتے ہوئے اور اللہ سے مانگتے ہوئے اگر کسی کو یہ ساعت میسر آگئی تو پروردگار عالم اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔

یہ گھڑی کون سی ہے، اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عصر کے بعد کا وقت ہے۔ مگر عصر کے بعد نماز پڑھنی مکروہ ہے اسی وجہ سے حدیث میں نماز پڑھنے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آدمی نماز کی انتظاریں ہو، یعنی عصر بعد مغرب کی نماز کا منتظر ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز پڑھنے والے ہی کے حکم میں ہے۔

بعض لوگوں نے یہ گھڑی اس وقت بتلائی ہے جب امام خطبہ کے لئے بیٹھتا ہے تا آنکہ وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو، یعنی خطبہ کے وقت سے لے کر نماز جمعہ کے ختم تک یہ مبارک وقت رہتا ہے۔

اُس نے جمع کے دن کو بہت سی فضیلتوں سے نوازا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اُس دن والے جمع کے دن کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

لوگوں نے لکھا ہے کہ جمع کی رات اور جمع کے روز کثرت سے قرآن کی تلاوت درود شریف اور ذکر و اذکار میں لگے رہنا چاہئے۔ اس روز بطور خاص سورہ کہف کی تلاوت کا معمول بھی بنانا چاہئے، جمع کے روز سورہ کہف کی تلاوت سے بہت سی برکتوں اور دینی فوائد کے حاصل ہونے کے علاوہ بطور خاص دجال کے فتنے سے آدمی محفوظ رہے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص جمع کی نماز کے بعد سورہ اخلاص، سورہ قلق اور سورہ اعوذ برب الناس سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ دوسرے جمعے تک ہر طرح کی تکلیف سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

(۲) بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مردوں کو برا بھلا مت کہو وہ اپنے اعمال کے ساتھ گزر چکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کا انتقال ہو چکا ہے ایسے مسلمانوں کو بُرے الفاظ سے یاد کرنا حرام اور ناجائز ہے، البتہ اگر کوئی فاسق و فاجر ہو تو اس کے فسق و فجور کا ذکر کرنا اس وقت جائز ہوگا جب اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، بلا وجہ فاسقوں اور فاجروں کی بھی برائی کرنا ناجائز نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان میں دو بات پائی جاتی ہے حالانکہ وہ دونوں کفر کا عمل ہے، ایک تو یہ ہے کہ لوگ دوسروں کی نسب میں طعنہ زنی کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ مردوں کا فحش کرتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں دو چیزوں کو کفر کا عمل بتلایا گیا ہے۔

(۱) پہلی چیز کسی کے نسب کو کمتر و حقیر سمجھ کر اس آدمی کو کمتر و حقیر سمجھنا یہ نہایت ذلیل اور کینہ ہوکت ہے اور یہ ایسا برا عمل ہے کہ اس کو حدیث میں کفر کا عمل قرار دیا گیا ہے نسب کی وجہ سے کوئی معزز یا ذلیل نہیں ہوتا۔ اللہ کے یہاں کرامت و عزت کا معیار تقویٰ و پاکبازی

اور دینی زندگی ہے۔ اگر انسان کی زندگی تقویٰ اور دینی عمل و اخلاق سے خالی رہے تو پھر ان کا اپنا سے اونچا نسب بھی اس کے لئے نامدہ مند نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے کسی کو نسب و حسب کی وجہ سے ذلیل و خسر نہیں سمجھنا چاہئے، یہ بالکل حرام ہے۔

(۶) میت پر بلا آواز اتنے رونے کی تو گنجائش ہے جس طبعی زنج و غم کا اظہار ہو، مگر چیخ و جیج کر کے رونا، سینہ اور منہ پر تھپڑ مارنا، کپڑا پھاڑنا اور اس طرح کا دوسرا عمل ناجائز اور حرام ہے۔

(۳) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ کر لوگوں کو دم کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اِسْتَفِ اَنْتَ الشَّافِیَ لَا شَافِیَ
اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا یَغَادِرُ سَقَمًا۔

دعا و تعویذ و جھاڑ پھونک تمام ایسی دعاؤں سے جائز ہے جو آنحضور اور اسلاف سے منقول ہوں، انہیں کلمات میں برکت اور تاثیر ہے۔ مسلمانوں کو ان تمام دعا و تعویذ اور جھاڑ پھونک سے بچنا چاہئے جن میں کفر و شرک اور خلاف شریعت کلمات کا استعمال کیا جاتا ہو، دعا و تعویذ کا استعمال اسی وقت تک جائز ہے جب آدمی کا عقیدہ نہ بگڑے، اگر عقیدہ بگڑنے کا اندیشہ ہو تو تعویذ گنڈہ کرنا ناجائز نہ ہوگا، کتاب و سنت سے جن دعا و تعویذ کے کلمات کا ثبوت ہے، ان سے جھاڑ پھونک بھی اسی وقت جائز ہوگی جب فساد عقیدہ کا خوف نہ ہو۔ اور نفع و نقصان پہنچانے کا مالک حقیقی آدمی صرف اللہ کو سمجھے، اگر عقیدہ کے فساد کا اندیشہ ہے مثلاً جو دعا و تعویذ کر رہا ہے اسی کو آدمی یہ سمجھ لے کہ انہی کے ہاتھ میں اور انہی کے جھاڑ پھونک میں شفا ہے، تو پھر قرآن و حدیث میں منقولہ کلمات سے بھی دعا و تعویذ کرنا کرنا ناجائز نہ ہوگا۔

(۴) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔

لا الہ الا اللہ العظیم المحلیم - لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم
 لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارض رب العرش الکریمر۔
 رنج و غم اور پریشانی میں یہ کلمات بہت مؤثر ہیں ، بار بار کا یہ تجربہ ہے کہ ان
 کلمات کی برکت سے اللہ نے خود اس بندہ عاجز کے رنج و غم کی بہت سی گھڑیوں میں مدد فرمائی
 اور اللہ نے رنج و غم کی مصیبت سے نجات دی ۔ میں نے اپنے بہت سے عزیزوں اور
 دوستوں کو بھی یہ دعا بتلائی اور اللہ نے اس سے ان کو فائدہ پہنچایا ۔

قضاے حاجت کے مقام پر جانے کی دُعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ، قضاے حاجت کے مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین وغیرہ رہتے
 ہیں ۔ پس تم میں سے کوئی جب بیت الخلا رجائے تو چاہئے کہ پہلے یہ دعا کرے ۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

(البوداؤد ، ابن ماجہ - معارف الحدیث)

خط اور اس کا جواب

ہدایہ کے مسائل اور ان کا جواب

محترم مولانا محمد ابو بکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ وندین ومنتظی

گذریش خدمت میں یہ ہے کہ ریاض سعودی عرب سے ایک پمفلٹ مولانا انظر صاحب قاسمی بنگلور کے نام آیا ہے۔ اس پمفلٹ کو اور اس جیسے دوسرے پمفلٹ کو غیر مقلدین ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں شائع کر کے عوام میں فتنہ پھیلاتے ہیں اور فقہ حنفی کے خلاف جذبات بھڑکاتے ہیں، مولانا انظر صاحب نے گذریش کی ہے کہ میں اس پمفلٹ کو آپ کے پاس بھیج دوں آپ ان مسائل کے بارے میں روشنی ڈالیں تاکہ آپ کا جواب ریاض بھیج دیا جائے نیز زمر میں بھی شائع کر دیں تاکہ عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

والسلام

سید محمود قادری بیجاپور

نہ عنہم !

(۱) زمر رسالہ میں اس کا اعلان کیا جا چکا ہے کہ بلا نام یا فرضی نام سے کسی شائع کردہ تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ آپ نے جو پمفلٹ بھیجا ہے اس کا حال بھی یہی ہے کہ تحریر شائع کرنے والے کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اپنا نام اور پورا پتہ ذکر کرتا۔ ایسی بے وزن اور غیر سنجیدہ تحریر کا کیا جواب دیا جائے۔

(۲) اعتراض اگر برائے اعتراض ہو تو اس کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا، آپ جواب دیتے رہیں گے اور معترضین اعتراضات کرتے رہیں گے، پھر جواب دینے کا فائدہ کیا۔

(۳) سوال اگر سنجیدہ ہو اور سوال کرنے کا مقصد بھی مسئلہ کو سمجھنا ہو تو اس کا جواب دیا جاسکتا ہے لیکن اگر سوالات سے مقصد محض فتنہ انگیزی ہو اور اس کا محرک خباثت نفس ہو تو اس کا جواب دینا محض وقت کا برباد کرنا ہے۔

(۴) مسائل کے ساتھ اگر دلائل بھی نہ کور ہوں تو مسائل پر اعتراض کرنا بجاالت ہے، اہل علم دلائل کو دیکھتے ہیں، اگر کسی کو اعتراض ہی کہ تلہ ہے تو وہ دلائل پر اعتراض کرے اور ان کی کمزوری کو واضح کرے، آج کل غیر مقلدین کا حال یہی ہے کہ چونکہ ان کا مقصد محض فتنہ انگیزی و شر انگیزی ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ مسائل کے دلائل پر اعتراض نہیں کرتے صرف مسائل ذکر کر دیتے ہیں تاکہ عوام ان مسائل کی ظاہری شکل سے پریشان ہوں، آپ کے پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ عوام کو درغلانے اور فتنے سے نفرت دلانے کیلئے ہدایہ سے چند مسائل ذکر کر دیئے، اور ان کی شکل گھناؤنی بنا کر دکھلائی۔ ان مسائل کے دلائل پر اعتراض کرنے کی معترضین کو ہمت نہ ہو سکی۔

(۵) اگر مسائل کے ساتھ دلائل بھی نہ کور ہوں تو صرف مسائل کو ذکر کرنا اور ان کے دلائل کو ذکر نہ کرنا خباثت نفس ہے، اور صریح خیانت ہے۔ موجودہ وقت کے غیر مقلدین افسوس اسی قسم کی خیانتوں کا ارتکاب کر کے اپنی خباثت نفس کو ظاہر کرتے ہیں، اس پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ صرف ہدایہ سے مسئلے ذکر کر دیا ماحیب ہدایہ نے جو عقلی و نقلی دلائل ذکر کئے ہیں ان کا کسی مسئلہ کے ضمن میں اشارہ تک نہیں ہے۔

(۶) اگر کسی کا مقصد محض فتنہ انگیزی نہ ہو اور وہ دین و دیانت سے بالکل محروم نہ ہو تو وہ کتاب کا پورا مسئلہ ذکر کرے گا، مسئلہ میں کانٹ چھانٹ نہیں کرے گا، آپ کے پمفلٹ والے کا حال یہ ہے کہ ہدایہ سے مسائل تو ذکر کرتا ہے مگر دیانت سے کام نہیں لیتا، خیانت کرتا ہے، اور پورا مسئلہ نقل نہیں کرتا، خیانت کے اس ارتکاب کی وجہ سے مسئلہ کی صحیح شکل سامنے نہیں آتی۔

(۷) ان مسائل پر اعتراض کرنا جو خود غیر مقلدوں کی کتابوں میں نہ کور ہیں مددِ جہ کی حالت ہے۔

پہلے غیر متعلقہ دلائل کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے، اور اپنی ان کتابوں کو ان مسائل سے پاک و صاف کر لینا چاہئے جو فقہ اہل حدیث میں تالیف کی گئی ہیں۔

غیر متعلقہ دلائل کی جہالت و سفارست کا جو خیال ہے کہ جو مسئلے خود ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کو وہ فقہ اہل حدیث کہتے ہیں وہی مسائل اگر فقہائے احناف کی کتابوں میں بھی مذکور ہوں تو ان پر بھی وہ اعتراض کرتے ہیں، احناف دشمنی میں ان کو اس کا بھی خیال نہیں رہتا کہ اس طرح وہ خود اپنے فقہ اہل حدیث کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی کتابوں سے جاہل ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

(۸) مسائل شرعیہ کا مذاق اڑانا اتنا بڑا دینی جرم ہے کہ اس سے ایمان جانے کا خطرہ ہے، غیر مقلدین چونکہ ایمان سے محروم ہیں اور ان کی مسلمانی محض نام کی ہے اس وجہ سے وہ دینی و شرعی مسائل کا مذاق اڑاتے ہیں اور وہ اس بارے میں بہت بے باک ہو چکے ہیں۔

قرآن میں ہے نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم، اگر کوئی بد بخت اس آیت کا مذاق بنائے تو اس کا ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔

حدیث میں ہے، آنکھوں و حالت صوم میں ازدواج کا بوسہ لیتے تھے، اگر کوئی اس کا مذاق بنائے اور آنکھوں کے اس فعل پر اعتراض کرے تو اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بیوی اگر حالت حیض میں ہو تو مباشرت فاحشہ کے علاوہ اس کے بدن کے ہر حصہ سے سملز حاصل کیا جاسکتا ہے اس کا بیان احادیث میں ہے، اگر کوئی بد بخت عورت کے بدن کے ایک ایک حصہ کا نام لے کر نبوی تعلیمات و ہدایات کو مذاق بنائے تو اس کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہئے۔

غرض ایسے مسائل جن کا ذکر کتاب و سنت میں ہے اور انھیں کی گدشی میں ان جیسے دوسرے مسائل کو بھی فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کر کے ان کا حکم کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا ہے ان کا مذاق دہشی شخص اڑائے گا جو ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ غیر متعلقین کا مسائل فقہیہ و شرعیہ کے ساتھ تمسخر و مذاق اڑانے کا موجودہ انداز بتلارہا ہے کہ وہ ایمان کی دولت سے

محرور ہو چکے ہیں۔

(۹) فقہ میں ان تمام مسائل سے گفتگو کی جاتی ہے جو انسان کی زندگی میں پیش آتے۔
ہیں، اور ان کا شرعی حکم بتلایا جاتا ہے، ان میں ایسے مسائل بھی ہوتے ہیں جن کا عام حالات
میں زبان پر لانا اچھا نہیں سمجھا جاتا مگر شرعی ضرورت کے تحت ان مسائل کا بھی ذکر فقہ کی کتابوں میں
ہوتا ہے۔ اور فقہ اسلامی کی یہ مین خوبی ہے کہ وہ زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کو محیط ہوتا ہے
اب جن کا نفس خبیث ہوتا ہے اور جن کی سرشت زبوں ہوتی ہے وہ اپنی خبیث نفس کا اظہار
کرنے کے لئے فقہ کی کتابوں سے ان مسائل کو چن چن کر جمع کر کے شائع کرتے ہیں جن کا ذکر کونا عام
حالات میں مناسب نہیں ہوتا ہے اور جاہل لوگ اس طرح مسلمانوں میں فقہ کی دشمنی میں خود اسلام
دشمنی اور شریعت دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، یہ کہنا تو درست ہے کہ اکثر ہر چیز کا خالق ہے مگر یہ
کہنا کہ کیا وہ بندہ کا بھی خالق ہے، سور کا بھی خالق ہے مکھی چمچ کا بھی خالق ہے اور اس کو مذاق
بنانا قطعاً حرام ہے، ضرورتاً تو اس کا اظہار کیا جاسکتا ہے مگر مذاق کے طور پر اس طرح کی باتیں
کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

(۱۰) یہ مفلٹ میں جن مسائل کو بہت مکروہ سمجھ کر ہدایہ سے نقل کیا گیا ہے وہ اور اس
طرح کے مسائل زمانہ نبوت و زمانہ خیر القرون میں واقع اور پیش آچکے ہیں اور ان کا ذکر
خود حدیث کی کتابوں میں ہے، صحابہ کرام میں سے بعض حضرات سے زنا کا صدور ہوا، آنحضرت
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا فیصلہ فرمایا، بعض عورتوں سے بھی زنا کا صدور ہوا، ان
کا بھی فیصلہ حضور نے فرمایا۔ آنحضرت کے زمانہ میں بعض ہیرے تھے ان کا ذکر اور ان کا حکم بھی
احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ آنحضرت کے زمانہ میں ایسا بھی واقعہ پیش آیا کہ چوپایہ
کے ساتھ کسی آدمی نے اپنی خواہش پوری کی آپ نے ایسے شخص کا حکم بیان فرمایا۔ آنحضرت
کو اس کی اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اپنی بیویوں سے پافانہ کے راستہ میں خواہش پوری کرتے ہیں
تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو یہ کام کرے غرض اس کا بھی آپ نے حکم بیان فرمایا ہے
خود حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ آپ نے حالت حیض بیویوں سے مقام خاص کے علاوہ جگہوں پر

مباشرت کرنے کی اجازت دی ہے، حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ میں ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ لوگ وہ فعل کرتے ہیں جو عورتوں کے ساتھ لوگ کیا کرتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے باقاعدہ صحابہ کرام کی جماعت کو بلایا اور مشورہ کیا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس کو جلا کر مار ڈالا جائے۔

غرض اس طرح کے مسائل انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں، یہ نئے مسائل نہیں ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر بطور تفریح کر دیا گیا ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے ان جیسے مسائل سے اس کو سابقہ پیش آتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں ان تمام مسائل کے کتاب و سنت ہی کی روشنی میں شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی ان کا استہزاء کرتا ہے تو وہ فی الاصل شریعت اسلامیہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور فقہ اسلامی کی جامعیت پر طعنہ زن ہے۔ یہ علم کی بات نہیں ہے بے علمی اور جہالت کی بات ہے۔

آپ نے جو بمفلٹ بھیجا ہے میں اس کا ہرگز جواب نہیں دیتا، اس وجہ سے کہ وہ بلانا یا فرضی نام سے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں شریعت اسلامیہ کا بھرپور مذاق اڑایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ بمفلٹ والے نے خیانت سے کام لیکر کئی مسئلوں میں پورا مسئلہ نہیں ذکر کیا ہے چوتھے یہ کہ اس نے مسائل پر اعتراض کئے ہیں، دلائل پر نہیں، پانچویں یہ کہ یہ سارے مسائل کچھ مزید زیادتی کے ساتھ خود غیر مقلدین علماء کی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر فقہ حنفیہ پر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے، یہ مسائل اگر ان کی کتابوں میں ہوں تو فقہ اہل حدیث کے مسائل کہلائیں اور قابل تعریف قرار پائیں اور اگر ان کا ذکر حنفی کتابوں میں ہو تو وہ قابل اعتراض و استہزاء ہوں کیا یہ عقلمندوں کی بات ہے؟

مگر میں اس کا جواب اس لئے دے رہا ہوں کہ جواب نہ دینے کی شکل میں مخلصین میں سے کئی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی جس کی بازگشت سعودیہ میں بھی سنائی دے گی، یہ بمفلٹ سعودیہ سے آیا ہے اس وجہ سے ہیں اپنے ریاض اور سعودیہ میں رہنے والے ہندوستانی و پاکستانی مخلصین کے جذبات کی بھی رعایت کرنی ہے۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے حالتِ روزہ میں مشیت زنی کی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس مسئلہ کو کتابچہ والے نے صاحبِ ہدایہ کی یہ عبارت نقل کر کے کالمستحق بالکف علی ما قالوا اس طرح ذکر کیا ہے۔ یعنی مشیت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا حتیٰ فقہاء نے یہی کہا ہے گو روزہ کی حالت میں یہ کام کیا ہو

اس مسئلہ میں معترض نے جہالت و خیانت کے کئی گلی کھلائے ہیں، پہلے تو اس نے علی ما قالوا کا ترجمہ چھڑ دیا ہے۔ حالانکہ صاحبِ ہدایہ کی یہ عبارت بتلا رہی ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے نزدیک مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک حالتِ روزہ میں یہ کام روزہ کو باطل کرنے والا ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے بعض دوسرے فقہاء کی یہ بات نقل کی ہے، خود اپنا اور حنفی مذہب کا مختار اور مضبوط مسئلہ نہیں بیان کیا ہے۔ ہدایہ کے حاشیہ میں خود اس پر حاشیہ لگا کر کے مسئلہ صاف کر دیا ہے، حاشیہ میں علی ما قالوا پر حاشیہ لگا کر نکھا ہے۔

عادته فی مثله افادۃ الضعف مع المخلاف وعامة المشائخ علی ان الاستمناء مفطر و قال المصنف فی التجنیس انه المختار۔

یعنی صاحبِ ہدایہ جہاں اس طرح کی عبارت لکھتے ہیں تو ان کا مقصد یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہ ضعیف قول ہے اور عام مشائخِ اخاف کا مسلک یہ ہے کہ منی نکالنا روزہ کو باطل کر دیتا ہے۔ تجنیس میں اسی قول کو مختار بتلایا ہے۔

آپ بتلائیں کہ اس مسئلہ میں فقہ حنفی اور علماءِ اخاف کی اس وضاحت کے بعد بھی اس میں کسی اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کس طرح فقہ جگاہ ہیں اور فقہ حنفی اور فقہاءِ اخاف کی دشمنی میں وہ انسانیت سے کتنے دور رہ چکے ہیں، علم و دانت سے تہی دامن ان کا مقدر بن چکی ہے۔

اور پھر مقلدین کو کس طرح جرأت ہوئی کہ وہ صاحبِ ہدایہ پر اس مسئلہ کو لے کر اعتراض کریں۔ اور فقہ حنفی اور فقہائے اخاف کا مذاق اڑائیں، کیا ان کو اپنے گھر کی خبر نہیں کہ فقہ اہلحدیث کا کیا مذہب ہے۔

عرف الجادی میں نواب صاحب فرماتے ہیں۔

.. وبالجملة استتزال منی بکف یا بخیزے از جمادات نزد دغلے حاجت مباح

ست بلکہ گاہے واجب گردد در مثل

این کار حرج نیست بلکہ سچو استخراج دیگر فضلات موزیہ بدن ست۔ ۲۷

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ہاتھ سے یا کسی اور جماداتی چیز سے منی نکالنے میں کوئی

حرج نہیں ہے، بلکہ کبھی یہ عمل واجب ہو جاتا ہے اس طرح کا

کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، منی نکالنا اسی طرح کا عمل ہے جیسے بدن

کے دوسرے تکلیف دہ فضلات کا خارج کرنا۔

منی نکالنے کے بارے میں جس کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ۔ پیارہ فقہ حنفی پر اعتراض کرے۔

(۷) کتابچہ کا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہدایہ میں ہے یا خانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے روزہ

کا کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ پمفلٹ والے صاحب لکھتے ہیں کہ :

”امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہی ہے۔“

پمفلٹ والے اس غیر مقلد نے اس مسئلہ میں بھی اپنی جہالت کا پورا ثبوت دیا ہے۔

عن ابی حنیفہ کا وہ ترجمہ کرتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہی ہے۔ اس جہالت کا کوئی

ٹھکانا ہے، جو لوگ فقہ کی کتابیں پڑھتے پڑھتے ہیں، وہ تو اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ بھی ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ کا یہی فتویٰ ہے، اس علم کے بل

بوتے پر فقہ حنفی پر اعتراض کا شوق ہو گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پمفلٹ والے نے زبردست خیانت سے کام لیا ہے اور جو

اصل مسئلہ ہے اس کو ذکر نہیں کیا جبکہ پورا مسئلہ اسی ہدایہ کی اسی سطر میں مذکور ہے۔ اور اس میں

صاف صاف لکھا ہے۔ والا صحیح انہا تعجب، یعنی صحیح تر بات یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا، اس

اندھے کو یہ نظر نہیں آیا جو امام ابو حنیفہ کی صحیح تر روایت اور فقہ حنفی کا اصل مسئلہ ہے، اور

عن ابی حنیفہ نہ لایجب الکفارة نظر آگیا۔

جب یہ غیر مقلدین اس طرح کی خیانتوں پر اتر آئیں تو ان کا جواب آپ کہاں کہاں دیتے پھریں گے۔

یعنی میں صاف صاف لکھا ہے کہ معنی میں جو امام ابو حنیفہ سے اس بارے میں مشہور روایت کہہ کر ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح تھیں امام ابو حنیفہ کی صحیح ترین روایت وہی ہے کہ اس مہورت میں کفارہ واجب ہوگا۔ (منہج ۲۴)

اب ذرا غیر مقلدین اپنے گھر کا بھی مسئلہ سن لیں، فقہ اہل حدیث والی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے :

وان جامع المسافر حمداً في سفرة وهو صائر او جامع في غير الفرج وانزل لزمه القضاء فقط (فصل في الكفارة ۲۳)
یعنی اگر مسافر جو روزہ سے ہو اور حان بوجہ کر بھی جماع کرے تو اس صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، اسی طرح جو آدمی عورت کی شرم گاہ کے علاوہ میں جماع کرے (خواہ وہ بدن کا کوئی حصہ ہو) تو اس پر بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں ہے۔

جن کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ فقہ حنفی پر اعتراض کریں یہ خیانت نفس اور شرارت نفس اور فتنہ انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۲) تیسرا مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ مردہ عورت سے یا چوپائے سے بد فعلی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، انزال ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی۔

اس بیچارے کو اس مسئلہ میں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ فقہ اہل حدیث میں کیا لکھا ہے نزل الابرار میں لکھا ہے :

وكذا لا كفارة على من جامع بهيمة او ميتة او صبياً

او صغیراً۔ (۲۳۱)

یعنی اس شخص پر روزہ کا کفارہ نہیں ہے جو کسی چوپایہ سے جماع کرے، یا کسی

مردہ عورت سے جماع کرے، یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹ لڑکی سے جماع کرے۔
ہدایہ میں جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کے ساتھ صاحب ہدایہ نے دلیل بھی ذکر کی ہے اور
فقہ اہلحدیث میں بلا دلیل ہی مسئلہ مذکور ہے۔ اس کے باوجود فقہ حنفی پر اعتراض اور اپنے
فقہ اہلحدیث پر پھولوں کی بارش۔

فقہائے احناف کے یہاں کفارہ واجب اس شکل میں ہوتا ہے کہ جب جنایت اپنے حقیقی
معنی اور حقیقی صورت کے ساتھ پائی جائے، غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورت مذکورہ میں جنایت
کا حقیقی معنی اور حقیقی صورت کا وجود ہے یا پھر وہ حدیث پیش کرے یا قرآن کی آیت جس سے
ہدایہ کا یہ مسئلہ غلط ثابت ہو۔

(۲) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ میں اگر کسی نے جماع کیا
تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے گھر ہی کا ہے۔ نزل الابرار فقہ اہلحدیث میں لکھا ہے۔
ادجامع فی غیر الفرج وانزل لزمہ القضاء فقط ۲۳۱
یعنی کسی نے شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں اگرچہ
انزال ہو جائے۔

غیر مقلد معترض قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرے جس سے یہ مسئلہ غلط ثابت ہو،
اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ جماع کا معنی جب معنی و صورتہ کامل طور پر متحقق ہوگا تب ہی کفارہ واجب
ہوگا۔ غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورت مذکورہ میں جماع کا معنی صورتہ و معنی کامل طور پر متحقق
ہے، غیر مقلد معترض کے لئے بہتر یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے اس مسئلہ کو غلط ثابت کرے،
ان بیچاروں کو اس کا بھی پتہ نہیں ہے کہ جس طرح شبہات سے حدود مرتفع ہو جاتے ہیں
اسی طرح شبہات سے کفارہ بھی منفع ہو جاتا ہے، کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب
جنایت کے صورتہ و معنی واقع ہونے میں ادنیٰ شبہ نہ ہو، اگر ادنیٰ شبہ بھی پایا جائے گا تو کفارہ
واجب نہ ہوگا۔

(۵) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ محرمات سے نکاح اگر کوئی کرے اور اس سے وطی بھی کرے تو اس پر حد زنا لاگو نہیں ہوگی۔ یہ ایسے ایسا ہی لکھا ہے۔

یہ مغلط والے نے یہاں بھی سخت خیانت سے کام لیا ہے، اس نے یہ نہیں بتلایا ہے کہ احناف کے یہاں یہ فعل سخت گناہ اور حرام اور بہت بڑا جرم ہے، خود صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ میں اسی سطر میں یہ بھی لکھا ہے۔ لکن یہ یوجب عقوبۃ یعنی اس کو اس جرم میں سخت ترین سزا دی جائے گی۔

زنا پر شرعی حد اسی وقت واجب ہوگی جب زنا کا شرعی و اصطلاحی معنی پایا جائے گا، زنا کے وجود میں ذرا بھی شبہ ہو تو پھر خواہ وہ فعل حرام ہو اور شرعی جرم قرار پائے مگر اس پر حد زنا نہیں لاگو کی جائے گی، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو رفع کرو، ہاں اس کو امام وقت سخت ترین سزا دے گا، حتیٰ کہ وہ اس کو اس جرم میں قتل بھی کر سکتا ہے۔

احناف نے حدود الی سزا ایسے شخص پر اس لئے نافذ نہیں کی کہ حدیث کا حکم یہی ہے کہ حدود کو شبہات پیدا ہونے کی وجہ سے رفع کرو، خواہ زنا کے ثبوت میں شبہ ہو خواہ زنا کے معنی پائے جاتے میں شبہ ہو۔ بہر حال شبہات کی وجہ سے حدودی سزا نہیں لاگو کی جائے گی۔ زنا اس فعل کو کہتے ہیں جو بلا کسی عقد کسی عورت سے مباشرۃ فاحشہ کی شکل میں ظہور پذیر ہو، صورت مذکورہ میں محرمہ عورت سے نکاح ہوا ہے، اگرچہ یہ فعل حرام ہے مگر زنا کے معنی میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اس وجہ سے حدود الی سزا ایسے شخص پر نافذ نہیں کی جائے گی ہاں چونکہ یہ فعل حرام ہے اور بہت بڑا جرم ہے تو اس لئے امام وقت ایسے شخص کو بختے گا بھی نہیں بلکہ اس کو سخت سے سخت سزا دے گا، حتیٰ کہ اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے افعال سے ماخوذ ہے۔ یہ احناف کے گھر کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔

حضرت یار بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے ماموں کہیں جا رہے ہیں۔

یہ سننے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا ہے آنکھوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کو قتل کر آؤں اور اس کا مال لے لوں۔

اگر محرمات سے نکاح کرنا زنا ہوتا یعنی زنا شرعی تو آنکھوں نے اس پر زنا کی جو شرعی حد ہے وہ جاری کرتے، مگر جب آپ نے ایسے شخص پر زنا کی حد جاری نہیں کی تو معلوم ہوا کہ زنا شرعی بھی نہیں ہے، اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے۔

معنف عبد الرزاق میں ہے، عن ابن عباس من اتى ذات محرم فائقوا یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو شخص محرم عورت سے (نکاح کرے اور اس سے) جماع کرے تو اس کو قتل کر دو ۳۶۵ ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے۔ اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے۔

غرض احناف کا یہ مسئلہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہے، اور اس پر غیر مقلدوں کا اعتراض بلاوجہ اور محض جہالت ہے۔

ہر باطل نکاح کو زنا شرعی نہیں کہا جاتا اور نہ ہر باطل نکاح پر حد واجب ہوتی ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، یہ بالکل صحیح حدیث ہے ایسے نکاح کو اپنے تین دفعہ باطل کہہ کر اس کے بالکل باطل ہونے پر ہر لگادی، مگر کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح کا نکاح کرے تو اس پر حد زنا لاگو کی جائے گی۔ حد زنا وہیں واجب ہوگی جہاں زنا کا کامل معنی پایا جائے گا اور اس کے زنا ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہ ہوگا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بعیرت کا یہی کمال ہے کہ ان کے سامنے شرعی مسئلہ کے تمام پہلو ہوتے ہیں اور اس بارے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فیصلہ یہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوتی ہیں پھر وہ ایک فیصلہ فرماتے ہیں، اب جن کے علم و خود کی رسائی

وہاں تک نہیں ہو پاتی انہیں تو اعتراض سوچتا ہے مگر ماہرین کتاب و سنت اور ائمہ شریعت امام ابو حنیفہ کے مدارک اجتہاد کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں۔ خواہ مسائل میں ان سے اتفاق ہو یا اختلاف، ہمیں پھر یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین خود اپنی کتابوں سے نادانگہ اور جاہل ہیں، ان کی فقہ الہدایت والی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے محرم سے نکاح کرے اور اس سے وطی کرے اس کی سزا یہ بھی ہے کہ اس کو اما تعزیر کرے گا اور اسے تعزیراً قتل کر دے گا (نزل الابرار ص ۲۹۸ رکنز اکھائن ص ۱۲۸)

اگر یہ فعل زنا حقیقی و شرعی ہوتا تو پھر اس پر صرف حد جاری کی جاتی، حد کی متعین شکل ہے۔ یا کوٹے مارنا یا رجم کرنا قتل کی سزا دینا مد شرعی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ غیر مقلد علماء بھی محرم کے ساتھ نکاح کو زنا شرعی نہیں سمجھتے ورنہ ایسے مجرم کی سزا ان کے یہاں صرف حد ہوتی قتل کرنا نہیں۔

چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بہت اچھالتے ہیں اس وجہ سے میں نے ذرا تفصیل سے کلام کیا تاکہ غیر مقلدوں کی جہالت واضح ہو جائے۔

ناظرین یاد رکھیں چونکہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس وجہ سے احناف کی کتابوں میں حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ بھی مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یعنی ایسے شخص کو زنا کا مرتکب قرار دیا جائے گا اور اس پر حد زنا ہی لگائی جائے گی۔ عینی میں صاف لکھا ہے۔ لکن فی الخلاصۃ قال الفتویٰ علی قولہما (ص ۲۴۹) یعنی خلاصہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

یمفلٹ ولے نے فقہ حنفی سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے یمفلٹ تو لکھ مارا مگر اسے اس کا پتہ ہی نہیں چل سکا کہ احناف کے یہاں مفتی بہ قول کون ہے۔ مفتی بہ قول کو چھوڑ کر غیر مفتی قول کو ذکر کرنا جاہلانہ حرکت ہے۔

(۶) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہایہ میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے یا قوم لوط والا عمل کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے نقل کرنے میں بھی سخت خیانت کی ہے، اس لئے کہ فلا حد علیہ عذابی حنیفہ کے بعد یہ بھی پڑا یہ ہے کہ ویعزر یعنی اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ لفظ بالکل اسی سطح پر اور اسی جگہ ہے۔ مگر پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے یہ لفظ چھوڑ کر کے اپنا ایمان برباد کیا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ عمل حد والی سزا کا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد والی سزا منقول ہوتی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد یہ منقول ہے کہ اقلوا الفاعل والمفعول بہ یعنی جو ایسا کام کرے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو، کیا اس سزا کو حد کہیں گے، یا اس کا تعلق تعزیر سے ہے یعنی اس سزا سے ہے جو امام اور حاکم وقت کی رائے پر مجمل ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے اس بارے میں الگ الگ رہی، کوئی کہتا ہے کہ اس کو جلادیا جائے، کوئی کہتا ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے گی کوئی کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اونچی جگہ سے نیچے گرا کر اس پر پتھر برسایا جائے گا۔ غرض کہ زنا والی حد اگر متین ہوتی تو صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا اور آنحضورؐ سے بھی قتل وغیرہ کا حکم منقول نہ ہوتا، اس لئے کہ زنا کی حد کی تو شریعت میں متین شکل ہے، اسی وجہ سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضورؐ کے ارشادات اور صحابہ کرام کے فتوؤں کی روشنی میں یہ فرمایا کہ اگر اس جرم کا کوئی مرتکب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں حاکم وقت فیصلہ کرے گا کہ اس کو کون سی سزا دی جائے۔ حد کی سزا نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

غیر متعین کو فقہ احناف کا پورا مسئلہ ہی معلوم نہیں یا معلوم ہے مگر فقہ انگریزی چونکہ ان کا مقصود ہے اس وجہ سے پورا مسئلہ ذکر نہیں کرتے۔ یعنی میں لکھا ہے۔

ولکنہ یعزر ویسجن حتی یموت اذ یستوب ولو اعتاد اللواطۃ

قتلہ الامام

یعنی ایسے کام کرنے والے کو سزا دی جائے گی اور اسے تا زندگی قیدیں رکھا جائیگا
الایہ کہ وہ توبہ کر لے اور اگر وہ اس فعل کا عادی ہے تو امام اس کو قتل کر دے گا۔

یہ ہے اس مسئلہ میں فقہ حنفی کا پورا مسئلہ مگر پمفلٹ والے نے خیانت کر کے اس کو نہایت

مکروہ شکل میں پیش کیا ہے ، دین و دیانت کے اپنے اس کردار و مظاہرہ پر غیر مقلدین و ذہن دارین کی امید رکھتے ہیں ۔

(۷) ایک مسئلہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ جو چوپایہ سے وطنی کرے اس پر حد نہیں ہے ۔

تو کیا غیر مقلدین کے مذہب میں اس پر حد ہے ؟ ذرا وہ اپنی کتابوں سے ایسے شخص پر حد کی سزا دکھلا دیں ۔ نزل الابرار میں لکھا ہے ۔ **ويعذر من نكح بهيمة ويحوز للامام ان يقتله** ، یعنی جو چوپایہ سے وطنی کرے امام اس کی تعزیر کرے گا اور اس کو قتل بھی کر سکتا ہے ، اور یہی بات کنز الحقائق میں لکھی ہے ۔ تو پھر ہدایہ اور آپ کی کتابوں کا مسئلہ الگ ہوا یا ایک ؟

اچھا ذرا غیر مقلدین وہ حدیث تو پیش کر دیں یا قرآن کی کوئی آیت جس سے ہدایہ کے مسئلہ کا غلط ہونا ثابت ہو ؟

یہاں بھی پمفلٹ والے غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور ہدایہ کا پورا مسئلہ نہیں بیان کیا ہے ۔ پورا مسئلہ یہ ہے **الا انما يعذر** یعنی اس کی تعزیر ہوگی یعنی امام اپنی صواب دید سے جو مناسب سمجھے گا اس کو سزا دے گا ۔

حضرت امام ابو حنیفہ جو فرماتے ہیں اور ہدایہ کا جو مسئلہ وہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔ مصنف بعد الزواق میں ہے ۔

عن ابن عباس في الذي يقع على البهيمة قال ليس عليه الحد ^{۲۶۶} ،
یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کا فتویٰ یہ تھا کہ جو شخص جانوروں سے بد فعلی کرے اس پر حد نہیں ہے ۔

غیر مقلدوں کے پاس اتنی عقل ہی نہیں کہ ان کو یہ سمجھایا جائے کہ زنا شرعی کس کو کہا جاتا ہے اور حد شرعی کب واجب ہوتی ہے ۔ اس کیلئے فقہی بصیرت کی ضرورت ہے اور غیر مقلدین کو یہ دولت گرانمایہ حاصل نہیں اس وجہ سے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اگر

امام ابو حنیفہ نے اپنے فتویٰ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عباس کے فتویٰ پر رکھی ہے تو غیر مقلدوں کو اعتراض کیوں ہے۔ کیا صحابی کے فتویٰ کی روشنی میں فتویٰ دینا حرام ہے؟ یا وہ اتنے بدین ہو گئے ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ کا بھی مذاق اڑائیں گے؟

اس مسئلہ میں حضرت عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی جانور سے بد فعلی کرے تو اس کا کیا حکم ہے تو انھوں نے فرمایا۔ اللہ تو بھولنے والا نہیں ہے اگر اس بارے میں شریعت کی متعین سزا ہوتی تو اللہ اس کو نازل کرتا، البتہ یہ فعل ہے بہت برا تو جو برا ہے اس کو برا سمجھو۔ (مصنف ص ۳۶۷ ج ۷) دیکھئے حضرت عطاء جیسا جلیل القدر تابعی بھی یہی کہتا ہے کہ اس بارے میں کوئی حد شرعی نہیں ہے چونکہ یہ عمل قبیح ہے اس لئے اس کا معاملہ امام کی صواب دید پر ہوگا کہ وہ جیسی چاہے سزا دے، اسی کو تعزیر کہتے ہیں اُسی کا بیان ہدایہ میں بھی ہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد بھی جو اس بارے میں منقول ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حد شرعی زنا والی سزا نہیں جاری کی جائے گی، آپؐ نے فرمایا کہ چوپایہ اور چوپایہ کے ساتھ جو یہ فعل کرے دونوں کو قتل کر دو۔ (مصنف ص ۲۶۲ ج ۷)

غرض امام ابو حنیفہ کا اس مسئلہ میں جو فتویٰ ہے وہ پوری طرح عقل و نقل کی روشنی میں ہے، اور امام کی بے پناہ فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے والا ہے۔ ہاں البتہ ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا جن کا مقصد محض اعتراض ہو اور جو علم اور بصیرت سے محروم ہوں۔

(۸) ایک مسئلہ پمفلٹ میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رضا مندی سے کسی بے وقوف یا بچے سے زنا کرے تو نہ بے وقوف اور بچے پر حد ہے اور نہ

عورت پر ۔

اس مسئلہ میں پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے ایک خیانت تو یہ کی ہے کہ ہدایہ میں مجنون کا لفظ ہے، جس کے معنی پاگل کے ہیں اس کا ترجمہ انھوں نے بیوقوف کیا ہے، معلوم نہیں مجنون کا ترجمہ بے وقوف کس لغت میں ہے۔ یا غیر مقلدوں کے یہاں مجنون کا ترجمہ بے وقوف ہوتا ہے؟

واللہ اعلم بالصواب۔

اس مسئلہ پر اعتراض بھی غیر مقلدوں کی دانشمندی کی انتہا ہے، کیا پاگل اور بچے پر بھی شرعی احکام کا اجرا ہوتا ہے؟ حدیث میں ہے کہ بچوں اور پاگلوں سے قلم کو اٹھایا گیا ہے، کسی امام اور کسی محدث کے نزدیک بچے اور پاگل احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں کہ ان پر حدود شرعیہ جاری ہوں، تو پھر اعتراض کیا؟ عورت پر اس لئے حد نہیں ہے کہ جانیہ کاملہ جو حد کو واجب کرے نہیں پائی گئی اور زنا کا معنی پورے طور پر متحقق نہیں ہوا، پس حکم حدیث شریف حد و حدود کو شبہات سے دفع کر دے، اس عورت پر بھی حد نہیں لگائی جائے گی، البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔

براہِ کرم غیر مقلدین وہ حدیث پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ جس عورت کے ساتھ کوئی پاگل یا بچہ زنا کرے اس پر حد شرعی لگائی جائے گی؟ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر فقہ حنفی اور ہدایہ کتاب کے خلاف یہ شود و منگامہ کیوں؟

غیر مقلدین کو غالباً اس کا بڑا شوق رہتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورت پر حدود موقع بموقع ضرور نافذ کئے جائیں، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کر دو، اور یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ شبہ سے بھی حدود منہ دفع ہو جاتے ہیں، ان احادیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ اس کا پورا الحاق رکھتے ہیں کہ شرعی حدود سے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا، اور مسلمانوں کے لئے آپ کی یہی تعلیم تھی۔ آنحضورؐ کے ان ارشادات کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں سے جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کر دو، ذرا بھی اس کا راستہ پاؤ تو درگزر کر دو، پھر آپؐ نے فرمایا کہ حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حدود کو دفع کر دو، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کر دو، ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ذرا بھی گنجائش دیکھو تو حدود کو دفع کر دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد اور مسلمانوں کو تاکید تھی کہ مسلمانوں سے قتل کو جہاں تک ہو سکے دفع کرو۔

حضرت ماعز آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھ سے زنا کا حدود ہو گیا ہے۔ آپ نے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کہا پھر آپ نے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کہا، پھر آپ نے منہ پھیر لیا، چوتھی دفعہ جب انھوں نے کہا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بوسہ لیا ہوگا، تم نے چھوا ہوگا، غرض آپ نے حضرت ماعز پر حد جاری کرنے سے حتی الامکان پرہیز کیا اور جب حضرت ماعز کا اصرار بہت بڑھ گیا تب آپ نے ان پر حد نافذ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے اس عمل سے بھی معلوم ہوا کہ حدود کا جاری اور نافذ کرنا حالتِ مجبوری کی بات ہے ورنہ حتی الامکان حدود کو دفع ہی کیا جائے گا۔

فقہ حنفی میں اس کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، مگر فقہ حنفی کا یہی امتیاز اور ہنر اور احادیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا بیان غیر مقلدین کو برا لگتا۔ اور انھوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کو بالکل نظر انداز کر دیا اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا بخار نکالا۔ فالی اللہ المشتکی

محمد اجمال مفتاحی

خط اور اس کا جواب

قسط اول

محمد ابو بکر غازی پوری

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوۃ الرسول کے بارے میں

محترم المقام واجب الاحرام حضرت مولانا غازی پوری صاحب زاد لطفہ
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ بندہ بخیر ہے، خدا کرے آپ کا مزاج ہر طرح بخیر ہو۔

آپ کی کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر" پڑھ کر شدید خواہش ہوئی کہ مولانا صادق سیالکوٹی
کی کتاب صلوۃ الرسول کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ یہ کتاب غیر مقلدین مفت
تقسیم کر رہے ہیں۔

اے آر نظامی رائے پور

ناہنم! جب آپ کے مطالعے سے "سبیل الرسول پر ایک نظر" کتاب گزر چکی ہے تو اب
اس کے بعد صلوۃ الرسول پر کچھ تحریر کرنا عجب شہی ہے، صادق سیالکوٹی کے علم و فہم کا آپ نے
اندازہ لگا لیا ہوگا، مگر اتفاق یہ ہے کہ آپ کی طرح بعض دوسرے اجاب نے بھی اسی خواہش کا
اظہار کیا ہے، اور بعض اجاب نے بڑا اصرار بھی کیا ہے، اس لئے درج ذیل سطور حوالہ قرطال ہیں۔
"صلوۃ الرسول" کتاب جس کو غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں، اس کا ایک محشی
اور محقق ایڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہوا تھا۔ عبدالرؤف نامی کسی غیر مقلد نے اس کی تحقیق کی

تھی اور پچاسوں سے زیادہ احادیث کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ صلوٰۃ الرسول میں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں (۱) بھلا ایسی کتاب جس میں ضعیف احادیث کی اتنی بھرمار ہو غیر مقلدین کے یہاں کیسے مقبول ہے، تعجب ہوتا ہے، جبکہ غیر مقلدین بزرگ خود صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

ہم اپنی اس تحریر میں غیر مقلد عالم عبدالرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ غیر مقلدین کو چون چیرا کی زیادہ گنجائش نہ رہے۔

(۱) مولانا صادق سیالکوٹی نے اپنے اس کتاب کے مقدمہ میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ آدمی کو مسنون طریقہ پر نماز پڑھنی چاہئے، اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ اگر ان کا یہ مقصد ہے کہ مسنون نماز صرف غیر مقلدین ہی پڑھتے ہیں تو ان کو اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہئے، ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں نماز کا بیان پڑھ لیا جائے تمام ائمہ کے نزدیک اسی کی تعلیم ہے کہ نماز سکون اطمینان اور خشوع و خضوع سے ادا کی جائے اور وضو سے لے کر سلام پھیرنے تک میں سنت کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اب اگر کوئی جاہل غلط طریقہ سے نماز پڑھتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے، اس سے فقہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، کتنے غیر مقلدین ہیں کہ جب وہ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز ٹھونگ مارنے والی ہی ہوتی ہے، جاہلوں اور شریعت کے مسائل سے ناواقفوں کے عمل کو دیکھ کر شریعت پر الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) مگر جب عبدالرؤف والی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو نہ معلوم کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کتاب کو دوسرا رنگ دے دیا گیا اور صرف چھ سات حدیث کو ضعیف باقی رکھا، اور بقیہ احادیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی گئی، پہلے ایڈیشن میں ۸۴ احادیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا تھا۔ پاکستان میں یہ بات مشہور ہے کہ غیر مقلدین کے دباؤ میں یہ دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶) غیر مقلدین کے بارے میں میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ یہ جتنا زیادہ احادیث کا نام لیتے ہیں احادیث کے بارے میں وہ اتنے ہی زیادہ (بہت ہلکے لفظوں میں) غیر محتاط ہوتے ہیں اور جب ان کی غیر مقلدیت اپنے عروج پر ہوتی ہے تو احادیث رسول کو مواذا اللہ مداری کا تماشا بنا دیتے ہیں اور اپنی طرف سے ان کا معنی گڑبگڑ کر احادیث کے اصل معنی و مفہوم کو ایسا سخی کرتے ہیں کہ توبہ بھلی، مثلاً دیکھئے اس کتاب کی ابتدا ہی میں شہید حدیث صلوٰۃ کما رأیتمونی اصلی کا ترجمہ صادق صاحب کرتے ہیں۔ تم بعینہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ۳۲

حدیث میں بعینہ کا کہیں لفظ نہیں ہے مگر صادق صاحب نے اپنی طرف سے بعینہ کا لفظ بڑھا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی نماز آنحضور کے طریقہ پر ثابت کرنا محال ہوگا، اس وجہ سے کہ کسی فرد امت کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ بعینہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ سکے، کیا کسی فرد امت کو آنحضور کا شروع اور ختم اور نماز والی کیفیت ہزار کوشش کے باوجود بھی میسر ہو سکتی ہے؟ تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ صادق صاحب کے حدیث رسول کے ترجمہ میں اپنی طرف سے اس اضافہ کے بعد اللہ کے رسول کی اس حدیث پر کبھی مسلمانوں کا عمل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ (۱) احادیث رسول کا اس قسم کا من مانا ترجمہ کرنا اور مطلب بیان کرنا مستقل ایک گمراہی ہے (۲) اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں کو دین کا فہم میسر نہیں ہے۔ (۳) غیر مقلدین جس طرح احادیث رسول کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں بد اعتقاد ہیں اسی طرح قرآن کی آیات کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں ان سے اعتقاد

(۱) اور اگر غیر مقلدین کو یہ زعم ہے کہ ان کی نماز بعینہ آنحضور کے طریقہ پر تھی تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اتنی بڑھاپا کی دلاں کی حکایت۔ اپنے کو ذرا دیکھو ذرا بند قبا دیکھو (۲) اسی حدیث کا جب صادق نے سبیل الرسول میں ترجمہ کیا، تو اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، نماز پڑھو اے مرد اور عورتوں جس طرح میں پڑھتا ہوں ۱۹۸ یہاں حدیث میں بعینہ کا لفظ اڑا دیا اور عورتوں کا ترجمہ اپنی طرف سے گڑبگڑ کیا۔

کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور اس بد احتیاطی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ اس کا مفہوم لوگوں کو کچھ سمجھا جاتے ہیں، مثلاً دیکھئے مادیق مادیق صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۳ پر قرآن کی آیت من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ کا مطلب بیان کرتے ہیں، خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہی تعمیل ہے، حالانکہ یہ اس آیت کا غلط مفہوم ہے خدا کے حکم کی تعمیل جس طرح اطاعت رسول میں ہے اسی طرح اطاعت صحابہ میں بھی ہے اسی طرح اطاعت فقہاء اور مجتہدین میں بھی ہے، اسی طرح صدیقین، شہداء و صالحین میں بھی ہے، اسی طرح اصحاب اجل و عقد کی اطاعت میں بھی ہے، اللہ کے کلام من یطیع الرسول، فقد اطاع اللہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ صرف ”کیا جائے“، یہ مادیق صاحب کا اپنا اضافہ ہے، اور اس اضافہ کے بعد انھوں نے جو کلام خداوندی کا مفہوم بیان کیا ہے بالکل غلط ہے، آیت کا صرف اتنا ترجمہ ہے ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“ یعنی رسول اللہ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا مطیع اور فرماں بردار ہوگا، اور یہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے مگر یہ کہنا کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہوگی، بالکل جاہلانہ بات ہے، بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اب اس کا کوئی یہ ترجمہ کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت امیر کی شکل میں ہے تو یہ چہالت کی بات ہوگی۔

قرآن کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت میں جو مقتدی و فقہاء اور ارباب اجل و عقد ہیں، حوالہ کیلئے اللہ نے ان کی بھی اطاعت کو واجب کیا ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے مومنو، اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہیں، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جس طرح سے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو واجب کیا ہے اسی طرح عام حالات میں اولی الامر کی بھی اطاعت

کو عام مسلمانوں کے لئے واجب کیا ہے ، اور یہ اولی الامر ہیں کون لوگ ؟ تو
حضرت عید الشہین عباس فرماتے ہیں ، یعنی اهل الفقه والدين یعنی اولی الامر سے
مراد اہل فقہ اور اہل دین ہیں ۔ (مستدرک حاکم ج ۱۲)

قرآن ہی میں ہے ۔ واتبع سبیل من اناب الی ، یعنی ان کی اتباع کرو جو لوگ
میری طرف رجوع کریں ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ کی طرف انابت
اور رجوع اختیار کرنے والے ہوں یعنی جو اپنے عمل میں رضا و خداوندی کے خواہاں ہوں ، عام
مسلمانوں کو ان کی اقتدار و پیروی کرنی لازم ہے ۔

قرآن میں فرمایا گیا و السابغون الاولون من المهاجرین والانصار
والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنه واعد لهم
جنت تجری تحتھا الا نهار خالدين فیہا ابدًا ذلک الفوز العظیم
یعنی مهاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو لوگ ان کے بھلائی کے ساتھ متبع ہیں
اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں
جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔
مہاجرو انصار صحابہ کرام میں سے جو سابقین اولین تھے ان کی اتباع پر اللہ کا کیسا وعدہ
اور انعام اور مسلمانوں کو کیسی خوشخبری ہے ۔

بہر حال صادق صاحب کا من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ کا حصر والا مفہوم
کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت ہی میں تعمیل ہے ، بالکل غلط اور غیر علمی بات
ہے ، اور جن کو قرآن و حدیث کا فہم نہ ہو انکو دینی و شرعی مسائل میں دخل دینا حرام ہے ۔

(۴) صادق صاحب نے ص ۲ پر ترغیب و ترہیب سے اس عنوان کے تحت بے قاعدہ
نماز منہ پر ماری جاتی ہے ، ایک حدیث ذکر کی ہے ، اور وہ حدیث ضعیف ہے ، مگر صادق
صاحب کی دیانت کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ غیر مقلدین
کا اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور ضعیف حدیث کو ذکر کر کے

اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہ کرنا یہ حرام ہے۔

مصدق صاحب کی ذکر کردہ اس حدیث کے بارے میں غیر مقلد عالم و محقق عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف حدیث ہے، (صلوة الرسول محقق ایڈیشن طبع اول ۱۳۵۰ھ) اور پھر اس کے ضعیف ہونے کو دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

(۵) اوپر میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ مداری کا تماشا کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ ص ۲۶ پر صادق صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

تَرَكْتُ فِيكُمْ أُمُورِينَ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ، اور اس کا ترجمہ یہ کیلئے ہے، حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں دو چیزیں ایسی دے چلا ہوں کہ جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث شریف، ناظرین صادق صاحب کی دھاندلی ملاحظہ فرمائیں، حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور صادق صاحب اس کا ترجمہ حدیث شریف کر رہے ہیں، ابھی نماز کا بیان شروع بھی نہیں ہوا ہے مگر بے ایمانی اور فریب دھاندلی کا کاروبار اس کتاب میں شروع کر دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں سنت کا لفظ موجود ہے تو اس کا ترجمہ صادق صاحب نے حدیث سے کیوں کیا؟ سنت کا ترجمہ سنت ہی کرتے تو صادق صاحب کے دین و ایمان میں کونسی کمی آجاتی؟ عام ناظرین شاید اس کی تہ تک نہ پہنچ سکیں، اس لئے اس راز سے پردہ اٹھانا ضروری ہوا۔

اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین کو سنت کے لفظ سے بہت چڑھے اور اسی چڑکا نتیجہ ہے کہ یہ اپنے کو اہل سنت نہیں کہتے یہ اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں، سنت اور حدیث میں بہت بڑا فرق ہے، سنت رسول خدا کا وہ عمل قرار پاتا ہے جس پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوام و ہمیشگی برتی ہو اور وہ آپ کا عام معمول رہا ہو کسی عارض کی وجہ سے اس کے خلاف گاہے بگاہے عمل کیا ہو، اور حدیث آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ قول و فعل ہے جو آپ سے منقول ہو خواہ آپ کا اس پر عمل رہا ہو یا نہ رہا ہو، کسی کام کو دیکھ کر آپ خاموش رہے ہوں اور اس پر نیکیر نہ کی ہو وہ بھی حدیث میں داخل ہے، مگر یہ سنت نہیں ہے، ایسے عمل کا کرنا جائز ہوگا مگر وہ آنحضورؐ کی

سنت نہیں کہلائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرمان اور عمل ہیں جو حدیث کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ محدثین نے ان کی روایت کی ہے اور وہ حدیث کی کتابوں میں مدون ہیں، مگر ان کو سنتِ رسول نہیں کہا جاتا، مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر حدیث میں ہے، مگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا اسی طرح حدیث میں ہے کہ روزہ کی حالت میں آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے بعض کا بوسہ لیا (یہ بتلانے کے لئے کہ اس سے روزہ ٹوٹتا نہیں ہے) مگر یہ عمل آپ کی سنت نہیں تھی یعنی ازواجِ مطہرات کا حالتِ صوم میں بوسہ لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا، محدثین نے چونکہ حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث تو ہے مگر اس کا نام سنت نہیں رکھا جائے گا۔

اسی طرح سے احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو آپ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا کرتے، اور اس پر آپ نے نیکر نہیں کی مگر چونکہ خود آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا اس وجہ سے یہ عمل مسنون نہیں کہلائے گا، ہاں اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث کہا جائے گا۔

چونکہ یہ غیر مقلدین آنحضور کی سنت کیا ہے اس سے کم مطلب رکھتے ہیں ان کی زبان پر حدیث کا ذکر ہی زیادہ رہتا ہے، اس وجہ سے ان کا عمل بھی سنت کے مطابق کم ہوتا ہے البتہ بلا سمجھے بوجھے آباء و اجداد کی پیروی میں صحیح و ضعیف جس حدیث پر باپ دادا اس پر غیر مقلدین بھی سرپٹ دوڑتے نظر آتے ہیں، اور بڑے فخر سے کہیں گے کہ دیکھو ہم اہل حدیث ہیں۔

ایک بات اور یاد رکھئے کہ سنت جس طرح آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور طور طریق ہوتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین کے قول و فعل اور ان کے طور و طریق پر بھی شریعت میں سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بحکم حدیث نبوی علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب نہیں ہے، وہ اللہ کے رسول کے ارشاد پاک علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين

کے مکوہیں اور قولاً و عملاً و اعتقاداً اپنے اس انکار کا برملا یہ اظہار کرتے رہتے ہیں، ان کی سنت خلفائے راشدین سے چڑ کا عالم یہ ہے کہ ان کی سنت کو یہ غیر مقلدین بدعت بتلاتے ہیں اور اس طرح اپنا دین و ایمان کھوتے ہیں اور رسول اللہ کے اس ارشاد پاک کے مستحق بنتے ہیں، بخاری شریف کی روایت ہے، کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قالوا یا رسول اللہ و من یابی قال من اطاعتی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی۔ (بخاری باب الاقتدار بسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ نہیں جائیں گے جو انکار کریں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ انکار کون کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے تحقیق کے انکار کیا۔

غرض صادق صاحب نے حدیث میں سنت کا ترجمہ حدیث کر کے مرتج خیانت کی ہے، احادیث رسول میں خیانت کہنے کے یہ بیچارے، صلوٰۃ الرسول، یعنی رسول کی نماز سکھانے کا حوصلہ پلٹے ہوئے ہیں۔

(۵) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۴ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر ماۃ شہید۔ انہوں نے صادق صاحب نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں۔ یہ سنت ضعیف حدیث ہے، (صلوٰۃ الرسول ص ۵۹) اللہ اکبر جو حدیث سخت

(۱) اس حدیث کو غیر مقلد سیالکوٹی صاحب نے بھی صلوٰۃ الرسول ص ۴ پر ذکر کیا ہے، اور حوالہ بھی بخاری کا دیا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود بخاری نہیں دیکھی ہے کہیں سے حوالہ نقل کر دیا ہے، انہوں نے صحیح حدیث نقل نہیں کی ہے۔ من یابی، حدیث کا لفظ ہے، اسکو من ابی کر دیا ہے اور ترجمہ بھی مضارع کے بجائے ماضی ہی کا کیا ہے، هذا مبلغہ من العلم۔

ضعیف ہے صادق صاحب مملوۃ الرسول کتاب میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور اس کا سخت
ضعیف ہونا تو کیا ضعیف ہونا بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب کہ غیر مقلد دوسروں کے مقابل میں یہی
شور مچائیں گے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور خود یہ حرام کام شوق سے کریں گے۔
”نچھا اور خدائی بریں پارسائی“

خیر یہ تو نفس حدیث کے بارے میں گفت گو کی تھی، اب ذرا آئیے اس حدیث کا صادق
صاحب نے جو مطلب بیان کیا ہے، اس پر ایک نظر کریں تاکہ صادق صاحب کی جاہلیت کا
اندازہ لگے۔ فرماتے ہیں صادق صاحب :

”حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ جب بے دینی و بد عملی کا دور ہوگا میری
سنتوں اور حدیثوں کو چھوڑ کر لوگ شرک و بدعات پر عمل کرنے لگ جائیں
گے ایسے پرقتن وقت میں جو میری سنت یا حدیث کو ترک نہ کرے گا
بلکہ مضبوطی سے اس پر جم کر عمل کرے گا تو خدا اس نازک دور میں عمل باحدیث
کے سبب سوشہیدوں کا ثواب دے گا“ ۳۸

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور یہ غیر مقلد صاحب مطلب
بیان کرتے وقت سنت کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی شامل کر رہے ہیں، جبکہ خود ان کے اس
کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، دیکھئے خط کشیدہ جملہ ”جو
میری سنت یا حدیث پر“ لفظ ”یا“ لاکر خود صادق صاحب نے بتلادیا کہ سنت الگ ہے اور
حدیث الگ ہے، تو بکس قدر خیانت کی بات ہے کہ جو لفظ حدیث میں نہیں ہے اس کو زبردستی
حدیث کے مفہوم میں داخل کیا جائے، اور غضب تو آخر میں یہ کیا کہ یہ کہہ دیا کہ عمل باحدیث کے
سبب سوشہیدوں کا ثواب ملے گا، جب کہ جو حدیث ذکر کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہنا چاہئے کہ
عمل باسنت کے سبب سوشہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں کو سنت رسول سے کس قدر چڑ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ جو لوگ اس قسم کا کھلواڑ روارکھیں وہ بیچارے مملوۃ الرسول یعنی

رسول کی نماز کیا سکھائیں گے۔

(۶) صلوٰۃ الرسول ص ۴۹ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من احب سنتی فقد احببنی ومن احببنی کان معی فی الجنۃ (ترمذی شریف) اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جس نے دوست رکھا میری سنت کو (اور اس پر عمل کیا) پس اس نے دوست بنایا مجھ کو اور جس نے دوست بنایا مجھ کو وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں فقہائے کبار کے بیان میں بھی جائز نہیں ہے، غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں، ”یہ ضعیف حدیث ہے، پھر لکھتے ہیں، ”ماصل کلام اس حدیث کے تمام طریق ضعیف ہیں، (ص ۶۱-۶۲)

پھر صادق صاحب نے بریکٹ میں یہ اضافہ کیا ہے، ”اور اس پر عمل کیا۔ یہ اضافہ ان کی طرف سے حدیث کی غلط ترجمانی ہے، اس لئے کہ سنت رسول پر عمل کرنا مستقل ثواب کا باعث ہے اور سنت رسول سے محبت مستقل ثواب کا باعث ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو سنت رسول سے محبت کر کے اس پر عمل کرے اسی کو ثواب ملے گا، بعض شکل میں سنت پر آدمی عمل نہیں کر سکے گا مگر اس کو سنت سے محبت کا ثواب ضرور ملے گا، مثلاً معذور آدمی ہے، اس سے نماز اور وضو اور سجود داخل ہونے کی بہت سی کشتیاں چھوٹی ہیں، مگر وہ سنت رسول کا عاشق ہے، معذور ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کر پارہا ہے تو محض سنتوں سے محبت کی وجہ سے بھی وہ ثواب اور اجر سے محروم نہ ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من احب سنتی کا جملہ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو میری سنت سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ عمل بھی ہو۔

(۷) صلوٰۃ الرسول ص ۴۹ پر رسول اللہ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت عرابی بن ساریہ کی ابو داؤد اور ترمذی سے طویل حدیث ذکر کی ہے، جس میں آنحضرت کی اس وصیت

کا بھی ذکر ہے۔ کہ میرے بعد تم لوگ بہت اختلاف دیکھو گے۔ فعلیکم بسنتی وسنة
المخلفاء الراشدين المہدیین تمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجد
تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، جو ہدایت یافتہ ہیں،
خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور اسے دانتوں سے پکڑو۔

اس حدیث پاک میں اختلاف کے وقت خلفائے راشدین کی سنت کو بطور خاص
مضبوطی سے تھامنے اور دانتوں سے پکڑنے کا آپ امر فرما رہے ہیں، مگر غیر مقلدین کا
نہ ہر یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بدعت ہے اور ان کا وعظ یہ ہے
کہ صرف رسول کی سنت عمل کرو، چنانچہ صادق صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ
ان فستوں اور بیماریوں کی بیخ کنی حضور کے اُسوۂ حسنہ اور سنت پاک کی پیروی میں ہے
(م۱۵) خلفائے راشدین کی سنت جس کا حدیث میں بطور خاص ذکر ہے اس کا نام لینا
بھی صادق صاحب کی صداقت نے گوارا نہیں کیا، اسی ایمان داری کے ساتھ یہ بیچارے مسلمانوں
کو صلوٰۃ رسول کی تعلیم دیں گے۔

(۸) صادق صاحب م۱۵ پر فرماتے ہیں،، واضح ہو کہ اصل مطاع صرف اللہ تعالیٰ
ہے، جب اصل مطاع بقولہ صادق صاحب بھی صرف اللہ ہی ہے تو غیر مقلدین کی اصل
دعوت تو قرآن پاک پر عمل کرنے کی ہونی چاہئے، قرآن پاک ہر شک و شبہ سے بالاتر کتاب
ہے جب کہ احادیث قطعیہ میں کلام اللہ کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین
حدیث کا نام زیادہ لیتے ہیں اور قرآن کا نام محض سخن گسترانہ کے طور پر ان کے یہاں لیا جاتا ہے،
حالانکہ جب اصل مطاع اللہ ہے تو ان احادیث کو عمل میں لانے کے لئے ترجیح دینی چاہئے جن کی
تائید قرآن سے بھی ہوتی ہو، مگر غیر مقلدین کو اس کی فکر نہیں ہوتی ہے ان کو تو بس آبار و امداد
کی پیروی سے مطلب ہے۔ لیکر کے فقیر بنے جو ان کے بڑوں نے کہہ لکھ دیا ہے بس وہ اسی کو دانتوں
سے پکڑے رہتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے اس سے ان کو مطلب نہیں ہے، اور احادیث میں کیا ہے
اس سے بھی ان کو غرض نہیں ہے بلکہ صرف اس سے ہوتی ہے کہ ان کے بڑوں نے کیا کہا ہے، انکی

خواہشاتِ نفس کی رہنمائی کہہ رہی ہوتی ہے، غیر مقلدین کی راہ بس یہی دور ہے، آباء و اجداد کی پیروی اور خواہشاتِ نفس کی اتباع -

میں ان دونوں باتوں کو ایک ایک مثال سے واضح کرتا ہوں، آپ خود فرمائیں۔
غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز گاؤں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر جگہ درست ہے، اخاف کہتے ہیں جمعہ کے لئے قریہ کبیرہ (جس میں شہر کے اوصاف پائے جاتے ہوں) یا شہر کا ہونا ضروری ہے، اب دیکھئے غیر مقلدین کا استدلال یہ ہے کہ پہلا جمعہ جو انہیں پڑھا گیا تھا جو قریہ یعنی گاؤں تھا (۱) غیر مقلدین اسی بات پر جم گئے اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کی دعوت دینے لگے، حالانکہ غیر مقلدین اگر قرآن میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے لئے اخاف نے جشہر یا شہر ہی اوصاف والے بڑے قریہ کی شرط لگائی ہے اس کا اشارہ خود قرآن میں ہے، جمعہ والی آیت قرآن میں آپ پڑھئے وہ یہ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُعِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَاذْهَبُوا إِلَى الْمَلَاوَةِ فَاَنْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ -**

یعنی اے ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تم کو پکارا جائے تو تیزی دکھلاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور خریدنا بیچنا چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیلو اور اللہ کی روزی کی طلب میں لگو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا حکم شہر والوں کو دیا جا رہا ہے اس لئے کہ تجارت اور کاروبار اور روزی کا تلاش کرنا یہ سب شہر میں ہوتا ہے۔

(۱) جو انہیں گاؤں تھا کہ اس کا حکم شہر کا تھا، اس وقت ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔

دیہات میں نہیں، مگر غیر مقلدوں کو قرآن کا یہ واضح اشارہ سمجھ میں نہیں آیا، اور انھوں نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جن کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، اور جو اشارہ قریہ یعنی دیہات تھا بآپ دادا نے یہی سکھلایا تھا اسی پر جم گئے اور جمعہ کی نماز گاہوں میں پڑھنے کی دعوت دینے لگے۔

اور جب احناف نے یہ کہا کہ جو بات امام ابو حنیفہ کہہ رہے ہیں وہی بات خلیفہ راشد حضرت علی بھی فرماتے ہیں، تو غیر مقلدین کے سب سے بڑے مجدد میاں صاحب محدث نے حضرت علی کے خلاف یوں گہرا فحاشی کی۔

حضرت علی کا یہ قول لا تشیخ ولا جمعة الا فی مصر جامع (یعنی جمعہ اور جمعہ کی نماز صرف مصر جامع میں جائز ہے) صحیح قول ہے، ابن حزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کے اس قول سے محنت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ تذیریہ ص ۵۱۲)

یعنی حضرت علی تو جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر کے ہونے کو ضروری قرار دیں، اور میاں صاحب حضرت علی کی اس بات کا انکار کریں، حالانکہ خود ان کو اعتراف ہے کہ حضرت علی کا یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے، یہ ہے غیر مقلدین کا خلفائے راشدین اور قرآن کے ساتھ طرز عمل۔

یہ تو ان کی مثال تھی کہ غیر مقلدین احکام کے بیان میں قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے اور رہا یہ کہ غیر مقلدین احکام شریعہ کے بیان میں خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، تو اس کا تماشا ہمیں رفع یدین کے مسئلہ میں دیکھنے کو ملتا ہے، ان کا ایک عالم کہتا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں عمل سنت ہیں۔ (فتاویٰ تذیریہ) اور ایک کہتا ہے کہ رفع یدین سنت ہے مگر جو

اس کا تارک ہو اس کو لامت نہیں کی جائے گی۔ (الروضة الندیہ) اور مفتی عبدالستار صاحب رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۶۶) اور یہی بات حکیم مہادی صاحب بھی کہتے ہیں۔ (مہلوة الرسول) اور غیر مقلد نواب حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرة العینین) ایک صاحب

فرماتے ہیں کہ جو رخصت میں چھوڑے گا وہ سخت گنہگار ہوگا (عبد الستار روپڑی)
 غرض آج اسلام پر صدیاں گزر گئی ہیں مگر یہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے غیر مقلدین
 رخصت میں کے بارے میں بھی فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر شریعت اسلامیہ میں رخصت میں کا واقعی
 حکم کیا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔
 اور یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ان میں کا ہر شخص مجتہد ہونے کی ہوس رکھتا ہے، اور کتاب
 و سنت کی واقعی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کا تابع ہے، ائمہ دین کی تعلیم سے اس
 کو عار ہے، بڑوں کی اتباع اس کی جان پر شاق ہے۔ اور سب سے بڑی اس کے ساتھ آفت
 یہ ہے کہ وہ جہل مرکب کا گرفتار ہے، کتاب و سنت سے جا ہٹاؤ مگر دعویٰ یہی ہے کہ وہی کتاب
 و سنت کا سب سے بڑا عالم ہے۔

(جاری)

ہر شخص کو ادا خود دین میں متسلب، پختہ اور مضبوط ہونا چاہئے۔ احکام الہی ہر عمل کرنے والے اور دوسروں
 تک پہنچانے میں کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی دینی کام میں کسی کی مروت و تعلقات کی
 پروا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا لائق، محبت و تعلق رکھنے والا کون ہے جس کیلئے احکام الہیہ کو
 ترک کیا جائے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

محمد اجمال مفتاحی

محمد اجمال مفتاحی

ظہیر ازی

خارِ سِلَافِیت

سوانح عمریاں کا لکھنا حکمِ علیکم بسنتی و سنتُ الخلفاء
الراشدین

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ، یہ مولانا عبد السلام مبارکپوری کون بزرگ ہیں ؟

باپ - بیٹا ، تم مولانا عبد السلام مبارکپوری کو نہیں جانتے ، ان کی کتاب سیرۃ البخاری کا پوری جماعت اہل حدیث میں چرچا ہے ، بڑے قابلِ عالم تھے ، مولانا عبید اللہ مبارکپوری شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے والد تھے ۔

مولانا عبد الرحمن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فائق شاگرد تھے ،

لاکھوں الفتیاء کا انھوں نے یادگار ترجمہ کیا ہے ، ایک قوم بے دھڑک قیاس پر

قویٰ دیتی تھی ، (سیرۃ البخاری ص ۲۹۵) اور انھوں نے یہ نیا انکشاف فرمایا ہے کہ بخاری

پر عمل کرنے والے بانیس کڑور نفوس ہیں ص ۲ اور انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی محدث

کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا مومنوع لکھنا مسائل اجتہادیہ میں داخل نہیں ہو سکتا ص ۲۴۶

بیٹا - اس کا کیا مطلب ہوا اباجی ؟

باپ - مطلب بالکل صاف ہے کہ محدث کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع کتاب و سنت کی صریح نصوص کی روشنی میں کہتا ہے۔

بیٹا - تو اباجی یہ تو بڑے قابل اور بڑے فاضل مولانا صاحب تھے، انھوں نے امام بخاری پر سیرۃ البخاری لکھنے کیلئے بھی نص صریح دریافت کر لی ہے فرماتے ہیں۔

محدثین نے آنھنوں کے جانشینوں کی بھی صحیح صحیح سوانح عمریاں حکم علیہ کو

بسنتی وسنة الخلقاء الراشدین جمع کر دیں، ص ۳۲

امام بخاری کی سوانح عمری بھی اس نص صریح کے بموجب مولانا عبدالسلام نے لکھی ہے۔

باپ - جی بیٹا، ہمارا چلنا پھرنا لکھنا پڑھنا سب نص صریح سے ہوتا ہے۔

بیٹا - اباجی، سوانح عمریاں لکھنے کے لئے دنیا کے کس محدث نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے؟

باپ - بیٹا ہم لوگ حدیث پر عمل کرنے کیلئے ادھر ادھر نہیں دیکھتے، بس نص صریح ملی اور دعائیں سے اس پر عمل کیا۔

بیٹا - حنفیہ تو کتاب و سنت پر دعائیں سے عمل نہیں کرتے وہ تو بہت سوچ و بچار کے بعد

عمل کرتے ہیں، ایسا کیوں اباجی؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری کا دلچسپ ترجمہ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - اباجی سیرۃ البخاری والے مولانا عبدالسلام مبارکپوری بڑے قابل مولانا صاحب تھے؟

باپ - جی بیٹا - بہت بڑے قابل تھے ان کی قابلیت پر ان کی شاہکار تصنیف سیرۃ البخاری

روشن دلیل ہے۔

بیٹا - جہاں اباجی، مجھے بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ بڑے قابل مولانا تھے تبھی تو انھوں نے اس عبارت

کا وہی حکایت مشہور آلا فی کتب اصحابنا کا ترجمہ کیا ہے۔
 یہ قصہ صرف ہماری (حقیقوں) کی کتابوں میں مشہور ہے۔ لیکن اس کا ناقلاً دنیا
 کا کوئی مؤرخ نہیں حالانکہ امام بخاری کی سوانح عمری مختصر اور مطولاً سوسے بالا
 کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ اباجی اس مختصر عبارت کا اتنا لنبا چوڑا وسیع و عریض
 ترجمہ وہی کر سکتا ہے جو بہت بڑا قابل ہو۔

باپ۔ بیٹا یہ عربی عبارت کہاں ہے اور اس کا ترجمہ مولانا اتنا وسیع و عریض کس
 کتاب میں کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی اسی اپنی شاہکار تصنیف سیرۃ البخاری میں کیا ہے ۹۷ کھول کر دیکھ لیجئے۔
 کیوں اباجی آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے، کیا یہ ترجمہ غلط ہے۔ مولانا کی شاہکار
 قابلیت کا شاہکار ترجمہ نہیں ہے؟

باپ۔ بے نہیں بیٹا۔

امام بخاری کا ایک دلچسپ ملفوظ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی اللہ والوں کی سوانح عمریاں پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، اللہ والوں کی سوانح عمریاں پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اخلاق
 سنورتے ہیں اور دین کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

بیٹا۔ اباجی سوانح عمریاں لکھنے والے صاحب سوانح کے ملفوظات بھی لکھا کرتے ہیں، اس
 سے بھی ایمان تازہ ہوتا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، اللہ والوں کے ملفوظات مستقل درس اصلاح ہوتے ہیں بڑے بڑے نکتے
 ان سے حل ہوتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری
ہمارے شیخ الحدیث صاحب نے لکھی ہے ؟

باپ۔ جی میا، بڑی شاہکار تصنیف ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے مولانا عبدالسلام صاحب نے اس شاہکار تصنیف میں امام بخاری
کے ملفوظات بھی نقل کئے ہوں گے تو ہیں امام بخاری کا دل و دماغ روشن کرنے
والا ایمان و یقین بڑھانے والا، علم و معرفت کو جلا دینے والا، سیرت و اخلاق کو
سنوارنے والا اس کتاب سے کوئی ایک ملفوظ سناد بیچئے۔

باپ۔ مولانا عبدالسلام صاحب نے امام بخاری کا اسی نوعیت کا ایک بڑا دلچسپ ملفوظ
نقل کیا ہے، پورے قصہ کے ساتھ اس کو سن لو مزہ آجائے گا۔ دل و دماغ بھی
روشن ہوگا، ایمان و یقین بھی بڑھے گا اور عالم بالا کی سیر بھی ہونے لگے گی۔ مولانا
عبدالسلام صاحب لکھتے ہیں :

”قاضی ولید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جب میری عزیز عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا
تو مجھے علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، اس وقت امام بخاری کا عالم میں غلغلہ
تھا..... میں نے حاضر ہو کر امام صاحب سے اپنے دلی مقصد کا
اظہار کیا امام صاحب نے میری درخواست سن کر فرمایا۔ یا بنی لا تدخل
فی ما لا بعد معرفۃ حدودہ والوقوف علی مقادیرہ یعنی پیار
صاحبزادے کسی کام میں ہرگز ہاتھ مت لگاؤ جب تک اس کے حدود اور اس کے
مقادیر سے واقفیت نہ حاصل کر لو۔ پھر فرمایا۔

واعلم ان الرجل لا یصیر محدثاً کاملًا فی حدیثہ الا بعد ان
یکتب اربعاً مع اربع کا ربیع مثل اربع فی اربع عند اربع بار ربیع علی
اربع عن اربع لاربیع۔

بیٹا۔ اباجی مجھے امام بخاری کا ملفوظ سنائیے یہ آپ کو نسا منتر پڑھ رہے ہیں مجھے ہول ہو رہا ہے۔

باپ - بیٹا یہ امام صاحب کا عالم بالاکم پہنچانے والا دل و دماغ روشن کرنے والا عرش بریں کی سر کرنے والا محفوظ ہے، تم کہہ سکتے ہو کہ ہمارے پورا محفوظ سنو ابھی تو بہت کچھ باقی ہے، فرماتے ہیں۔

وکل هذه الرباعيات لا تتم الا بارب مع اربع فاذا تمت له كلها هان عليه اربع وابتلى بارب فاذا صبر على ذلك اكسبه الله بارب و اصابه في الاخرة بارب۔

بیٹا - اباجی خدا کے لئے بس کیجئے، میرے پیٹ میں ٹرور ہو رہا ہے میں ذرا نارغ ہونے جا رہا ہوں۔

باپ - بیٹا کیا تمہیں عالم بالا کی سیر نہیں ہو رہی ہے، دل و دماغ روشن نہیں ہو رہا ہے۔
بیٹا - اباجی کچھ نہیں ہو رہا ہے امام بخاری کا یہ محفوظ سن کر صرف پیٹ میں ٹرور ہو رہا ہے اور نارغ ہونے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

اباجی یہ امام بخاری جیسے محدث کا قطعاً محفوظ نہیں ہو سکتا، بیان پر انفرادی امام بخاری گفتار و کردار میں اللہ کے رسول کے سچے متبع تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی معجزہ والی زبان میں گفتگو نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری جیسا عاشق رسول شیعہ سنت بھلائیہ کا، سنوں والی زبان میں اپنے کسی شاگرد سے کیوں گفتگو کرے گا، دیکھئے نا اباجی اس محفوظ کا اردو ترجمہ یہ ہو گا۔

تم جانو کہ آدمی کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار کو چار کے ساتھ نہ لکھے چار کہ طرح چار کے مثل چار میں، چار کے نزدیک چار کے ساتھ، چار پر چار سے چار کیلئے۔

اور یہ تمام چار چار پورے نہیں ہوں گے مگر چار چار کے ساتھ پھر جب یہ سب پورا ہو جائے گا تو اس پر چار آسان ہو گا اور چار میں وہ مبتلا ہو گا پھر جب وہ اس پر صبر کرے گا تو چار سے اللہ اس کو معزز کرے گا اور آخرت میں چار سے مالا مال کرے گا۔
اباجی میں نہیں مان سکتا کہ یہ امام بخاری کا محفوظ ہو گا، معلوم نہیں کیوں ہم دعویٰ

تو کرتے ہیں غیر مقلد ہونے کا مگر تقلیدی ذہنیت ہم پر چھائی رہتی ہے، جس نے کچھ کھدایا اور اس میں کہیں سے بھی فقہ اور فقہاء کی برائی اور تنقیص کا کوئی پہلو نظر آیا پس ہم نے اس کو جھٹ سے نقل کر دیا، خواہ وہ بات عقل سے کتنی بھی دور ہو۔

باپ۔ بیٹا اس میں فقہ اور فقہاء کی برائی کا ذکر کہاں ہے؟

بیٹا۔ اباجی، یہ ملفوظ اسی لئے نقل ہی کیا گیا ہے کہ اس کے آخرین فقہ اور فقہاء کی تنقیص و مذمت

کا پہلو نکلتا ہے، ورنہ مولانا عبدالسلام صاحب اتنے نا سمجھ نہ تھے کہ یہ اول قول قسم کا امام بخاری کے نام پر موضوع و من گھڑت ملفوظ نقل کرتے۔ دیکھئے اس کے آخرین ملفوظ کا آخری ٹکڑا یہ ہے۔ فان لم تطلق احتمال المشاق كلها فحليك بالفقه الذي

يمكنك تعلمه وانت في البيت قارسا کن لا يحتاج الى بعد الاسفار و

وطى الآبار وركوب البحار وهو مع ذامرأه الحديث

یعنی حدیث حاصل کرنے کے لئے اگر ان تمام مشقتوں کو برداشت نہیں کر سکتے ہو تو تم فقہ حاصل کرو، جس کا سیکھنا تمہارے لئے گھربٹھے ممکن ہے، فقہ سیکھنے میں تم کو نہ دور دراز کے سفر کی ضرورت ہوگی اور نہ چشموں سے گزرنا ہوگا ورنہ سمندروں پر سوار ہونا ہوگا اور علم فقہ باوجود سہل المصوب ہونے کے وہ حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔

مولانا عبدالسلام صاحب اس ملفوظ کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک حدیث کا علم حاصل کرنا بڑی محنت و مشقت کا کام ہے اور فقہ تو بچوں کا کھیل ہے گھربٹھے اور اور بلا کسی محنت کے حاصل ہو سکتا ہے اس طرح علم حدیث کو علم فقہ پر فضیلت حاصل ہے۔

اباجی ہمارے علماء فقہ اور فقہاء کے اتنے دشمن کیوں بنے رہتے ہیں کہ امام بخاری کی طرف بھی ایسا ملفوظ منسوب کرنے سے باز نہیں آتے جس سے امام موصوف کی شان گھٹتی ہو؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ترجمہ میں مولانا عبدالسلام صاحب کی بددیانتی اور امام شعبہ محدث پیر زبردست حملہ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - امام شعبہ یہ کون محدث ہیں ؟

باپ - بیٹا، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست محدث تھے، ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا شیخ تھے، بخاری شریف و سلم شریف میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں، ان کے بارے میں ہمارے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

امام شعبہ، ثقہ ثبت متقن تھے، سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے اور امام احمد بن حنبل علم حدیث میں ان کو ایک پوری امت کے درجہ میں رکھتے تھے - (مہذب ۱/۲۱۱ صفحہ ۱۲۱)

بیٹا - مگر اباجی وہ تو شکی تھے یعنی حدیث میں ان کو بڑا شک ہوتا تھا بھلا حدیث میں جس کو بڑا شک ہو وہ ثقہ ثبت، متقن جیسے اونچے اوصاف کا کیسے مستحق ہوگا اور اس کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب کیسے دیا جاسکے گا؟

باپ - بیٹا کس جاہل نے ان کو شکی بتلایا ہے؟

بیٹا - اباجی مولانا عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے، دیکھئے امام بخاری کی مقبلیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ، کوئی امام بخاری سے کتابین لانا غلط شعبۂ، یعنی شعبہ الشاک کی غلطیاں ہم سے بیان کر دیجئے - (مشکوٰۃ سیرۃ البخاری)

باپ - بیٹا مگر اس عزلی عبارت میں تو کہیں الشاک کا لفظ نہیں ہے؟ مولانا نے یہ لفظ اپنی طرف سے کیوں بڑھا دیا؟

بیٹا۔ تو کیا مولانا نے عربی عبارت کے ترجمہ میں خیانت کی ہے؟

باپ۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری اہلحدیث جماعت کے بہت بڑے عالم ہیں ان کے بارے میں اس طرح کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

بیٹا۔ تو اباجی آخر ہمارے مولانا صاحب نے امام شعبہ کو تشکی کا لقب کیوں دیا اور عربی عبارت کے ترجمہ میں جو لفظ نہیں ہے اس میں اپنی طرف سے التباک کا لفظ ان کے نام کے ساتھ کیوں بڑھا دیا۔ یہ ترجمہ میں خیانت نہیں ہے تو کیا ہے؟

اباجی مجھے تو سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کو امام شعبہ سے کوئی نہ کوئی چر ضروری ہے، ورنہ وہ ایسے زبردست محدث پر ترجمہ میں خیانت کر کے ایسا زبردست حملہ نہ کرتے۔

باپ۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات صحیح ہو، کبھی کبھی ہمارے علماء پٹری سے اتر بھی جاتے ہیں۔ بیٹا۔ اباجی اگر مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی بات صحیح ہے کہ امام شعبہ شاک یعنی حدیثوں میں شک کرنے والے تھے تو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان کی سیکڑوں حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں؟ اباجی اس طرح کی باتوں سے تو صحیح بخاری سے اعتماد ختم ہوتا ہے اور منکرین سنت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے ان باتوں کو کیوں نہیں سوچا؟

اباجی امام بخاری اور ان کی کتاب کے ساتھ یہ دوستی ہے یا دشمنی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ جمن کا پراٹھا اور سوکھی روٹی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن کے ہاتھ میں پراٹھا ہے مگر وہ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں۔

باپ - ایسا کیوں بیٹا، ففیلتہ شیخ جن کو تو پراٹھا بہت پسند ہے، وہ جب بھی ہمارے یہاں ناشتہ پر آئے پراٹھے ہی کا مطالبہ کیا اور تمہاری اسی پیاری کو پراٹھا پکاتے پکاتے پسینہ پسینہ ہو جانا پڑتا ہے۔

بیٹا - اباجی مگر یہ واقعہ ہے مجھے خود تعجب ہے کہ پراٹھا ان کے ہاتھ میں ہے اور کھا رہے ہیں سوکھی روٹی، اور دوسرے کو بھی یہ پراٹھا نہیں دیتے۔

باپ - بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح واسطہ سے ان کو یہ پراٹھا نہیں ملا ہے کچھ شبہ ہوگا۔ شیخ جن بڑے متقی و پرہیزگار آدمی ہیں۔

بیٹا - اباجی ان کو پراٹھا شیخ کلو سے ملا ہے، اور شیخ کلو کو شیخ زعفرانی سلفی سے اور ان کو ملاطیانی سلفی سے اور ملاطیانی سلفی کو پی ایچ ڈی، عجمانی سلفی نان ہائی کی دوکان سے اور یہ سب راستے معتبر ہیں، شیخ عجمانی سلفی نان ہائی خالص دیسی گھی میں پراٹھا تیار کرتے ہیں۔

باپ - یہ سب راستے بالکل معتبر ہیں اب اس کے بعد بھی شیخ جن پراٹھا نہیں کھاتے تو اس میں کوئی نہ کوئی علت قادمہ ہوگی، جس کی وجہ سے شیخ جن نہ خود پراٹھا کھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو دیتے ہیں کہ وہ کھالے۔

بیٹا - اباجی مجھے تو شیخ جن کے اس عمل سے دور کی کوٹری سوچھ رہی ہے حکم ہو تو آپ کو بھی سمجھاؤں۔

باپ - ضرور سمجھاؤ بیٹا۔

بیٹا - اباجی آئین بالجہر والی حدیث صحیح سند سے حضرت سفیان نقل کرتے ہیں، حدیث صحیح ہونے کے باوجود حضرت سفیان اس کے اوپر عمل نہیں ہے۔ بلکہ ان کا مذہب آہستہ آہستہ آئین کہنے کا ہے۔ اور ہمارے نزدیک آہستہ آئین والی حدیث ضعیف ہے، تو حضرت سفیان ثوری کا صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کرنا بھی بلا وجہ نہیں ہو سکتا اس میں بھی کوئی نہ کوئی علت قادمہ ہوگی جس طرح شیخ جن کا سوکھی روٹی کھانا اور صحیح واسطوں سے

حاصل کیا ہوا پراٹھا نہ کھانا بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔

باپ - بیٹا تم تو بہت دور کی کوڑی لائے، تمہاری بات ہم اہلحدیثوں کے لئے بہت تابل
خور ہے، یقیناً امیر المومنین فی الحدیث سفیان ثوری کے نزدیک اس صحیح حدیث کو
چھوڑنے کی کوئی نہ کوئی معقول وجہ ضرور ہوگی، ورنہ ان کی عدالت ہی ساقط ہو جائیگی
اسلئے کہ بلا کسی معقول وجہ کے صحیح حدیث کا ترک کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، جبکہ محدث
خود اس کو روایت بھی کرے۔

بیٹا تم کو یہ دور کی کیسے سوچ گئی؟

بیٹا - اباجی بس یہ آپ ہی کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے سال بھر کیلئے دارالعلوم دیوبند
حدیث پڑھنے کیلئے بھیج دیا تھا، ورنہ اگر جامعہ سلفیہ ہی میں رہ جاتا تو پی ایچ ڈی
میں جانی اور علامہ بکرائی کی صف کا آدمی ہوتا۔
دیوبند والوں کو دور کی کوڑی کیسے سوچ جاتی ہے اباجی؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین اور فرشتوں کی مخالفت

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - شیخ جنم اپنے گھر میں ہیں اور منہ پھلائے بیٹھے ہیں۔

باپ - شیخ جنم کو کیا ہو گیا ہے بیٹا وہ تو ہر وقت ہنسنے ہنسلنے والے آدمی ہیں۔

بیٹا - وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے بخاری میں آئین والی حدیث پڑھی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ہم سلفی لوگوں کی آئین کہنے سے مغفرت نہیں ہوتی ہے اور حنفیہ سر آئین کہتے
ہیں تو ان کی مغفرت ہو جاتی ہے، جنم نے بخاری کی یہ حدیث پڑھی ہے۔
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الصالحین کہے تو تم آمین کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے پہلے والے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (بخاری)
 باپ - بیٹا جب فرشتے آمین کہتے ہیں تو ہم لوگ بھی تو آمین کہتے ہیں تو ہمارے گناہ کیوں نہیں معاف ہوں گے؟

بیٹا - اباجی میں نے شیخ جن جن کو یہ بتلایا تھا مگر وہ مانتے نہیں کہتے ہیں کہ ہم سلفی لوگ فرشتوں کی مخالفت کرتے ہیں تو ہمارے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ
 (۱) فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں زور سے نہیں آج تک کسی نے فرشتوں کی آمین نہیں سنی ہے اگر فرشتے زور سے آمین کہتے تو ان کی آمین ہم لوگ بھی سنتے۔

(۲) اور ان کا کہنا ہے کہ فرشتے بلا سورہ فاتحہ پڑھتے آمین کہتے ہیں اور ہم غیر مقلد مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتے ہیں، حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ فرشتے بھی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

تو جب دودر جبکہ ہم غیر مقلد سلفی لوگ فرشتوں کی مخالفت کریں گے تو فرشتوں کی موافقت کہاں ہوئی، مخالفت کرنے پر نہیں فرشتوں کے ساتھ موافقت کرنے پر گناہ کے معاف ہونے کا وعدہ ہے۔

شیخ جن جن کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث پر اخاف عمل کرتے ہیں، وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بھی نہیں پڑھتے اور آمین بھی زور سے نہیں کہتے ہیں تو ان کی آمین تو فرشتوں سے موافقت رکھتی ہے اور ہمارے آمین کہنے میں فرشتوں کی مخالفت ہے۔

باپ - بیٹا شیخ جن جن کی بات تو دل کو بڑی لگتی ہے۔

بیٹا - شیخ جن جن کو بخاری شریف کا صرف ترجمہ پڑھ کر اتنی زور کی سوجھ جاتی ہے اور ہمارے پی ایچ ڈی لوگ بدھو کے بدھو رہتے ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے اباجی؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

آین کہنے میں غیر مقلدین کی مدینہ والوں سے مخالفت

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ہمارے علماء کہتے ہیں کہ آنحضور کے زمانہ میں اتنے زور سے آئین کہی جاتی تھی کہ مسجد گونج جاتی تھی۔

باپ - جی بیٹا، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے، ہمارا زور سے آئین کہنا بالکل حدیث کے موافق ہے۔
بیٹا - تو اباجی جب مسجد آئین سے گونج جایا کرتی تھی تو مسجد نبوی آئین سے کیوں نہیں گونجتی تھی؟

باپ - وہ بھی گونجتی تھی بیٹا۔

بیٹا - تو اباجی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو خاص مدینہ منورہ والے تھے ان کو یہ گونج کیوں نہیں سنائی دیتی تھی، ان کا مذہب تو یہ ہے کہ زور سے آئین کہنا مکروہ ہے اور آئین کے بارے میں حافظ ابن البر جیسا محدث امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے صاف لکھتا ہے۔
فاذا فرغ منها قال آمین سراً (الکافی ج ۲) یعنی سورہ فاتحہ سے فارغ ہو کر نمازی آئین کو آہستہ سے کہے گا۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ مسجد نبوی آئین سے گونجتی تھی تو اس کا پتہ امام مالک کو کیوں نہیں چلا؟

باپ - بیٹا حدیث کو دیکھو امام مالک کو مت دیکھو۔

بیٹا - کیوں اباجی امام مالک ۱ ہجری حدیث نہیں تھے کیا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا

جمن کی صحیح سوچ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی شیخ جن کو شیخ کلونے بڑی شکل سے سلنی بنایا تھا اور ان کو حدیث کی ترجمہ والی کتابیں پڑھنے کو دی تھیں۔

باپ - ہاں بیٹا شیخ کلونے بڑی محنت کی تھی، شیخ جن کو اپنی جماعت کا امیر ہم لوگوں نے اسی لئے بنایا تھا کہ وہ سلفیت کے پلیٹ فارم نیچے نہ اتریں، کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟

بیٹا - بڑی خاص بات ہو گئی اباجی شیخ کلونے حدیث کا ترجمہ پڑھ کر سلفیت کے پلیٹ فارم سے نیچے اترنے لگے ہیں اور دوبارہ حنفیت اختیار کرنے کا ارادہ بنائے ہوئے ہیں۔

باپ - بیٹا انھوں نے کون سی حدیث پڑھ لی؟

بیٹا - اباجی وہ ابن ماجہ میں زور سے آئین والی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں :

”لوگوں نے آئین کو چھوڑ دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب غیور المعصوب علیہم ولا الضالین کہتے تھے تو آئین کہتے تھے، جس کو پہلی صف والے سنتے تھے پھر سجد آئین سے گونج جاتی تھی“

شیخ جن فرماتے ہیں کہ بقول حضرت ابو ہریرہ جب تمام صحابہ نے زور سے آئین کہنے کو چھوڑ دیا تھا تو اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ زور سے آئین کہنا بطور سنت نہیں تھا، ورنہ اجماعی طور پر تمام صحابہ کرام زور سے آئین کہنے کو کیوں چھوڑتے۔ صحابہ کرام کے بارے میں یہ سوچا نہیں جاسکتا ہے کہ وہ کسی سنت کو اجماعی طریقہ پر چھوڑ دیں گے۔

اباجی شیخ جن کہتے ہیں کہ ہمارے علماء ہیں مگر یہ کہتے ہیں صحیح بات نہیں بتلاتے۔ اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور آنحضور کا عمومی علی سرائین کہنے کا تھا، زور سے نہیں۔ زور سے کبھی کبھار کہا گیا ہو گا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ امام اور مقتدی کو سورہ فاتحہ کے بعد آئین کہنی چاہئے۔

باپ - بیٹا شیخ جن کی سوچ تو صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بیٹا - اباجی شیخ جن تو حدیث کا ترجمہ پڑھ کر صحیح سوچ لیتے ہیں مگر ہمارے پی ایچ ڈی لوگ

کیوں بھٹکے رہتے ہیں۔

باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

شیخ بدہد نے جامعہ سلفیہ کی فضا کو تقلید آلود کر دیا

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ہم لوگ امام کے پیچھے فجر میں مغرب کی دو رکعت میں اور عشاء کی دو رکعت میں زور سے آئین کہتے ہیں، ظہر کی چار رکعت میں، عصر کی چار رکعت میں اور مغرب کی ایک رکعت میں اور عشاء کی دو رکعت میں آہستہ آہستہ آئین کہتے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا۔ ہم لوگوں کا ایسا ہی عمل ہے، جو حدیث میں ہوتا ہے اس پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں۔
بیٹا۔ اباجی ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں آنحضورؐ کا یہ حکم ہو کہ مقتدی چھ رکعت میں زور سے آئین کہیں گے اور بقیہ رکعت میں آہستہ سے، شیخ جن کو اس حدیث کی تلاش ہے۔
باپ۔ بیٹا ایسی تو کوئی حدیث نہیں ہے جس میں آنحضورؐ کا یہ حکم ہو کہ مقتدی چھ رکعت میں زور سے آئین کہیں اور بقیہ رکعتوں میں آہستہ سے آئین کہیں۔

بیٹا۔ اباجی اچھا وہ حدیث تو ضرور ہوگی جس میں صحابہ کرام کا عمل ہوگا کہ وہ چھ رکعت میں زور سے آئین کہتے تھے اور بقیہ رکعتوں میں آہستہ سے آئین کہتے تھے، شیخ جن کا اس سے بھی کام چل جائے گا۔

باپ۔ بیٹا میرے علم میں تو ایسی کبھی کوئی حدیث نہیں ہے جس میں صحابہ کرام کا اس طرح کا عمل ذکر کیا گیا ہو۔
بیٹا۔ اباجی بخاری، مسلم میں نہ ہوگی مگر حدیث کی کسی بھی کتاب میں تو ہوگی؟

باپ۔ بالکل نہیں حدیث کے ذخیرہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ ایک دفعہ شیخ بدہد کو بھی ضرورت پڑ گئی تھی بہت تلاش ہوئی مگر اس طرح کی نہ توئی حدیث ملی اور زہد، جامعہ سلفیہ کے محدثین بھی تنگ آ گئے تھے اور انھوں نے شیخ بدہد کا جامعہ میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا تھا۔

بیٹا - کیوں اباجی؟ شیخ ہدہد کا داخلہ کیوں بند کر دیا گیا -
 باپ - جامعہ سلفیہ والوں نے کہا کہ ان کے آنے سے جامعہ کی فضا تقلید آلود ہو جاتی ہے -
 بیٹا - اباجی، احادیث کی تلاش میں جامعہ سلفیہ کی فضا کیوں تقلید آلود ہو جاتی ہے؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا -

حدیث میں تین طرح سے آئین کہنا آیا ہے

بیٹا - اباجی
 باپ - جی بیٹا
 بیٹا - اباجی ابکار المنن کس کی کتاب ہے؟
 باپ - بیٹا ابکار المنن کس کی کتاب ہے تم کو معلوم نہیں۔ سلفی ہو کر کے اس کتاب سے ناواقف ہو، جو اس کتاب سے ناواقف ہوگا وہ سلفی نہیں اور جو سلفی ہوگا اس کتاب سے ناواقف نہ ہوگا۔ یہ تقلید شکن، حقیقت شکن کتاب علامہ محدث عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟
 بیٹا - مجھے اس کتاب میں اس عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آ رہا ہے -
 ان وائل بن حجر سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان
 آمین مرقۃ، وفی بعض الاحیان ثلاث مرات وفی بعض الاحیان اللہم
 اعف علی آمین - ۶۱۲

باپ - بیٹا بات یہ ہے کہ وائل بن حجر صحابی سے آئین کے بارے میں تین طرح کی بات منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین ایک دفعہ ہی دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین تین مرتبہ ہی اور تیسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہم اعف علی آمین کا جملہ کہا یہ تینوں روایتیں حضرت وائل بن حجر ہی سے ہیں، ایک ہی صحابی ایک ہی مسئلہ میں تین طرح کی روایت

کہتا ہے تو اخاف کو اعتراض ہو کہ وائل بن حجر کی روایتوں میں اضطراب ہے اسلئے
یہ قابلِ عمل نہیں تو ہمارے محدث مبارکپوری صاحب اخاف کو بتلاتے ہیں کہ تینوں
روایتوں میں جمع کرنا ممکن ہے اور یہ تینوں روایتیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں، آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دفعہ زور سے آئین کہی، کبھی تین دفعہ زور سے آئین کہی
اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح آئین کہی اللہم اغفر لی آمین، اس طرح تینوں
روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی جب زور سے آئین کہنے کے یہ تینوں طریقے آنحضور سے ثابت ہیں تو ہم لوگ آئین
کے صرف ایک ہی طریقہ پر کیوں عمل کرتے ہیں، ہم سلفی لوگ ان تینوں روایتوں پر کیوں
عمل نہیں کرتے۔؟

باپ۔ ہمارے بڑے اسی طرح سے کرتے آئے ہیں جس طرح ہم لوگ کرتے ہیں آئین زور سے
صرف ایک دفعہ کہی جائے گی اور صرف آئین کا لفظ کہا جائے گا اللہم اغفر لی نہیں کہا جائے گا۔
بیٹا۔ اباجی۔ حدیث میں جو طریقہ آیا ہے، سنت وہ ہوگا یا ہمارے باپ دادا کا عمل سنت
ہوگا۔ باپ دادا کی پیروی کرنا اودان کی تقلید میں سنت والا طریقہ چھوڑ دینا یہ مقلدیت
ہے یا غیر مقلدیت، شرک ہے یا توحید؟

باپ۔ بیٹا مجھے نیند آ رہی ہے۔

بیٹا۔ کیوں اباجی۔

باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمال مفتاحی

بنگلہ دیش کا ایک سفر

عید کا دوسرا روز تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ سے فون ہے علیک سلیک کے بعد کہا گیا کہ میں عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ مزید تعارف میں بتلایا کہ میں بنگلہ دیش کا ہوں۔ دارالعلوم دیوبند کا فارغ ہوں، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مبنی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی ہے، اور یہ کہ بنگلہ دیش میں سلفیوں نے بڑا شر و ہنگامہ مچا رکھا ہے، ہم لوگ بنگلہ دیش ڈھاکہ میں علماء کا اجتماع کرنے جا رہے ہیں۔ یہ اجتماع سترہ اٹھارہ جنوری کو ہوگا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کا تعارف کرایا گیا، آپ کی کتابیں اور زمزم دیکھنے کا موقع ملا، ہماری خواہش ہے کہ آپ اس اجتماع میں شریک ہوں، پاکستان سے مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ بھی تشریف لائیں گے، اگر آپ ذہنی طور پر تیار ہوں تو میں پھر دوبارہ فون کر دوں گا، اس پر گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کے دو روز بعد پھر فون آیا اب کی دفعہ معلوم ہوا کہ مکہ والے صاحب، دبئی پہنچ گئے ہیں، اور وہاں سے انھوں نے حسب وعدہ دوبارہ رابطہ قائم کیا ہے۔ میں تھوڑے سے تردد کے بعد اس دور رس فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے یہ سفر کرنا ہے، چنانچہ میں نے سفر کے لئے آمادگی ظاہر کر دی، اور یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کا انتظام آپ خود کرائیں گے، چنانچہ دہلی میں انھوں نے اپنے ایک متعارف کا نام لیا کہ وہ آپ کے سفر کے سارے انتظام کے ذمہ دار ہوں گے، ان کا فون نمبر دیا کہ آپ ان سے رابطہ قائم کر لیں میں ان سے فون پر بات کر رہا ہوں۔

دہلی میں جن صاحب کا نام لیا ان کا نام ایسا قریشی ہے، فون پر ان سے گفتگو ہوئی تو

اندازہ لگا کہ بہت زندہ دل قسم کے آدمی ہیں اور سراپا اخلاق ہیں ، پھر بعد میں راز کھلا کہ ایسا قریشی صاحب حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے دہلی میں میزبان خاص ہیں اور حضرت کا قیام دہلی میں انھیں کے یہاں ہوتا ہے ، پھر ایسا قریشی صاحب نے پورے سفر کا انتظام جس اہتمام سے کیا اور اپنی اس ذمہ داری کو جس خلوص و محبت سے نبایا اس کا اثر طبیعت پر اب تک ہے ، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا کرے ، واقعہ یہ ہے کہ اگر ان کا بھرپور تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ سفر ممکن نہیں تھا۔

بہر حال ان سے مجھے یہ اطلاع ملی کہ ۱۵ جولائی کا دیرالگ گیا اور آپ کو ۴ اگست دہلی پہنچ جانا ہے ، صبح ساڑھے نو بجے فلائٹ ہے ، میں نے ۴ جولائی کا دہلی کا ریزرویشن کرایا اور پندرہ کو دہلی پہنچ گیا ، پندرہ ہی کو مغرب بعد دریا گنج میں واقع ایسا قریشی صاحب کے گھر پر ان سے ملاقات کرنے گیا ، انھیں کے پاس ٹمکٹ پاسپورٹ وغیرہ تھا ، ان سے مل کر طبیعت باغ باغ ہو گئی اور اندازہ لگا کہ بزرگوں کی محبت میں ایک عام آدمی بھی رہ کر اخلاق و کردار ، دین و دیانت کا کیسا پیکر بن جاتا ہے۔

ایسا قریشی صاحب کے یہاں تقریباً ایک گھنٹہ بڑی پُر لطف مجلس رہی ، اور پھر انھوں نے سفر کے کاغذات ٹمکٹ اور پاسپورٹ میرے حوالہ کئے ، اور شدید اصرار کیا کہ واپسی میں میں ان کے یہاں قیام کروں۔

۱۱۔ یہ ایسا قریشی صاحب دہلی کے ایک بڑے تاجر ہیں ، ایک بڑے پریس کے مالک ہیں ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ علیہ نے ان کو بچپن ہی میں گود لے لیا تھا۔ اور شروع سے ان کی تربیت اور ان کی شفقت ان کو میسر رہی پھر جب حضرت پھولپوری پاکستان تشریف لے گئے تو جناب ایسا صاحب کو حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے حوالہ کر دیا اسی وقت سے حضرت مولانا ابراہیم صاحب سے ان کا بہت ہی خاص تعلق ہے ، اور حضرت کا انتظام و انصرام اور صفائی معاملات کے اوصاف کے ایسا صاحب بہترین مرقع ہیں۔

یہ چونکہ مجھے بنگلہ دیش سے واپس آکر کانپور اور جوڈھپور راجستان کا بھی سفر کرنا تھا، اس وجہ سے میں نے ایسا صاحب سے اصرار کیا تھا کہ دو روز بعد ہی میرا واپسی کا ٹکٹ بھی اؤکے کرالیں، میرے اس اصرار پر انھوں نے ایسا کرنا تو یا مگر چونکہ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ بنگلہ دیش پہنچ کر دو روز کے بعد واپسی ناممکن ہوگی اس وجہ سے احتیاط کے طور پر انھوں نے ۲۳ جنوری کی بھی ایک تاریخ ڈال رکھی تھی، ان کی یہ سوجھ بوجھ اور احتیاط بہت کام آئی، اس لئے کہ بنگلہ دیش پہنچ کر محسوس ہوا کہ دو روز بعد واپسی ممکن نہیں ہے۔ اگر میں نے اس پر اصرار کیا تو بہت سے مخلصین کے اخلاص کو ٹھیس پہنچے گی، چنانچہ واپسی ۲۳ جنوری کے جہاز سے ہوئی۔

۵ ابر جنوری کو میرے جہاز کا وقت ساڑھے نو بجے دن میں تھا، اس وجہ سے مجھے سہ بجے ایرپورٹ پہنچنا ایرپورٹ کے قاعدہ کے مطابق ضروری تھا۔ دہلی میں میرا قیام ربانی بکڈ پولال کنواں میں رہتا ہے۔ اس کے اصل مالک قاری فیض الرحمن صاحب نے مجھے پہلے ہی اطلاع کر دی تھی کہ وہ ۵ ابر جنوری کو بھوپال رہیں گے، ان کے چھوٹے بھائی ذکر الرحمن سلمہ دہلی میں موجود تھے، اس وجہ سے مجھے قاری فیض الرحمن صاحب کی عدم موجودگی میں بھی ہر طرح کی سہولت حاصل رہی، رات ہی کو اپنا مختصر سامان ٹھیک کر لیا تھا اور صبح فجر کی نماز تنہا ہی پڑھ کر ایرپورٹ کے لئے نکل پڑا اور ٹھیک سات بجے دہلی کے اندر لاگاندھی نیشنل ایرپورٹ پر پہنچ گیا تھا، اس وقت سردی کی شدت کے ساتھ ساتھ کبرا بھی بڑا شدید تھا۔ کوئی چنیو چند قدم کے فاصلہ کی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایرپورٹ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی میرا ریلوٹ نامی جہاز جو روس سے آنے والا تھا اس کا کہیں پتہ نہیں ہے، کاؤنٹر پر ایک جٹ آدیزاں تھی کہ یہ کاؤنٹر ساڑھے بارہ بجے کھلے گا، اس خبر سے بڑی وحشت ہوئی۔

ساڑھے بارہ بجے تو مجھے ڈھاکہ پہنچنا چاہئے تھا، اب یہ کاؤنٹر جب ساڑھے بارہ بجے کھلے گا تو جہاز کب آئے گا اور دہلی سے وہ کب اڑان کرے گا اور ڈھاکہ وہ کب پہنچے گا، اور پھر تنہا ایرپورٹ پر یہ وقت کیسے گزرے گا۔ مجھے دفتر جمعیتہ علماء کے محاسبی کے ناظم مولانا قاری حماد صاحب نے جو اتفاق سے بنارس ہی کے ریلوے پلیٹ فارم پر مل گئے تھے اور میرے ہی ٹرین سے دہلی جا رہے تھے، بتلایا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعلیٰ دامت برکاتہم اور مولانا

ریاست علی صاحب بخنوری دامت برکاتہم بھی اسی جہاز سے بنگلہ دیش ایک دوسرے پروگرام میں جانے والے ہیں، اب نگاہ ان حضرات کو تلاش کر رہی تھی کہ اگر یہ ل جائیں تو یہ پہاڑ جیسا وقت کچھ آسانی سے گز جائے گا، ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ یہ دونوں حضرات نظر آ گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم لوگ تمہیں تلاش کر رہے تھے۔ بہر حال ان حضرات سے ملاقات ہو جانے کے بعد بہت مدت تک اطمینان ہوا، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے بہت موقر بہت ذی صلاحیت اور بہت مقبول استاد حدیث ہیں اللہ نے ذہن و ذکاوت اور علمی استغفار کی بے پناہ دولت سے نوازا ہے، اس کے ساتھ ہی بہت بے تکلف منہ بامریج اور خوش مزاج طبیعت کے مالک ہیں، میرا معمول ہے کہ جب میں دیوبند جاتا ہوں تو صبح کی چائے فجر بعد انھیں کے یہاں پیٹا ہوں۔

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بخنوری بھی دارالعلوم کے بہت موقر استاد ہیں، ایضاً البخاری شرح بخاری کے مرتب ہیں، اللہ نے ذہانت و ذکاوت اور ٹھوس علمی استعداد سے نوازا ہے، شاعر مزاج ہیں بہت بے تکلف اور لطیف گو قسم کے آدمی ہیں، ان کی مجلس میں رہ کر آدمی بور نہیں ہوتا ہنستے ہنستے رہتے ہیں، بڑا تیکھا طنز کرتے ہیں مگر اس طرح کے آدمی سکر اپڑے اور اسے تکلیف نہ ہو، یہ دونوں حضرات اگرچہ اپنے علم و فضل اور علمی کمالات میں مجھ سے بہت اونچے ہیں مگر ان سے میری بے تکلفی ہے اس وجہ سے ایرپورٹ پر ان کا مجھے شدید انتظار تھا، اور جب یہ آ گئے تو جیسا کہ عرض کیا کہ تنہائی کی جو وحشت تھی وہ باقی رہی اور یہ طویل وقفہ تفریحی و علمی گفتگو میں گزر گیا، جو جہاز ساڑھے نو بجے دہلی سے ڈھاکہ کے لئے روانہ ہونے والا تھا وہ ڈیڑھ بجے دن میں دہلی آیا اور ساڑھے تین بجے اس کی ڈھاکہ کے لئے پرواز ہوئی، اور مغرب کے وقت یہ ڈھاکہ پہنچا، کسٹم کے ملازموں نے یہ جان کر کہ ہم لوگ دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، بلا کسی پوچھ گچھ کے بہت جلدی ہم کو نمٹا دیا۔

ایرپورٹ سے جب ہم باہر نکلے تو ہمارے استقبال کے لئے کئی لوگ موجود تھے جن کو مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب نے بھیجا تھا، یہ بیچارے ایرپورٹ کا کئی چکر لگا چکے تھے۔

روس کا یہ جہاز بہت بڑا تھا، جتنا بڑا تھا، مسافراتے ہی کم تھے، سردی نہایت ناقص اور عملہ کے چہرے سے سخت نمایاں تھی۔ میں نے جہاز کا بہت سفر کیا ہے مگر ایسا منحوس جہاز اور جہاز کے ایسے منحوس شکل عملہ والوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جہاز سے سفر کرنا لوگ پسند نہیں کرتے اس کا کوئی ٹائم ہے اور نہ اس کا کوئی نظام، چنانچہ واپسی میں بھی اس کا مشاہدہ ہوا، اس جہاز کو دوپہر ساڑھے بارہ بجے روانہ ہونا تھا۔ وہ پانچ بجے ڈھاکہ سے روانہ ہوا، اور عشاء کے وقت دہلی پہنچا۔

بہر حال ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھے، معلوم ہوا کہ ہمیں ایرپورٹ سے قریب ہی بشوند رہنما کی جگہ جانا ہے، ایرپورٹ سے اس کا فاصلہ صرف پانچ چھ کیلو میٹر کا ہے، اور جس جگہ قیام کرنا ہے اس کا نام مرکز الفکر الاسلامی ہے۔ جب ہم لوگ مرکز پہنچے تو ابھی مغرب کا وقت تھا، سب سے پہلے مغرب کی نماز ادا کی گئی، اس کے بعد چائے وغیرہ سے فارغ ہوئے، اتنے میں پہلے اصل داعی مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب ملنے آگئے، مولانا سے مل کر معلوم ہوا کہ جن صاحب نے مکہ مکرمہ سے فون پر اپنا تعارف صرف عبدالرحمن فاضل دیوبند کہہ کر دیا تھا۔ وہ بنگلہ دیش کی بڑی اونچی علمی و محبوب شخصیت ہے، مرکز الفکر الاسلامی کے دہلی بانی اور رئیس ہیں، بنگلہ دیش کے مرکزی دلدار اقدار کے بھی صدر ہیں، بنگلہ دیش کی اسلامی تنظیم کے ناظم عمومی ہیں، بنگلہ دیش کے قومی وفاق مدارس کے نگران اعلیٰ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ و مجاز ہیں اور بنگلہ دیش کے اہل علم اور دیندار طبقہ میں ان کو مرجعیت کا مقام حاصل ہے۔ مولانا سے مل کر سفر کی ساری کلفت ختم ہو گئی، ایسا معلوم ہوا کہ بہت پرانی شناسائی ہے، بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے رہے، ہم لوگوں کی راحت و آرام کا پورا نظم کیا۔

یہاں یہ بتلاتا چلوں کہ جب مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب کو معلوم ہوا کہ انھیں تاریخوں میں دارالعلوم دیوبند کے میرے دونوں رفیق سفر ساتھ بھی بنگلہ دیش پہنچ رہے ہیں تو انھوں نے ان کے دایم سے اجازت لے کر اپنے پروگرام میں بھی ان کو شرکت کی دعوت دے دی تھی۔

اس لئے مولانا نعمت اللہ صاحب اور مولانا ریاست علی صاحب کا بھی ایک روز قیام اسی مرکز میں رہا۔

ہم لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ مولانا مفتی تقی عثمان صاحب تشریف لائے ہیں اور ان کا قیام اس وقت مرکز ہی میں ہے، اور پھر معلوم ہوا کہ جہاں لوگ ہیں اس کے متصل ہی کمرہ میں مولانا تشریف فرما ہیں، چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر ان سے ملاقات کے لئے ہم تینوں کمرہ سے نکل ہی رہے تھے کہ دیکھا کہ مولانا مفتی تقی صاحب ازراہ کرم خود ہی ہم لوگوں سے ملنے کے لئے تشریف لارہے ہیں، راستہ ہی میں ملاقات، معانقہ اور سلام و معافہ ہوا۔ پھر انھیں کے کمرہ میں ہم لوگ چلے گئے اور کچھ دیر تک انکی گفتگو سے مستفید ہوتے رہے۔ مولانا ریاست علی صاحب چونکہ مولانا کے عہم ہی ہیں اس لئے کچھ مزاحی بھی گفتگو رہی، مولانا تقی عثمان صاحب کو اللہ نے بہت کم عمری ہی میں فضل و کمال اور علم و تقویٰ کی بے انتہا دولت سے نوازا دیا ہے۔ اور اب اس وقت وہ پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے برصغیر کے ان علماء میں ہیں جن کی نظیر اس زمانہ میں کم ہے۔ ہندو پاک کی جماعت دیوبند کو ان کی شخصیت پر فخر ہے، پاکستان میں چیف جسٹس کے عہدہ پر ہیں، اور اسلامی و غیر اسلامی ملکوں کی مختلف تنظیموں کے اہم رکن ہیں، اس وقت ان کی شخصیت بین الاقوامی سطح پر عربی اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، فقہ و حدیث پر ان کی نگاہ بڑی گہری ہے، ان کا قلم بے انتہا مصروفیت کے باوجود ہر دم رواں دواں رہتا ہے، ان تمام فضل و کمال کے ساتھ ساتھ، بے انتہا تواضع، ہنایت شریف سراپا اہلاق ہیں، اپنے بزرگوں کی مجسم یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے، ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔

مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب نے ازراہ لطف و کرم ہم لوگوں کو فوراً آرام کا موقع ہم پہنچایا واقعہ یہ ہے کہ طبیعت تھک کر چور تھی، اور فوری طور پر آرام کرنے کا طبیعت کا تقاضا تھا، معلوم ہوا کہ قیام کسی ہوٹل میں کرنا ہے، چنانچہ ہم تینوں اور ساتھ ہی مولانا تقی عثمان صاحب ہوٹل چلے گئے۔ یہ ہوٹل ڈھاکہ کا ہنایت شاندار ہوٹل ہے، اور اس جگہ واقع ہے جہاں غیر ملکی سفارت خانے ہیں، معلوم ہوا کہ ایک کمرہ کا کرایہ ایک روز کا چار ہزار روپے ہے اور کھانے وغیرہ کا

خرچ الگ ہے، چونکہ ہم لوگ اس قسم کے ہوٹل میں رہنے کے عادی نہیں، اس وجہ سے یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہم صبح اس کمرے کو چھوڑ دیں گے، اور مرکز ہسپتال میں قیام کریں گے۔ رات کا کھانا ہوٹل ہی میں کھایا گیا اور پھر سو گئے، صبح جب اٹھے تو الحمد للہ طبیعت چاق و چوبند تھی۔

(جاری)

محمد اجمل مفتاحی

پاکستانی حضرات اس پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

مولانا ابو محمد ایاز ملکانی

جامعہ سرسبز العلوم عید گاہ لودھراں

۱۰۰ روپے

زرتعاون

محمد اجمال مفتاحی

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۱۱	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۴	ایشیخ محمد الیاس فیصل مدیر مسعودہ	سنون نماز کی چالیس حدیثیں
۲۹	محمد ابوبکر غازی پوری	صلوۃ الرسول کے بارے میں
۴۷	خط اور اس کا جواب	کیا فارسی زبان میں حنفیہ کے یہاں اذان مسنون و مشروع ہے؟
۵۷	طاہر شیرازی	خمار سلفیت

مکتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

مجلہ اسلامی مقدماتی

اداریہ

جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام عظیم سنت کافر نس کا انعقاد

گزشتہ چند دہائیوں سے سلفیت کے بادلہ میں غیر مقلدیت نے نیارنگ روپ اختیار کیا ہے اور جدید خارجیت کی شکل میں ایک عظیم فتنہ بن کر ظاہر ہوئی ہے، عرب ملکوں کے سادہ لوح عوام اور مشائخ (جو غیر مقلدیت کے درون خانہ سے واقف نہیں ہیں) کی تائید و حمایت نے اس فتنہ سلفیت و غیر مقلدیت کو دو آتشہ بنا دیا ہے، اور اب ان غیر مقلدین کا دم خم اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ بانگ دہل اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو ایمان و اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، تمام مقلدین کو مشرک بتلاتے ہیں اور جو اس خارجیت جدیدہ کے فکرو مذہب سے متفق نہ ہو وہ ان کے نزدیک منال ہے، گمراہ ہے، کتاب و سنت کے غیر مقلدین تنہا ٹھیکہ دار بنے ہوئے ہیں، اور ان کے زعم میں دین وہی ہے جس کو غیر مقلدین دین سمجھیں، اور جو بات ان کے فہم میں نہ آئے وہ دین نہیں ہے، کتاب و سنت کا نام لے کر کتاب و سنت کے ساتھ غیر مقلدین ایسا کھلواڑ کر رہے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے، ائمہ حدیث و فقہ ادیباء کرام اور صحابہ تک کی شان میں ان کی گستاخی اور سوئے ادبی حد سے تجاوز کر گئی ہے، کتاب اللہ اور اماراتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی نئی تشریح و تعبیر کر کے یہ فرقہ امت کو گمراہ کر رہا ہے، عربوں کی دولت نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے اور ان کی فکری آوازیں شتر بے ہمار کی طرح ہے، ان کے عوام و خواص سب درجہ اجتہاد پر فائز نظر آتے ہیں اور ائمہ فقہ و حدیث اور اس امت کے

اسلاف کے خلاف ان کا ہر فرد فیصلہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، جبکہ ان کے عوام نہیں بلکہ ان کے علماء مجتہدین کی جہالت کا نمونہ یہ ہے کہ طہارت و نجاست کے موٹے موٹے مسائل سے بھی یہ جاہل ہوتے ہیں، صلوٰۃ الرسول کے مصنف حکیم مہادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول میں لکھتے ہیں :

”عنقریب فرماتے ہیں کہ اگر نجاست کے گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے : (ص ۵۲)

یہ دنیا کے کسی محدث کسی فقیہ اور کسی مجتہد کا مذہب نہیں کہ اپنی اس وقت نجس ہو گا جب پانی میں نجاست پڑنے سے تینوں وصف بدل جائیں، یہ مہادق صاحب کی جہالت کی انتہا ہے، اور اس جہالت کے بل بوتے پر ان کو شوق تھا کہ وہ صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں اور تقلید کے خلاف زبان کھولیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امرت ایسی غلط بات منسوب کرنا یہ مہادق صاحب جیسے غیر مقلد مجتہد کا کام ہو سکتا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مہادق صاحب کی جہالت کے اس نمونہ پر ایک دوسرے غیر مقلد محقق نے مہادق صاحب پر جو سخت گرفت کی ہے ناظرین اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ صلوٰۃ الرسول کے محقق ادیشن کا مؤلف لکھتا ہے :

”یہ مؤلف (مہادق) کی عبارت کی نفی ہے، جس پر درج ذیل مواخذے کئے جاسکتے ہیں،

(۱) آپ نے یہ حدیث بلوغ المرام سے نقل کی ہے اور بلوغ المرام میں حافظ ابن حجر نے یہ صراحت کی ہے کہ ابو حاتم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

موصوف نے یہاں ایک تو ضعیف حدیث کا ضعیف بیان نہیں کیا جبکہ یہ ضروری تھا^(۱) نیز ضعیف حدیث سے حجت لی ہے جبکہ احکام میں ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی۔

(۱) محقق ادیشن کا مؤلف لکھتا ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر کوئی شخص اس کے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا تو وہ امام مسلم رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق گناہگار اور عوام انسان کو دھوکہ دینے والا ہے۔ ص ۳۵

(۲) اس حدیث میں حرف ، و ، استعمال کیا گیا ہے مگر مولف نے ترجمہ حرف ، او ، کیا کیا ہے ۔

(۳) مولف کا یہ کہنا یعنی تینوں وصف پانی پر کھٹے پائے جائیں صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک وصف کے پائے چلنے سے بھی پانی بالا جوارغ ناپاک ہو جاتا ہے۔ موصوف نے اس مسئلہ کو ذکر کرتے وقت جو اسلوب اپنا لیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں پورے طور پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ حرف ، و ، کا ترجمہ تو وہ حرف ، او ، سے کرتے ہیں اور آگے چل کر وضاحت اس کے برعکس کرتے ہیں ۔ (مثنیٰ صلوٰۃ الرسول محقق)

جی ہاں جو نجاست اور پاکی کے مسئلہ میں خود مطمئن نہیں ہے وہ دوسروں کو رسول اللہ کی نماز سکھانے کا حوصلہ پانے ہوئے ہے ، یہ جرات غیر مقلدین ہی کو ہو سکتی ہے۔ مادیق صاحب کی جرات کا عالم یہ ہے جو بات احادیث میں نہیں ہوتی ہے اس کو بھی حدیث کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ، فرماتے ہیں کہ :

” جنازہ میں امام کو قرأت دعا اور نچی آواز سے پڑھنی چاہئے ”

اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا ، حالانکہ بقول غیر مقلد عبدالرؤف مؤلف محقق اڈیشن مسلم والی روایت میں قرأت دعا کے سدا و جہرا پڑھنے کا ذکر تک بھی نہیں ہے ، (محقق اڈیشن) اس قسم کی دھاندلی کر کے غیر مقلدین جاہل عوام کو دین و شریعت کی صحیح تعلیم سے برگشتہ کرتے ہیں اور شریعت کی راہ مستقیم سے ان عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ کتنا خطرناک مذاق کہتے ہیں ، اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو ، مادیق صاحب فرماتے ہیں :

” حضرت حوف بن یامک روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں کہتے تھے سبحان ذی الجبروت والملكوت والکبریا العظیم ”

اور حوالہ دیا ہے بخاری اور مسلم کا یعنی یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے جبکہ بخاری و مسلم میں اس حدیث کا نام و نشان نہیں ہے۔ غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں :

۔ مؤلف اس حدیث کو بخاری، مسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ بخاری، مسلم میں نہیں ہے۔ (محقق اذیشن ص ۲۳۳)

ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مقلدین دین و شریعت کے بارے میں کتنی غریب ہیں۔ ہوتے ہیں یہ انتہائی جاہل مگر ائمہ فقہ و حدیث کا یہ خاکہ اڑاتے ہیں، اور مجتہدین کو یہ طفل مکتب سمجھتے ہیں۔ چودھویں صدی کے یہ مجتہدین خیر القرون کے مجتہدین سے اپنے آپ کو اٹلی اور ارفع سمجھتے ہیں، مدعی ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین انتہائی بد زبان اور گستاخ ہو گئے ہیں، جامعہ سلفیہ کے ایک غیر مقلد نے اپنی کتاب تنویر الافاق میں عام صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین کے بارے میں اپنی جس شیعی و رافضی ذہنیت کا علی الاعلان اظہار کیا ہے اس کا تصور کسی اہل سنت و الجماعت سے نہیں ہو سکتا، وہ بار بار اس کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام حرام و حسییت اور خلاف نفوس و کتاب و سنت کام کرتے تھے، مثلاً ایک جگہ اپنی اس کتاب میں یہ بد باطن لکھتا ہے :

۔ حالانکہ پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے وہ فتاویٰ حجت نہیں بنائے جاسکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔ (ص ۵۱۵)

یعنی ماذ اللہ اس بد بخت کے نزدیک صحابہ کرام کے فتوے کتاب و سنت کے خلاف ہوا کرتے تھے ایک جگہ شقی لکھتا ہے :

بہت سے صحابہ و تابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے۔ (ص ۴)

کیا یہ بات ایک سلیم الفطرت اور مجمع العقیدہ اور سنی المذہب شخص کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام جان بوجھ کر قرآن کے خلاف عمل کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ شخص لکھتا ہے :

۔ موصوف عمرؓ کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین ملاقات کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط رویہ کرنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی۔ (ص ۲۹۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گندہ الزام کہ انھوں نے قرآنی حکم میں ترمیم کر دی کیا کوئی اہلسنت کا فرد برداشت کر سکتا ہے ؟ اسی کتاب کے مصنف نے اپنی دوسری کتاب ضمیر کے بحران میں چاروں تقلیدی مذاہب کو گمراہ قرار دیا ہے، اور آج تو تمام غیر مقلدین اس پر متفق ہیں کہ تمام برائیاں کی اصل تقوٰت ہے، اللہ والوں کے خلاف مستقل کتابیں اور مضامین لکھے جا رہے ہیں اور تقوٰت کو ہر گمراہی کی جڑ قرار دیا جا رہا ہے۔ اہل تقوٰت کے خلاف سلیفوں نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ فقہ کے خلاف ان کی زبانیں بے انتہا دراز ہو چکی ہیں اور ان دشمنان دین و ایمان نے فقہ حنفی اور فقہائے احناف کو بطور خاص حملہ کا نشانہ بنایا ہے۔ اور چونکہ برصغیر ہند میں فقہ حنفی کا سب سے بڑا مرکز دیوبند ہے اس وجہ سے ان سلیفوں نے پوری دنیا میں علماء دیوبند کے خلاف ایک عالمگیر مہم چلا رکھی ہے، اور یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہی جا رہی ہے اس کے پشت پر سعودیوں کی دولت اور ان کا اثر و رسوخ کام کر رہا ہے۔ علمائے دیوبند بہت دنوں سے اس فتنہ کی شدت کو محسوس کر رہے تھے مگر اندرون ملک مسلمانوں کے بہت سے قومی و ملی مسائل کی وجہ سے انھوں نے اس فتنہ کا طرف کمل توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ سعودیہ کے ذمہ داروں سے مل کر سلیفیت کی خطرناک تحریک سے ان کو کئی مرتبہ آگاہ کیا گیا تھا اور ان کے کانوں میں یہ بات ڈالی گئی تھی کہ سلیفیت کی موجودہ روش سے سعودی گورنمنٹ کے خلاف رائے عامہ بن رہی ہے اور حکومت کی سخت بہ نای پوری ہے مگر ہماری فراہم کردہ ان اطلاعات کو سعودی گورنمنٹ نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

رمضان شریف کے ختم پر سعودیہ کے ایک ہنایت ذمہ دار شخص سے جمعیت علماء و کے مرکزی دفتر مسجد عبد الباقی مدنی میں گفتگو ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں سب معلوم ہے اور سلیفیت کے فتنے سے ہم پورے طور پر آگاہ ہیں، مسلمانوں کے خلاف اس کی سازشیں بھی ہمارے علم میں ہے اور علمائے دیوبند کے خلاف اس کی سازشیں توں سے بھی ہم واقف ہیں مگر ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں اس وجہ سے کہ اس سلیفیت کے پیچھے بعض ایسے شیوخ کا ہاتھ ہے جن کا حکومت میں خاصا عمل و دخل ہے، ان کے اثر و رسوخ کے آگے ہم مجبور ہو جاتے ہیں، ان حضرات کے جو سعودی پارلیمنٹ کے ایک بہت ہی اہم منصب پر فائز ہیں اس صاف و صریح گفتگو

کے بعد جمعیت علماء ہند کے ذمہ داروں نے ضرورت محسوس کی اس فتنہ کے سد باب
ان کو خود میدان میں آنا ہو گا۔ چنانچہ جمعیت علماء کے صدر حضرت مولانا اسعد مدنی لاہور کے
کی صدارت میں جمعیت علماء نے دہلی میں ۲۲/۳/۲۳ رومی کو تحفظ سنت کے عنوان سے ایک عظیم کانفرنس
کرنے کا فیصلہ کیا، اور اس میں شرکت کے لئے پورے ملک کے منتخب علماء کرام کو خواہ ان کا
تعلق کسی بھی تقلیدی مذاہب سے ہو شرکت کی دعوت دی۔

الحمد للہ ہندوستان کے دردمند علماء نے مسئلہ کی اہمیت کو سمجھا اور پورے ملک
سے ہر طبقہ کے لوگ پورے جوش و خروش سے اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور مقررہ تاریخوں
میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ حاضرین علماء کرام کی تعداد توقع سے زیادہ تھی، تال کٹورہ اسٹیڈیم
کچا کچ بھرا تھا۔ ۲ تاریخ کا سہرے وقتی اجتماع جمعیت علماء ہند کے دفتر کے محمود الحسن ہال میں
تھا اور ۳ رومی کا عام اجلاس تال کٹورہ اسٹیڈیم میں منعقد ہوا، جس میں تجویزیں پاس
ہوئیں اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا گیا، سودی حکومت کو بطور خاص متنبہ کیا گیا کہ
اگر اس کی سر زمین سے اور حکومت کے علم و اطلاع کے باوجود حکومتی جامعات و اداروں
سے ائمہ اربعہ کے مقلدین کے خلاف اور بطور خصوص ملائے دیوبند کے خلاف سلفیت کی فتنہ
انگیزی، باری باری، توہیات حکومت کی نیک نامی کو داغدار کرتی رہے گی۔ اور مسلمانان عالم
کا ذہن حکومت کے خلاف بنے گا، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جو سلفیت فتنہ کا سعودی عرب
میں مرکز بنا ہوا ہے، حکومت کو اس کی طرف بطور خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

علماء مقلدین ائمہ اربعہ سے عموماً اند چونکہ برصغیر ہند میں اخلاف کی کثرت ہے اس وجہ
سے علماء اخلاف سے خصوصاً یہ گزارش کی گئی کہ وہ جگہ جگہ دینی و تبلیغی اجتماعات کر کے عوام
کو سلفیت کے فتنہ اور اس کی گمراہیوں سے عوام کو آگاہ کریں، احمد شہاس کا خاصا اثر ہوا
اور ملک کے طول و عرض میں اس طرح کے اجتماعات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ بنگلور میں
دو روزہ تربیتی کیمپ وہاں کی لجنۃ العلماء کے زیر اہتمام اسی سلسلہ کا لگا جس میں کربانک
اور تال ناڈ کے پانچ سو سے زیادہ علماء نے شرکت کی، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور احقر
کو بطور خصوص اس اجتماع اور تربیتی کیمپ کے لئے مدعو کیا گیا تھا، اور مولانا سید سلمان ندوی

استاذ ذئذة العلماء كو بنگلور شهر كى مشهور عىذگاه جد القدوس مى بڑا عظم الشان حواى اجتماع
 هوا جو بنگلور كى تاريخ كا يادگار واقعه بن گيا ، گياره ، باره اور تيراه مى كى تاريخوں مى
 يہ پروگرام منعقد هوا ۔ پھر يسور مى بهى اسى طرح كا ايك اجتماع هوا ۔ ۲۹ رجن كو بمبئى
 مى بهى ايك عظيم اجلاس منعقد ہونے جارہا ہے ۔

غرض جمیعۃ علماء كے زير اہتمام جو تحفظ سنت كا فرس منعقد ہوئى اس كے دور رس
 اثرات مرتب ہو رہے ہى اور غير مقلدیت كے كيمپ مى گھبراہٹ طارى ہو گئى ہے ۔
 ہمارے علم و اطلاع كے مطابق خود سعودى حكومت كے بهى كان كھڑے ہو گئے ہى اور
 شاہ فہد نے اپنے ملك كے جامعات كو سر كھربارى كر ديا ہے كہ انمہ اربعہ كے خلاف جامعات
 اور مدارس مى كوئى بات نہ كى جائے اور چاروں انمہ كا پورا احترام ملحوظ ركھا جائے اور يہ بهى
 اطلاع ملى ہے كہ خادم الحرمين شريفين نے اپنے ملك كے علماء كو متوجہ كيا ہے كہ علماء ديوبند
 كے خلاف تحريراء و تقريراء كوئى بات نہ كى جائے ۔ اگر يہ اطلاع صحيح ہے تو اس تحفظ سنت كا لفر
 كى يہ بہت بڑى كاميابى ہے ، اگر سعودىہ مى سلفيت پر قدغن لگ گئى تو يہ فتنہ اپنى موت آپ
 مر جائے گا اور غير مقلدين كى سارى دھماچو كڑى دھرى كى دھرى رہ جائے گی ۔

ادارہ مكتبہ اثر يہ كہ اس كى خوشى ہے كہ اس نے جس فتنہ كى شدت و خطرناكى كو بہت پہلے
 محسوس كرىا تھا اور اس كے خلاف اس كے ذمہ داروں نے قلم سنبھال ليا تھا اس كى آواز آج
 پورے ملك اور مسلمانوں كے تمام سنجيدہ طبقوں كى آواز بن گئى ہے ۔ حضرت مولانا اسعد دى
 دامت بركاتہم كا اس كے فتنہ كے خلاف كھلے طور پر ميدان مى آجانا ہمارے لئے نا نيك
 انشاء اللہ غير مقلدين ديكھ لىں گے كہ ان كى انمہ فقہ و حديث اولياء اللہ اور صحابہ كرام سے دشمنى
 كيا رنگ لائى ہے ، ہى اپنے مسلمان بھائيوں سے بطور خاص گزارش كرنى ہے كہ وہ اس بات
 كو بطور خاص نوٹ كر لىں كہ سلفيت وقت حاضر كا بہت بڑا فتنہ ہے ، وہ اس فتنہ سے بہت
 زيادہ ہوشيار رہىں اگر سلفيوں كا كوئى گروہ كتاب رسنت كا نام لے كر ان كو گمراہ كرنے
 اور انمہ دين كے خلاف ذہن بنانے كى كوشش كرے تو ان كا دينى فريضہ ہے كہ وہ اپنے
 علماء كرام سے ضرور رجوع كرس اور جو اشكالات ان كے ذہنوں مى پيدا ہوتے ہوں

ان سے ان علماء کرام کو آگاہ کریں تاکہ ان کا معقول جواب انھیں حاصل ہو، اور سلفیوں کی گمراہ کن باتوں سے وہ محفوظ رہیں۔

مکتبہ اثریہ کے تین نئے کتابچے

مکتبہ اثریہ، غازی پور سے تین نئے کتابچے ابھی شائع ہوئے ہیں۔ رد غیر مقلدیت میں یہ تینوں کتابچے بقامت بہتر بقیعت بہتر کے مصداق ہیں۔ پہلا کتابچہ - صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر - دوسرا کتابچہ - حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ الرسول کے بارے میں - تیسرا کتابچہ - حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول۔

یہ تینوں کتابچے مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کے قلم کی یادگار تحریریں ہیں۔ ان کو پڑھئے اور غیر مقلدیت کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ تینوں کتابچوں کی مجموعی قیمت صرف پچیس روپے ہے۔ دین کی فکر رکھنے والے دردمند حضرات سے گزارش ہے کہ ان کتابچوں کی محنت بہ تعداد خرید کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کریں۔ ۲۵ یا اس سے زیادہ منگانیوالوں کیلئے ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ اس پتہ سے طلب کریں۔ مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور (ریو پی)۔

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

محمد ابو بکر خازنی پوری

(۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درج ذیل دعا کو روزانہ صبح و شام اور رات میں تین بار پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یُضْرَمُ مَعَ اسْمِ شَیْءٍ فِی الْاَمْرَاضِ وَلَا فِی السَّعَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ - (ترمذی)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درج ذیل دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور خوش رکھے گا۔ وہ دعا یہ ہے۔

رَضِیْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا - (ترمذی)

(۳) حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو سید الاستغفار نہ بتلا دوں۔ سید الاستغفار یہ دعا ہے۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلٰی وَاَعْتَرَفُ بِذُنُوْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذَّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (ترمذی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی شام کے وقت اس دعا کو پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیتے ہیں۔

(۴) حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی سوتے وقت داہنے کروٹ لیٹے اور پھر ان کلمات کو پڑھ کر سوئے تو اگر اس کا اس رات میں انتقال

ہو گیا تو وہ بنت میں ملے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں :

اللهم اسلمت نفسي اليك ووجهي وجهي اليك والجماع ظهري اليك وفوضت امرى اليك لا منجأ منك الا اليك ، او من بكتابك و
برسلك - (ترمذی)

(۵) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔
اللهم قنني عند اهلك يوم تجمع جلودك (یا یہ کہتے یوم تبعث عبادك)
(ترمذی)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے وقت یہ عمل ہوا کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قل هو الله احدا ، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تینوں سورتیں پڑھ کر پھیلیوں میں پھونک مارتے اور سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور پھر آپ کا ہاتھ جہاں تک جا سکتا پورے بدن کے ان حصوں تک پھیرتے اور ان جگہوں پر ہاتھ پھیرتے۔ (ترمذی)

(۷) حضرت شداد بن اس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس دعا کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

اللهم اني اسئلك الثبات في الامر واسئلك عزيمة الرشدا
واسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك واسئلك لنا صا دقا وقلبا
سليما واعوذ بك من شر ما تعلم واسئلك من خير ما تعلم واستغفرك
هما تعلم انك انت علام الغيوب - (ترمذی)

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ وہ سوتے وقت ان کلمات کو کہہ کر سویا کریں۔ ۲۲ بار الحمد لله ۲۲ بار سبحان الله اور ۲۴ بار الله اکبر۔ (ترمذی)

(۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ کر

سوتے۔ اللہم باسئمتک اموت واحیٰ اور جب سو کر اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد لله الذی احیا نفسی بعد ما اماتها والیہ النشور۔ (ترمذی)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت ان کلمات کو پڑھ لیا کرے تو اس کی ہر طرح حفاظت ہوگی اور شیطان اس سے دور رہے گا، وہ کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ توکل علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ (ترمذی)

فکاف عذرا :- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں مختلف قسم کی دعائیں منقول ہیں۔ اور ایسا بھی ہے کہ ایک ہی وقت کی دعائیں الگ الگ بھی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلمات بھی ادا ہوئے ہوں سب میں خیر و برکت ہے، کچھ دعائیں طویل ہیں اور کچھ دعائیں ہلکی اور مختصر ہیں، آدمی اپنے احوال کے پیش نظر ان دعاؤں کو یاد کرے اور اسے پڑھے۔

یہ ملحوظ رہے کہ دعاؤں کے پڑھنے پر جو ثواب کا وعدہ ہے یہ اس وقت ہے کہ آدمی کا اعتقاد اللہ کی ذات پر پختہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات بھی رہے کہ ہر طرح کے نفع و نقصان کا تہا مالک اللہ ہے اور اسی کا حکم پوری کائنات میں چلتا ہے، ساری مخلوق اسی کی تابع ہے اگر خدا نخواستہ آدمی کا اعتقاد اللہ کے بارے میں ایسا پختہ نہ ہو تو کبھی یہ دعائیں اپنا اثر نہیں دکھلاتی ہیں۔

دوسری بات جو بہت زیادہ قابلِ لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ دعا اپنا اثر اس وقت دکھلاتی ہے جب آدمی خلافِ شرع امور سے بچنے کی پوری کوشش کرے اور حتی الامکان معصیت سے دور رہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آدمی دیدہ و دانستہ خلافِ شرع کام بھی کرے۔ معصیت میں مبتلا بھی رہے اور اس کی دعا بھی قبول ہو۔ حدیث میں ہے کہ آدمی دعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اس کا پینا حرام ہوتا ہے بھلا ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ لہذا قبولیت دعا کیلئے بہت ضروری ہے کہ حرام کھانے پینے اور پینے اور اسی طرح دوسرے گناہوں کے کام سے بچے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ

مسنون نماز کی پالیسی حدیثیں

(۱) **وضو کا طریقہ** قَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَّا أُرِيكُمْ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأْتُ لَانًا - (صحیح مسلم فضل الوضوء)

حدیث ۲۳۰) تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں وضو کا مسنون طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے وضو کیا اور تین تین دفعہ اعضاء کو دھویا۔

(۲) **گردن پر مسح کرنا** عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ يَدَيْهِ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْغَلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تلمیح البحر ج ۱ ص ۹۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے وضو کے دوران ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنائے جانے سے بچ گیا۔

رشارح بخاری علامہ ابن حجر نے تلمیح البحر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

جراہوں پر مسح کرنا وضو کے دوران جراہوں پر مسح کرنا جائز نہیں چونکہ ایسا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ علامہ مبارکپوریؒ نے تحفۃ الاحوذی شرح

ترمذی ج ۱ ص ۲۲۷ میں اور میاں نذیر حسین دہلویؒ نے فائدی نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۷ اور مولانا شرف الدین نے فائدی ثنائیہ ج ۱ ص ۲۲۷ میں لکھا ہے کہ جراہوں پر مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) **اوقات نماز** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرُ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ

وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ مَا يَنْتُكَ وَيَبْنُ ثَلَاثَ اللَّيْلِ
وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَيْثِ يَعْنِي الْغُلَسَ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۵۷ حدیث ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تیز سایہ تیرے برابر ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کر دے اور جب یہ سایہ دوگنا ہو جائے تو عصر کی نماز ادا کر دے اور آفتاب غروب ہونے پر مغرب کی نماز پڑھ جب کہ عشاء کا وقت رات کے تہائی حصہ تک اور فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر دے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَدَّ الْحَرُّ مِنَ الصَّلَاةِ فَانْشُدْ مَا تَسْتَعِينُ بِهِ (۴) ظہر کا مسنون وقت

فَيُخْرِجُ جَهَنَّمَ (صحیح مسلم استیجاب الابراہیم حدیث ۶۱۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر گرمی کی شدت جہنم سے زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کر دو چونکہ گرمی کی شدت جہنم کا اثر ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعَصَاةَ إِذَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ (۵) عصر کا مسنون وقت

نَقِيَّةً (ابوداؤد . وقت العصر)
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو دیر سے پڑھتے تھے تاکہ سورج صاف اور سفید ہوتا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَسْفَرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ الْأَجْرِ (۶) فجر کا مسنون وقت

(ترمذی ما جاء فی الاسفار حدیث ۱۵۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو (جب روشنی ہونے لگے) چونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسفار کے وقت فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

إِنْ بَلَغَ الْكَافِرُ الْإِسْلَامَ فَهُوَ كَالْمُسْلِمِ (۷) اقامت کے مسنون کلمات

مُسْنَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مصنف عبدالزاق) مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دہری دہری

کہا کرتے تھے۔ مؤذن رسول حضرت ابو محذورہؓ، حضرت ثوبانؓ اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہم کا معمول بھی یہی تھا۔ علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۱۱ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

(۸) **سر ڈھانپنا** (شامل ترمذی ص ۱۷۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے۔
 فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۵۵ میں لکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھتے تھے۔ نیز مولانا شرف الدین ج ۱ ص ۵۲ پر لکھتے ہیں کہ قصداً ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھنا اور اس کو اپنا مسلکی شعار بنانا خلاف سنت ہے۔

(۹) **کانوں تک ہاتھ اٹھانا** عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ رَاى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَتَّى يُعَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ

اُذُنَيْهِ۔ (صحیح مسلم استنباب رفع حدیث ص ۳۹۱)

حضرت قتادہؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے بیکسر کہہ کر ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھایا۔

(۱۰) **ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا** عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السُّنَّةُ وَضَعَ الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ

تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (ابوداؤد۔ وضع الیمنی حدیث ص ۴۵۶)

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی کی پیاری سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (رواضح رہے کہ جن روایات میں

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی مہرحت ہے وہ ضعیف ہیں)۔

(۱۱) **شنا** يَقُولُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۱ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

(صحیح مسلم۔ حجتہ من قال حدیث نمبر ۳۹۹)

دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازیں یہ بتا پڑتے تھے۔
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ
 لَا إِلَهَ غَيْرُكَ

(۱۲) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ | عَنْ النَّسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

أَبَى بَكْرٍ وَعُمَرَا وَعُثْمَانُ فَلَمَّا سَمِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
 الرَّحِيمِ - رَمَحَ سَلَمَ حَجَّةَ مِنْ قَالَ - حَدِيثُ نُمَيْرٍ (۲۹۹)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم -
 خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم
 پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جبہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تسمیہ آہستہ پڑھتے تھے۔ علامہ
 ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کسی صحیح صریح حدیث سے اونچی آواز سے تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے
 وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ
 فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا

(۱۳) مقتدی نے اور خاموش رہے | (سورہ اعراف آیت نمبر ۲۰۱)
 ارشاد ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ
 تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت
 عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔
 (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۸) اس حکم ربانی کا تقاضا ہے کہ جب امام اونچی پڑھے تو اس کو سنا
 جائے، اور جب وہ آہستہ پڑھے تو خاموش رہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَمَا قِيَمُوا

صُفُوْنَكُمْ ثُمَّ لِيَنْوُكُمُ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كُنْتُمْ فَاكِهًا وَإِذَا قَرَأْتُمْ فَانْفُتُوا
وَإِذَا قَرَأْتَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ -

یُحِبُّكُمْ اللّٰهُ - (روایت جبریر عن قتادہ) صحیح مسلم - التّشہد فی الصّلاۃ حدیث نمبر ۴۰۳ -
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو سیدھا
کریا کرو، پھر تم میں سے کوئی ایک شخص امامت کرائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو،
البتہ جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
کہے لے تو پھر تم آمین کہو۔ اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا۔ (حضرت
ابو ہریرہؓ سے بھی یہ الفاظ منقول ہیں، امام مسلم نے اس روایت کو بھی صحیح کہلاتے۔)

عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ
(۱۴) مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے | بَنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ

الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ -

صحیح مسلم، سجود والتلاوة، حدیث (۸۷۷)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زبید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ
پڑھنے کی بابت پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ کسی بھی نمازیں امام کے ساتھ ساتھ قرآن نہ پڑھے۔

كَانَ يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ :
(۱۵) امام کی قرأت مقتدی کیلئے کافی ہے |

مَنْ صَلَّى وَرَاءَ الْإِمَامِ كَفَاءٌ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ - (صحیح البیہقی، سنن بیہقی
من قال لا یقرء)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتدار میں نماز
پڑھے اس کیلئے امام کی قرأت کافی ہے، (امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

كَانَ ابْنُ عُمَرَ
(۱۶) تنہا نمازی فاتحہ پڑھے مقتدی نہیں | اِذَا سَمِعَ هَلًا

يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُ أَحَدًا كُنْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ فَخَسْبُهُ

قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَكَ فَلْيَقْرَأْ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ - (صحیحہ النعمی فی الآثار (موطا امام مالک، ثروت القلعة)

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی پڑھے؟
تو آپ جواب دیتے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے
تو قرأت کرے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھتے تھے۔
(آثار السنن میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے)

(۱۷) عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رُكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا
بِأَمِّ الْقِرَانِ فَلَمْ يَصِلْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَدَاعُ الْإِمَامِ - (حسن صحیح) ترمذی
شریف، ترك القراءة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورہ فاتحہ نہیں
پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی، لایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ (یہ حدیث
حسن صحیح ہے) اسی حدیث کی بنا پر امام زہدیؒ نے امام بخاریؒ کے دادا استاد امام احمدؒ
سے نقل کیا ہے کہ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب والی حدیث تنہا نمازی
کے بارہ میں ہے جو مقتدی کو شامل نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو ترمذی شریف)

مندرجہ بالا احادیث میں بڑی صراحت کے ساتھ باجماعت نماز میں مقتدی کو سورہ
فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے، لیکن کوئی صحیح مرفوع حدیث ایسی نہیں جس میں صراحتاً باجماعت
نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

(۱۸) آمین آہستہ کہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ
وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ
لِمَنْ حَمِدَكَ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -

(صحیح مسلم - النہی عن مباذرة حدیث ۴۱۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم

تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کہے تو تم رکوع کہو اور جب وہ سبح اللہ من حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

مسئلہ آمین میں یہ حدیث بڑی واضح ہے کہ جس طرح امام الشراکبر اور سبح اللہ من حمدہ اونچی کہتا ہے لیکن سب مقتدی الشراکبر اور اللہم ربنا لک الحمد کہتے ہیں۔ اسی طرح جب لا ولا الضالین بلند آواز سے پڑھے تو مقتدی کو آہستہ آمین کہنی چاہئے۔

(۱۹) نماز میں رفع یدین

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَُا أَذُنُ خَيْلٍ تُقَسِّسُ أَسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ - (صحیح مسلم، الامر باسکون حدیث ۴۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شہر گھوڑوں کی دھیس ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جن احادیث میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے وہ اس محانت سے پہلے کی ہیں، لہذا اس مانعت کے بعد اب ان سابقہ روایات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے کسی صحیح حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ آخر تک آپ کا عمل رفع یدین کرنے کا تھا۔

(۲۰) نبوی نماز

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَّا أَهْلِي بِكُمْ صَلَوَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ - (حسن، صحیح ابن جریر، ترمذی شریف، ماجہ فی رفع، حدیث ۲۵۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور صرف شروع میں رفع یدین کیا یہ حدیث حسن ہے ابن حزم نے اسکو صحیح کہا ہے، احمد شاکر نے بھی صحیح کہا ہے۔

(۲۱) **عمل صحابہ** اِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔

(سنن بیہقی : من لم يذكر الرفع - قال الزيلعي معي ، قال ابن حجر رواه ثقات

قال العيني اسناده على شرط مسلم)

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔ (علامہ زیلعی، شارح بخاری علامہ ابن حجر اور شارح بخاری علامہ عینی نے اس روایت اور سند کو صحیح کہا ہے) واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے صحابہ کا بھی یہی عمل تھا۔ امام ترمذی بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کا اس پر عمل ہے۔

(۲۲) **جلسہ استراحت** عَنْ ابْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ وَفِيهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ۔

(ابوداؤد شریف، من ذکر حدیث ۹۶۶)

حضرت سہل کے صاحبزادہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۸۹ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور علامہ ترکمانی نے جہر النقی ج ۲ ص ۱۲۵ میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول نقل کیا ہے کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(۲۳) **التحيات** قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ احْلَاكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ : اَلْحَيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ لِلَّهِ

وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَاحِمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۸) (التشهد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی تم میں سے نمازیں بیٹھے تو یہ پڑھا کرے۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
 اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ
 الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
 وَرَسُولُهُ پھر جو دعا مانگنا چاہے مانگے۔

(۲۳) انگلی کا اشارہ
 كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
 قَعَدَ يَدَاوُوعُو وَضَعَ يَدَاهُ الْيُمْنَىٰ عَلَىٰ فَخْذِهِ
 الْيُمْنَىٰ وَيَدَهُ الْيُسْرَىٰ عَلَىٰ فَخْذِهِ الْيُسْرَىٰ وَاَشَارَ بِاصْبَعِ السَّبَابَةِ
 وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلَىٰ اَصْبَعِ الْوُسْطَىٰ۔ (صحیح مسلم - صفحہ ۱۸۵ حدیث ۵۴۹)
 جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے بیٹھے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں
 ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی
 سے ملا لیتے۔

(۲۵) درود شریف
 قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولُوا:
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ
 مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
 اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔ (صحیح مسلم، الصلاۃ - حدیث ۴۰۵)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم آپ پر کون سا
 درود شریف پڑھا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درود ابراہیمی تلقین فرمایا۔
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ
 اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ
 كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

(۲۶) ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا **ان عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ رأى رجلا رفع يديه قبل**

ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته (رجال ثقات مع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۹) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز ختم ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے تو نماز کے بعد آپ نے اس کو فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے (اس کے سب راوی ثقہ ہیں) فتاویٰ الہدیت ج ۱ ص ۱۹

فتاویٰ تیزیر ج ۱ ص ۵۶۶ میں بھی ہے کہ یہ دعا شرعاً درست اور مستحب ہے۔

(۲۷) ظہر کی سنتیں **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعٍ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا**

حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ - (ترمذی شریف باب آخر حدیث نمبر ۴۲۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت مستقلاً پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیں گے۔

(۲۸) عصر کی سنتیں **قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ أُمَّةً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا - (ترمذی شریف، ماہار فی اللیل)**

حدیث ۴۳۰

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہو۔

(۲۹) مغرب کی سنتیں **قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ كَانُوا يَسْتَعْبُونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ - (قيام الليل للہرذلی)**

(۵۵) حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

(۳۰) **عشائر کی سنتیں** | عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ - (قیام اللیل للمؤید)

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

(۳۱) **وتر کی تین رکعات** | قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ

فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى أَحَدٍ عَشْرَةَ رَكَعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِمْ وَطُولِهِمْ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِمْ وَطُولِهِمْ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا - (مجمع مسلم ملاءة اللیل حدیث ۷۸۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ چار چار کر کے آٹھ رکعت تہجد پڑھتے جن کے حسن اور خضوع کیا کہنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(۳۲) **رکوع سے پہلے دعائے قنوت** | عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ

فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قَبْلَ الْكُوعِ أَمْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الْكُوعِ فَقَالَ كَذَّابٌ إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْكُوعِ شَهْرًا - (مجمع بخاری، القنوت قبل الركوع)

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قنوت ثابت ہے، میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد میں؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے بتایا ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کو کہا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس نے بہت جھوٹ کہا۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

میں ہے کہ اسی لئے حضرات صحابہ کرام سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔
 شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر مفتح ابیاری شرح بخاری ص ۲۹۱ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت
 کی تمام روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل پڑھی جانے والی قنوت رکوع سے پہلے
 ہے اور اگر کسی وقتی حالات کے پیش نظر پڑھی جائے تو وہ رکوع کے بعد ہے۔

(۳۲) وتروں کے آخر میں سلام پھیرے عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ يُؤْتِرُ

بِثَلَاثٍ لَا فَضْلَ فِيْهِنَّ۔ (زاد المعاد ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و عن ابیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین وتروں
 کے دوران سلام نہیں پھیرتے تھے۔

علامہ ابن حجر نے فتح ابیاری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۹۱ میں لکھا ہے کہ حضرت ابی بن
 کعبؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت انسؓ تین وتروں کے آخر
 میں سلام پھیرتے تھے۔ درمیان میں نہیں۔

(۳۳) فجر کی سنتیں جَاءَ بَنُ مَسْعُودٍ وَآلِ الْإِمَامِ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَضَلَّى

رَكَعَتَيْنِ إِلَى سَابِعِيَةٍ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّيْ رَكَعَتَيِ

الْفَجْرِ۔ (رجالہ موثقون) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۷
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنتیں پڑھنی تھیں، وہ مسجد میں
 آئے تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ آپ نے ایک ستون کے قریب دو سنتیں پڑھیں۔ (حضرت
 عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے
 تھے۔)

(۳۴) سنتوں کی قضا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

لَمْ يُصَلِّ رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهُمَا بَعْدَ

مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ (ترمذی شریف۔ ابیاری زاد المعاد تھا۔ حدیث ۴۲۳)
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھنی ہوں وہ سورہ

نکلنے کے بعد پڑھے۔ (موطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کا عمل یوں ہی نقل کیا گیا ہے)۔

۱۸۶ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ صَلَّی
 ۱۸۷ فِی الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَصَلَّی بِصَلَاتِ نَاسٍ

ثُمَّ صَلَّی مِنَ الْمُقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّلَاثَةِ
 أَوِ الْاَبْعَةِ فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْہُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ فَلَمَّا
 اصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنْ الْخُرُوجِ اِلَیْکُمْ
 اِلَّا اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفَرِّضَ عَلَیْکُمْ قَالَ وَذَلِکَ فِی رَمَضَانَ۔

(صحیح مسلم الترغیب فی التراویح حدیث ۷۶۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز پڑھی اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ شریک ہو گئے اور دوسری رات شرکار کی تعداد بڑھ گئی تو تیسری یا چوتھی رات آپؐ تراویح کے لئے مسجد میں نہ آئے اور صبح کو فرمایا۔ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا لیکن خود اس لئے نہیں آیا کہ یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ ہو جائے۔

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت نماز پڑھنا نیز تراویح کی تعداد اور اس میں قرآن پورا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور بعض لوگ جو تہجد اور تراویح کو ایک سمجھ کر تہجد والی احادیث سے تراویح کی تعداد مقرر کرتے ہیں وہ صحیح نہیں، چونکہ خود مولانا شارح الترمذیؒ نے "اہل حدیث کا مذہب" ص ۱۲ پر لکھا ہے کہ تراویح اور تہجد کو ایک کہنا چھوڑو یوں کا مذہب ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلائل سے یہ چیز ثابت ہے کہ تراویح اور تہجد دو علیحدہ نمازیں ہیں۔

عہد حدیثی کا معمول حسب سابق رہا، عہد
 ۱۸۸ تَرَاوِیْحُ خِلَافَتِ رَاشِدِہِیْنَ

ناروقی میں پورا رمضان باجماعت میں تراویح کی مکمل قرآن سنانے کا عمل شروع ہوا جس پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے پھر عہد عثمانی و عہد علوی سمیت آج تک امت اسلامیہ اسی پر عمل پیرا ہے اور آج تک حرم کی شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں جبکہ مسجد نبویؐ میں کبھی بھی بیس سے کم تراویح نہیں ہوئیں اور اب بھی بیس تراویح

ہی ہوتی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ بعض لوگ پورا رمضان تراویح پڑھنے، باجماعت پڑھنے اور سجدے میں پورا قرآن ختم کرنے میں عہد فاروقی اصحابت اسلامیہ کے ساتھ ہیں لیکن تراویح کی تعداد میں طعنہ لگا اختیار کرتے ہیں۔ آخر کیوں؟

هَنْ يَزِيدُ بَنِي دُمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَوَمُّونَ فِي نَحْوِ مَا نَحْنُ هَمْرُ بْنُ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي زَمَانٍ بِثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ كَهْكَمَةً (مولانا المک
اجارنی قیام رمضان)

حضرت یزید بن دومان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تراویح اودتین و تر پڑھتے تھے۔

(۳۸) **تکبیرات عیدین** کَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ
فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ كَانَ
يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرًا عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حَدَّثَنِي صَدَقٌ (ابو داؤد شریف، تکبیر
فی العیدین حدیث ۱۱۵۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر
میں کتنی تکبیریں کہتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے
تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے بھی اس کی تصدیق کی۔ امام ترمذیؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے
بہت سے صحابہؓ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

(۳۹) **مسافت قصر** كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
يَقْصُرَانِ وَيَقْطُرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُيُوتٍ وَهِيَ سِتَّةٌ
عَشَرَ فَرَسًا (صحیح بخاری، فی کم یقصر الصلاة)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار پردے کے لیے سفر
میں نماز قصر کرتے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار پردے سولہ فرسخ (۴ میل) ہوتے ہیں۔
مولانا شرف الدینؒ نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۸ میں لکھا ہے کہ مجہود محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اترالیس
میل مسافت قصر صحیح ہے، نویس غلط ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ أَقَامَ خُمُسَةَ عَشْرًا يُؤْمَا أَتَمَّ
(۴۰) مَدَّتِ قَصْرًا الْمَسْلُوكَةَ - (ترمذی شریف، فی کم تقصر حدیث ۵۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس مسافر نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی وہ پوری نماز پڑھے گا۔

زہم کے خریدار توجہ فرمائیں

زہم کے اجراء کا مقصد بطور خصوص غیر مقلدیت اور سلفیت کے فتنہ کا مقابلہ کرنا تھا، اور الحمد للہ آپ حضرات نے دیکھا کہ زہم اس میں کس حد تک کامیاب ہے، ہندوپاک میں یہ واحد رسالہ ہے جس نے سلفیت اور غیر مقلدیت کو بے نقاب اور اس کی گمراہی کو انہر من الشمس کر دیا ہے، اس کا اعتراف ہندوپاک کے عوام و خواص کر رہے ہیں۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اس کے باوجود ہیں اپنے بھائیوں سے جو تعاون مانجا ہے نہیں مل رہا، خریدار حضرات چندہ ختم ہونے پر دوبارہ رقم نہیں بھیج رہے ہیں، بہت سے لوگ مفت ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں، صورت حال اگر یہی رہے تو ہمیں زہم کے بارے میں سوچنا ہوگا کہ اسکو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے۔ اسلئے کہ بہت دنوں تک خسارہ کے ساتھ پرچہ جاری نہیں رکھا جاسکتا۔

اسلئے گزارش ہے کہ جن حضرات کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ فوراً روانہ کر دیں، اور زہم کی توسیع کیلئے بھی کوشش کریں۔ اپنا پتہ بہت صاف انگریزی میں لکھیں۔

مجلد اول

قسط (۲)

محمد ابوبکر غازی پوری

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب

صلوة الرسول کے

بارے میں

(۹) پانی کے احکام کے بیان میں صادق صاحب فرماتے ہیں ، وضو کے لئے پانی کھپاک ہونا شرط ہے ، اور پھر فرماتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک پانی کی یہ پہچان بتلائی ہے ۔ ان الماء لا ینجسہ شیء الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ حضور فرماتے ہیں کہ اگر نجاست گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے (یعنی تینوں وصفہ پانی میں اکٹھے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے ، (ص ۵۳)

اس عبارت میں صادق صاحب نے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے ، غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ اپنی کتاب رسول اکرم کی نمازیں فرماتے ہیں ، اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے (ص ۹) ضعیف حدیث کو بیان کرنا اور اس سے استدلال کرنا غیر مقلد کے مذہب میں حرام ہے ۔ صادق صاحب نے حدیث کا ترجمہ یا یا سے کیا ہے ، حالانکہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یا یا سے کیا جائے ، حدیث میں وطعمہ ولونہ کا لفظ ہے یعنی واؤ کا استعمال ہوا ہے ، جس کا ترجمہ یا نہیں اور ہوتا ہے ۔ مولانا اسماعیل سلمیٰ نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔

پانی پاک ہے لیکن پلیدی گرنے کی وجہ سے اگر اس کی رنگت (اور) بو (اور) مزہ بدل جائے تو وہ پلیدی ہو جائیگا ، (رسول اکرم کی غماز ص ۹)

اور سب سے دلچسپ بات تو صادق صاحب نے یہ فرمائی ہے

”یعنی تینوں وصفہ پانی میں اکٹھے پائے جائیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔“

یعنی صادق صاحب کے نزدیک نجاست گرنے سے اس وقت پانی ناپاک ہو گا جب پانی کا رنگ بھی بدل جائے اور اس کا مزہ بھی بدل جائے اور اس کی بو بھی بدل جائے ، اور اگر صرف رنگ بدلے ، یا صرف مزہ بدلے ، یا صرف نجاست کی ہلک پلیدی ہو جائے تو صادق صاحب کے

مذہب میں نجاست والا وہ پانی پاک نہ ہوگا، اس طرح اگر نجاست گرنے سے پانی کا دو وصف بدل جائے یعنی رنگ و مزہ بدلے یا رنگ اور بو بدلے یا بو اور مزہ بدلے تو یہی پانی پاک ہوگا۔ ناپاک نہ ہوگا، اور اس سے وضو کرنا اور نماز پڑھنی جائز ہوگی، سبحان اللہ یہ ہے مادیق صاحب کی تعلیم و تلقین، گندھے اور نجس پانی سے وضو کر اگر کھائے مادیق صاحب مسلمانوں سے رسول الہی نماز پڑھوائیں گے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرے مادیق صاحب نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے، خود غیر مقلدین کے علماء کے بیان کے خلاف ہے، غیر مقلدین کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست گرنے سے پانی کا ایک وصف بھی بدل جائے مثلاً صرف اس کا رنگ بدل جائے یا صرف اس کا مزہ بدل جائے یا صرف اس کی بو میں تغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہوگا اور اس سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا، مولانا اسماعیل سلفی رسول اکرم کی غائے میں لکھتے ہیں :

۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر پلیدی گرنے کی وجہ سے پانی ان صفات میں سے (یعنی بو مزہ رنگ) کوئی ایک بدل جائے تو پانی پلید ہو جائیگا طہارت کیلئے ایسے پانی کا استعمال درست نہ ہوگا (ص ۹)

اور غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں (مادیق صاحب نے) فحش غلطی کی ہے کیونکہ جب ایک وصف بھی پایا جائے گا تو پانی بالا جماع ناپاک ہو جائے گا۔

(ملوۃ الرسول ص ۶۶ مصنفہ عبدالرؤف صاحب)

لیکن مادیق صاحب فرماتے ہیں کہ نجاست گرنے سے پانی اسی وقت نجس ہوگا جب اس کی مقدار اتنی ہو کہ پانی کے تینوں اوصاف بدل جائیں، یہ مذہب کسی بھی معتبر ائمہ فقہ و حدیث کا نہیں ہے، ہاں فرقہ ظاہریہ اس کا قائل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مادیق صاحب کا تعلق بھی اسی فرقہ ظاہریہ سے ہے۔

(۱۰) مادیق صاحب فرماتے ہیں۔ ”حضور نے جنی کے متعلق فرمایا کہ وہ ٹھہرے ہوئے

پانی میں بیٹھ کر نہ نہائے ،

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو شخص حالتِ جنابت میں ہو اس کے غسل کا پانی ناپاک ہے اور اس کو رکے ہوئے پانی میں غسل کرنا جائز نہیں ہے ، ورنہ وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ یعنی رکے ہوئے پانی کو جنبت کے غسل ولے پانی سے بچانا ہے۔

اب صادق صاحب کی عقل ملاحظہ فرمائیے وہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

”ہاں باہر بیٹھ کر اس میں سے پانی لے لے کر غسل کرے ، مس ۱

یعنی باہر بیٹھ کر کے اسی پانی سے لے لے کر غسل کرنے سے وہ ٹھہرا ہوا پانی ناپاک نہ ہوگا، خواہ غسل کا پانی بہہ کر اس ٹھہرے ہوئے پانی میں گے ، یہ بھی ظاہر یہ فرقہ کا مذہب ہے ، ظاہر یہ کا مذہب ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب یا خانہ کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے پانی نجس ہوگا لیکن اگر پانی کے باہر پیشاب یا خانہ کیا جائے اور وہ پیشاب یا خانہ بہہ کر بانی میں چلا جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ ظاہریوں والی یہی عقل خدا کی طرف سے صادق صاحب کو بھی نصیب ہوئی ہے ، اور اس علم و عقل کے بل بوتے پر وہ رسول اللہ کی نماز سکھلانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

(۱۱) صادق صاحب نے پاخانہ سے نکلنے کی ایک دعایہ نقل کی ہے۔ الحمد للہ الذی اذهب عني الاذى وعافاني، اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ عبد الرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں (یہ ضعیف حدیث ہے) اس کی سندیں اہمائل مکی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۱۲) بول و براز کے مسائل میں صادق صاحب نے ابو داؤد سے یہ حدیث ذکر کی ہے

حضور نے فرمایا جو دو آدمی پاخانہ پھرنے جائیں اور ستر کھول لیں اور باتیں

کرنے لگ جائیں تو اللہ اس فعل سے غضب میں آتا ہے۔ (مس ۵)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے ، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر کئے بغیر اس کو نقل کیا

ہے جو غیر مقلدین کے مذہب میں فعل حرام ہے ، غیر مقلد عالم عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں۔

” حدیث ضعیف ہے “

(۱۳) صادق صاحب نے مثلاً میں یہ حدیث ذکر کی ہے، حضور نے ایک دیوار کے پاس نرم زمین میں پیشاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے پیشاب کا ارادہ کرے تو پیشاب کے لئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے مگر صادق صاحب نے اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا۔
عبد الرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں ” ضعیف حدیث ہے “

(۱۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں منیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھو ڈالتی تھی۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک منیٰ پاک ہے کہ ناپاک، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ ناپاک ہے، اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اہل حدیث کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ منیٰ پاک ہے۔ فرماتے ہیں۔ وہو مذهب الشافعی واصحاب الحدیث تحفہ ص ۱۲۱ یعنی اصحاب حدیث اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ منیٰ پاک ہے۔ معلوم نہیں منیٰ کے بارے میں صادق صاحب کا مذہب کیا ہے؟

(۱۵) صادق صاحب نے ص ۶ پر غسل جنابت میں مبالغہ درکار ہے، ” کے تحت دو حدیثیں ذکر کی ہیں، اور یہ دونوں ضعیف ہیں، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا۔ اور ان سے استدلال کر کے حرام کا ارتکاب کیا ہے، پہلی حدیث یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل جنابت سے بال برابر جگہ دھوئے بغیر چھوڑ دی تو اس کو ایسا اور ایسا عذاب ہوگا، عبد الرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے، دوسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے، حضور انور فرماتے ہیں جنبتی کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بال کو خوب دھوؤ اور بدن کو اچھی طرح پاک کرو، اس کو بھی عبد الرؤف غیر مقلد مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد صاحب نے تحفہ الا حوذی میں ضعیف بتلایا ہے۔

(۱۶) صادق صاحب عنوان قائم کرتے ہیں، جنبتی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور

اس کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا احل
المسجد لمخائف ولا جناب۔ اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں (خدا کے حکم سے)
 حائفہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں۔ مہادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ
 یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (صلوۃ الرسول محقق منہ) اس
 حدیث میں مہادق صاحب نے یہ بھی کارستانی کی ہے کہ اپنی طرف سے خدا کے حکم سے یہاں
 بڑھا دیا جب کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب
 رسول اکرم کی نمازیں میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ان صاحب نے بھی یہ نہیں بتلایا
 کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا سلفی صاحب نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے ناظرین وہ بھی
 سن لیں۔

حائفہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں۔ انی لا احل المسجد
لمخائف ولا جناب کا یہ بہت فاضلانہ ترجمہ۔ اب معلوم نہیں، کس کا ترجمہ درست ہے۔
 مہادق صاحب کا یا سلفی صاحب کا۔ دونوں ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے، احادیث رسول کے
 ساتھ غیر مقلدین کیا کیا تماشا کرتے ہیں، ناظرین دیکھتے جائیں۔

(۱۰) صلوۃ الرسول مث میں مہادق صاحب نے مسواک کے بیان میں پہلے یہ حدیث ذکر
 کی ہے، رسول اللہ نے فرمایا جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز سے
 ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ یہ ضعیف حدیث ہے مگر مہادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا
 کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، اس کی سند ضعیف ہے، پھر فرماتے
 ہیں کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

کس قدر انسوس کا مقام ہے کہ مہادق صاحب ضعیف احادیث ذکر کرتے ہیں
 اور اس کے منفع کو چھپاتے ہیں۔

مسواک کے بیان میں دوسری حدیث یہ ذکر کی ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دن کو سوکر اٹھنے کے بعد وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

عبدالرؤف غیر مقلد نے اس حدیث کو کبھی دلائل سے ضعیف بتلایا ہے۔
 مسواک کے بیان میں تیسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے۔ رسول اللہ نے
 فرمایا جب بھی میرے پاس جبریل آئے تو مجھے مسواک کرنے کا (سنت) حکم کرتے تھے۔
 یہ حدیث بھی ضعیف ہے، بلکہ سخت ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کے
 ضعیف ہونے کو چھپایا۔ غیر مقلد عبدالرؤف فرماتے ہیں۔ یہ سند سخت ضعیف ہے۔

(۱۸) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا واجب ہے (مثلاً) لیکن یہ نہیں بتلایا کہ مسواک دھو کر تے وقت واجب ہے یا نماز
 پڑھتے وقت، مسواک کرنا مسجد کے باہر واجب ہے یا مسجد کے اندر واجب ہے۔ صادق صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ انکے علماء نے
 کیا لکھا ہے، غیر مقلد محدث مولانا شمس الحق غانیۃ المقصود میں لکھتے ہیں کہ ان الاحادیث
 دلت علی استحبابہ عند کل صلوٰۃ، یعنی احادیث نے مسواک کرنے کو ہر نماز کے
 وقت مستحب بتلایا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ، نماز سے پہلے مسجد کے باہر مسواک کر کے مسجد
 میں داخل ہو، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ هذا کلام حسن یعنی یہ اچھی بات
 ہے۔ (تحفہ مہر ۳۵)

غرض مولانا صادق صاحب کا مسواک کو واجب بتلانا درست نہیں ہے ان کے
 علماء تو مسواک کرنے کو مستحب بتلاتے ہیں، مولانا صادق صاحب اور ان کے علماء غیر مقلدین
 پہلے یہ طے کریں کہ مسواک کرنی واجب ہے یا مستحب، مسواک کا حکم مسجد کے باہر ہے یا
 مسجد کے اندر ہی نماز کے وقت مسواک کی جائے گی۔ یہ بیچارے غیر مقلدین جس سلسلہ میں
 خود اُچھے ہوئے ہیں اس کی تعلیم دوسروں کو دے رہے ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے جو رسول اکرم کی نماز لکھی ہے، اس میں وضو
 اور نماز کے بیان میں مسواک کا ذکر ہی گول کر دیا ہے، اس لئے کہ اسماعیل سلفی صاحب کو خوب
 معلوم ہے کہ ان کے علماء احادیث کی روشنی میں مسواک کا حکم اور اس کی جگہ طے کرنے کے
 بارے میں آج تک متفق نہیں ہو سکے۔

(۱۹) صادق صاحب نے مہر پر یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا استقیظ احدکم

من منامہ فلیستنثر ثلاثا فان الشیطن یبیت علی خیشوہ ، اور اس کا ترجمہ کیلئے۔ ” جب جاگے ایک تمہارا اپنی نیند سے پھر ارادہ کرے وضو کا تو ناک جھاڑے (پانی کھینچ کر) تین بار پس شیطان رات گزارتا ہے اس کی ناک کے بالنے پر۔

ناظرین مہادق صاحب کی جرأت کی داد دیں خط کشیدہ پوری جہارت اپنی طرف سے حدیث کے ترجمہ میں بڑھادی ہے، پھر ارادہ کرے وضو کا، حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، حدیث کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ جب آدمی سو کر بیدار ہو تو تین بار ناک جھاڑے اس لئے کہ شیطان اس کے بالنے پر رات گزارتا ہے، پانی سے جھاڑے یا بلا پانی کے اس کا بھی ذکر نہیں ہے، مگر مہادق صاحب اپنی طرف سے زیر دستی اس حدیث کا تعلق وضو سے قائم کر رہے ہیں اور پانی سے ناک جھاڑنے کی بات کا اضافہ کر رہے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنی بات ملا ناکس قدر خطرناک جرم ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے اوپر وہ بات گڑھی جس کو میں نے نہیں کہا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(۲۰) مہادق صاحب م۱۱ میں فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھے۔ چاہئے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ جلا وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو (پوڑا) نہیں ہوتا

مہادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں لا اعلم فی ہذا الباب حدیثا لہ اسناد جید، یعنی مجھے اس باب کی ایک حدیث بھی پتہ نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو۔

افسوس ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب بلکہ واجد کہہ دیا۔ ان غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، جب انکار پر آئیں گے تو صحیح سے صحیح تر حدیث کو رد کر دیں اور جب ماننے پر آئیں گے تو ضعیف احادیث سے وجوب ثابت کر دیں گے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساد کرے

(۷۱) صادق صاحب نے مکمل مسنون وضو کا طریقہ بیان کیا ہے، لیکن وضو میں کون سی چیز واجب ہے کون سی چیز فرض ہے، سنت کیا ہے اور استحباب کیا ہے، ان کا کہیں ذکر نہیں ہے، صرف بسم اللہ کو واجب بتلایا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی واجب بتلایا ہے۔ (دیکھو الردۃ النذریہ) اور نواب معین الزماں حیدر آبادی نے کہا ہے کہ وضو میں نیت، بسم اللہ پڑھنا کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے اور ان کے چھوٹے سے وضو نہیں ہوتا، صادق صاحب نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ اگر آدمی ایک ایک دفعہ یا دو دفعہ وضو میں اپنے اعضاء کو دھلے تو یہ مسنون وضو ہوگا یا نہیں؟ انھوں نے مسنون وضو کا طریقہ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک دفعہ اور دو دفعہ اعضاء کو دھو کر نماز نہیں پڑھی ہے، اگر پڑھی ہے اور یقیناً پڑھی ہے تو آپ کا یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہیں؟ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر متقلد عالم لکھتے ہیں۔ قد جاءت الاحادیث الصحیحة بالغسل مرة مرة ومرتین مرتین وثلاثاً ثلاثاً وبعض الاعضاء ثلاثاً وبعضها مرتین (تحفہ مبارک) یعنی صحیح حدیث اس کی بھی ہیں کہ اعضاء وضو ایک ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھلا ہے، اور دو مرتبہ بھی اور تین تین مرتبہ اور بعض اعضاء کو تین مرتبہ اور بعض کو دو مرتبہ۔

ہمیں غیر متقلدین اور صادق صاحب بتلائیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کا دھونا ثابت ہے تو یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہ ہوگا۔ صادق صاحب نے صرف تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونے کو مسنون کیوں بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ وضو میں اعضاء کو دھو گے تو وضو مسنون نہ ہوگا، اور تین دفعہ دھو گے تو مسنون وضو ہوگا؟ غیر متقلدین کا عجیب حال ہے، بسم اللہ کی حدیث ضعیف ہے اس کو تو وضو میں واجب قرار دے دیا اور جو باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں اس کو مسنون ماننے

پر بھی راضی نہیں ہیں، اپنی طبیعت سے جس کو چاہا فرض بتلایا، جس کو چاہا واجب بتلایا اور جس کو چاہا سنت کہہ دیا۔

(۲۶) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ گردن کے مسح کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں آیا ہے،
(۸۳) ——— صادق صاحب کا یہ فرمان صداقت سے قطعاً دور ہے اور بدترین جھوٹ ہے، حافظ ابن حجر نے التلخیص البیر میں گردن پر مسح کی یہ حدیث ذکر کی ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیه علی عنقه وثی الغل یوم القیمۃ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ روز قیامت گردن میں طوق پہننے سے بچا لیا جائے گا (یعنی وہ عذاب خداوندی سے محفوظ ہوگا)

کعب بن عمر یحییٰ کی روایت میں ہے کہ فلما مسح راسہ قال ھکذا اوادعاً بیدایہ من مقدم راسہ حتی بلغ بہما الی اسفل عنقه من قبل قفا لا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ یہ بتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کیا اور ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

معجم طبرانی کبیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو مسح رقبۃ۔
یعنی آپ نے گردن کا بھی مسح کیا۔ (پہ ۲۲۲)

کشف الاستار میں ہے حضرت وائل کی حدیث میں یہ بھی ہے، مسح علی راسہ ثلاثاً وظاہر اذنیہ ثلاثاً وظاہر رقبۃ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا تین دفع مسح کیا اور دونوں کانوں کے اوپر ہی حصے کا تین دفعہ اور گردن کے اوپر مسح کیا۔ منہ ۸۴
مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے اوپر ہی حصے کا مسح کیا (منہ ۸۵)
غرض ایک نہیں متعدد حدیثوں سے وضو میں گردن کا مسح ثابت ہے پھر مولانا صادق صاحب کا یہ کہنا کہ گردن کے مسح کا کسی حدیث میں ذکر نہیں آیا کس قدر جھوٹ اور غلط بات ہے۔ رہا

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسیح کی امامیت ضعیف ہی تو یہ مسیح والی حدیث پر عمل کرنے سے جان چھڑانے کی ایک چال ہے، ورنہ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ خود صادق صاحب اس کتاب میں ضعیف احادیث لارہے ہیں اور ان سے استدلال کر رہے ہیں اور کمال جرأت ہے کہ اس کے ضعیف ہونے کو بتلاتے بھی نہیں، نواب صدیق حسن خاں صاحب الروفۃ النذیریہ میں فرماتے ہیں۔ واما مع الرقبۃ فقد ورد من الروایات ما یصلح لتعلیل بہ علی مشروعیۃ مسیح الرقبۃ۔ یعنی کہ رقبہ (گردن کے مسیح) کے بعد کسی بہت سی روایات ہیں جن سے گردن کے مسیح کی مشروعیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

(۲۲) صادق صاحب نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرتے وقت اس کو ہٹالیں جو الہ دیا ہے مشکوٰۃ کی حدیث کا اور یہ ہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ غیر مقلد مجدد فرقہ صاحب لکھتے ہیں۔ ضعیف حدیث ہے۔ (صلوۃ الرسول محقق)

(۲۳) صادق صاحب ۸۵ پر لکھتے ہیں۔ تین تین بار دھوئے سے کامل وضو ہوتا ہے۔ جب کہ بخاری سے خود ہی ثابت بھی کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اور دوسرے مرتبہ بھی وضو میں اعضاء دھو کر نماز پڑھی ہے، تو کیا معاذ اللہ حضور کی یہ نمازیں ناقص وضو سے تھیں؟ کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک بار اور دوبار دھونے سے وضو ناقص ہوتا ہے؟ غیر مقلدین دوسروں کو تعلیم دیں گے کہ دین میں رائے کو دخل نہیں دینا چاہئے اور خود اپنی رائے سے احکام شریعہ کے بارے میں جو چاہیں گے کہیں گے۔ کسی قدر جرأت کی بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو ناقص کہا جائے، یہ جرأت صادق صاحب کے غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔

(۲۵) صادق صاحب نے پہلے انبیاء کا وضو کے عنوان کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور یہ نہیں بتلایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد مجدد الفرقہ صاحب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں۔ ہام نفوی نے شرح مسلم میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲۶) صادق صاحب فرماتے ہیں۔ اعضاء کو خوب مل کر دھونا چاہئے۔ ہاں یہ صادق صاحب کی وضو کے بارے میں گڑھی بات ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل کر دھونا چاہئے، کیا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو

کو خوب لال کر دھویا کرتے تھے؟ جو بات آنحضور نے نہ فرمائی ہو اس کو آنحضور کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جرأت ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۶۷) صادق صاحب نے یہ بتلانے کیلئے کہ مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے وہ عبد الرحمن مبارکپوری کے نزدیک ضعیف ہے، اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فی زید یس من رجال الحسن فکیف الصحیح یعنی یزید تو حسن کا بھی راوی نہیں اس کی حدیث صحیح کیسے ہوگی۔

(۶۸) گوز ریح خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو بتلانے کے لئے صادق صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کو بھی عبد الرؤف غیر مقلد ضعیف بتلاتے ہیں، اس حدیث کا راوی مسلم بن سلام مجہول ہے۔

(۶۹) صادق صاحب نے یہ بتلانے کے لئے قے اور کسیر وغیرہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت عائشہ کی جو حدیث پیش کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کہتے ہیں۔ قلت هذا حدیث ضعیف، یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مولانا صادق صاحب کہتے ہیں کہ ناک سے خون نکلنے سے وضو کرنا ہوگا اور ان کے بڑے عبد الرحمن مبارکپوری کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور مولانا اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں کہ خون بہنے سے بعض علماء کا خیال ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ امادیت صحیح نہیں ہیں، رسول اکرم کی نماز ص ۱۸ اور خون کا نکلنا نواب بھوپالی کے یہاں بھی ناقض وضو نہیں ہے۔ (الروضۃ النذیرہ ص ۱۵) غرض یہ غیر مقلدین جن کو مسنون نماز سکھلانے کا شوق ہوتا ہے، اور کوئی صلوات الرسول لکھتا ہے اور کوئی رسول اکرم کی نماز تالیف فرماتا ہے، یہ وضو کے مسائل تک میں متفق نہیں ہیں، یہ بیچارے دوسروں کو رسول اکرم کی نماز کیا سکھلائیں گے؟

ناظرین غیر مقلدین کے اکابر کا مسلک یہی ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غیر مقلدین نے اس سلسلے میں جن بڑے بڑے محدثین کی مخالفت کی ہے، ان

میں سے چند یہ ہیں سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام زہری، حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت امام شعبی، حضرت عروہ بن زبیر، امام نخعی، امام قتادہ، حکم بن عیینہ، امام حماد، حسن بن صالح، امام اوزاعی، ان تمام محدثین کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ (تحفہ) مگو میاں صاحب دہلوی کی کاشت سے پیدا شدہ مشردہ شاذہ کا مذہب یہ ہے کہ بدن سے خون نکلنے پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳۰) یہ بتلانے کے لئے سکر یعنی نشہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، صادق صاحب نے قرآن کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ** سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں۔ بے ہوشی کی حالت کو مانع نماز فرمایا ہے معلوم ہوا کہ مستی و بے ہوشی ناقض وضو ہے، مارے گھٹنا بھوٹے سر کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی، قرآن کہہ رہا ہے کہ حالت نشہ میں نماز نہ ہوگی، اس وجہ سے نہیں کہ نشہ ناقض وضو ہے بلکہ اس وجہ سے کہ نشہ کی حالت میں آدمی منہ سے نکالتا کچھ ہے اور نکلتا کچھ ہے، اور صادق صاحب اس آیت سے نشہ اور بے ہوشی سے وضو کے ٹوٹنے پر استدلال کر رہے ہیں۔

غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشے میں قرآن کے الفاظ بھی امام صاحب غلط پڑ گئے، غرض اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے سے ہے ہی نہیں۔ مگو جناب صادق صاحب کو اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے سے نظر آ رہا ہے۔

۔ بریں عقل و دانش بیاید گریست ۔

(۳۱) مزدوں پر کس طرح سے ہو؟ صادق صاحب فرماتے ہیں، پانچوں انگلیاں دائیں اصبا میں ہاتھ کی ترکہ کے دونوں پاؤں کے بیچوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک پہنچ لے جائیں۔ یہ طریقہ کس حدیث میں ہے، اس کا حوالہ صادق صاحب نے نہیں دیا، بعد ازاں غیر مقلد فرماتے ہیں۔ مسیح کی کیفیت کے بارے میں بعض روایات وارد ہیں مگر سخت ضعیف ہیں

اور معلوم ہے کہ ضعیف حدیث سے مسئلہ بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک حرام اور ناجائز ہے۔

صادق صاحب اسی حرام اور ناجائز کام کا بار بار ارتکاب کر رہے ہیں۔

(۳۱) جوابوں پر سچ کرنے کے بارے میں جو حدیثیں صادق صاحب نے نقل کی ہیں، ان میں سے بقول مولانا عبدالرحمن مبارکپوری ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حدیث مرفوع صحیح خال عن الکلام هذا ما عندي والله اعلم، (تحفہ ص ۱۷۶) یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جوہرین پر مسح کے بارے میں ایک بھی مرفوع صحیح حدیث جو جوہر سے خالی ہو نہیں ہے، میرے نزدیک یہی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اسلئے اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہوتا ہے تو براہ کرم غیر مقلد عالم و محدث مولانا مبارکپوری کی بات تسلیم کرتے ہوئے جوہرین پر مسح کا حکم غیر مقلدین کو ساقط کر دینا چاہئے۔ ورنہ پھر ان کو توبہ کرنی چاہئے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہے۔

چونکہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو معلوم تھا کہ جوہرین پر مسح ثابت کرنا صحیح حدیث سے مشکل ہے، اس وجہ سے انھوں نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نمازیں خفت اور جوہرین پر مسح کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا۔

(۳۲) صرف علماء پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے، یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، صادق صاحب فرماتے ہیں، اگر سر پر گچھی وغیرہ ہو اور کسی وجہ سے ہم اتارنا نہ چاہیں تو معلم حق و سر اور پیغمبر رحمت کی سنت کی پیروی میں اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ (مٹا)

قرآن کی نص صریح ہے کہ وضو میں سر کا مسح کرو، دامسحوا برؤسکم۔ خدا کا وضع ارشاد موجود ہے، اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صرف علماء پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مفصل بحث میری کتاب سیر الی الرسول پر ایک نظر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۳۳) آج کل کے غیر مقلدین نے چند نئی باتوں کو ایجاد کیا ہے، جن کے قائل ان کے

علامہ پہلے نہیں رہے ہیں انھیں میں سوئی موزہ پر سج کرنے کا بھی مسئلہ ہے، صادق صاحب نے بھی اس پر خامہ فرسائی کی ہے اور بتلایا ہے کہ سوئی موزہ پر سج کرنا بھی آنحضرت کی سنت ہے، حالانکہ یہ صادق صاحب کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار ہے، کسی ایک دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کے رسول نے خالص سوئی موزہ پر سج کیا ہو، صادق صاحب نے بھی کسی حدیث سے اس کو ثابت نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے لغت کا سہارا لیا ہے، اگر شرعی مسائل لغت ہی سے ثابت کئے جائیں گے تو پھر کوئی منجلا مصلوۃ کا ترجمہ لغت سے دعا ثابت کر دے گا، اور پھر اس کی دعوت یہ ہوگی کہ مصلوۃ صرف دعا کا نام ہے اور وہ پانچ وقت مسجد میں صرف دعا کر کے چلا آئے گا اس کی نماز ہو جائے گی۔ سائل شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت ہوتے ہیں لغت سے کبھی کبھار مدد لے لی جاتی ہے نہ کہ لغت کو مسائل شرعیہ کا دار بنایا جاتا ہے مگر آج کا وہ غیر مقلد ہی کیا جو دین میں نئی بات پیدا نہ کرے^(۱)

(۳۵) صادق صاحب نے ص ۱۱۵ میں تیمم کا طریقہ بیان کیا ہے، مگر صرف ایک دفعہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا طریقہ بتلایا ہے، اس میں خیانت یہ کہ ان تمام احادیث سے آنکھ بند کر لی ہے جن میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ جب احادیث دونوں طرح کی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کا طریقہ بتلایا جاتا۔

۱) شیخ النکل فی النکل میاں صاحب دہلوی سے سوال کیا گیا، اونی یا سوئی جوابوں پر سج جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا مذکورہ جوابوں پر سج جائز نہیں ہے (فتاویٰ ترمذیہ ج ۲ ص ۲۲۱) پھر اس کو دلائل سے ثابت کر کے فرماتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جن سوزوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کے اوپر سج کے جواز پر نہ کتاب اللہ سے دلیل ہے نہ سنت رسول اللہ سے دلیل ہے نہ اجماع اور قیاس میں سے میاں صاحب کے اس فتویٰ کے بعد صادق صاحب کی بات بالکل بے وزن ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ص ۲۳۲)

دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم میں دو دفعہ ہاتھ مارنا ہے، ایک چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت ہاتھ کیلئے ^{۱۸}۔ دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، معصفت ابن ابی شیبہ، طحاوی، مستدرک، حاکم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کی متعدد روایتیں ہیں، مگر صادق صاحب الہمدیث ہو کر ان تمام روایتوں کو چھوڑ رہے ہیں، جب کہ بڑے بڑے اجلاء محدثین اسی کے قائل ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی الروفۃ النذیر میں فرماتے ہیں۔ وذهب جماعة من الاثمة والفقهاء الى ان الواجب ضربان (م۱) یعنی ائمہ حدیث اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا واجب ہے۔

(۳۸) متذہب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، بلکہ وجوب کا لفظ صراحۃً بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ مثلاً خود صادق صاحب نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل الجمعة واجب علی کل محتلم، یعنی حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا غسل ہر باطن پر واجب ہے۔ مگر چونکہ صادق صاحب اور ان جیسے غیر مقلدین محض نام کے الہمدیث ہیں حدیث پر عمل کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے، اس وجہ سے دیکھے مصادیق صاحب اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

”اس حدیث میں واجب کے معنی ثابت اور لائق ترک کے ہیں، مطلب

یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا نہایت اچھا ہے ” م۱۱

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کی حدیث رسول کے بارے میں تاویل ! حدیث میں صاف لفظ وجوب کا ہے اور صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب کا معنی غسل کرنا بہت اچھا ہے ” ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صادق صاحب کو

وجوب کا یہ جدید معنی بطور خاص تعلیم فرما گئے ہیں، مقلدین حدیث کی تاویل کریں تو حرام اور غیر مقلدین بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کو تاویل سے روک دیں تو جائز، واہ واہ کیا خوب انصاف ہے۔

(۲۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ: تارکِ مصلوٰۃ اصحابِ ظواہر کے نزدیک کافر ہے۔ امام مالک کے نزدیک کافر نہیں ہوتا مگر اس کو قتل کیا جائے گا، امام اعظم کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر ان کے فتویٰ کی روش سے قید شدہ میں رکھنا چاہئے (ص ۱۳۱)۔

صادق صاحب نے اپنا مذہب نہیں بیان کیا کہ اس بارے میں غیر مقلدوں کا مذہب کیا ہے وہ اصحابِ ظواہر میں سے ہیں کہ اصحابِ مالک میں سے یا اصحابِ امام اعظم میں سے، یہ غیر مقلدین چھپے رستم ہیں، چونکہ حدیث شریف میں صاف صاف تارکِ مصلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے اور غیر مقلدین کا ان احادیث کے خلاف مذہب ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے غیر مقلدین کا مذہب نہیں بیان کیا اس موقع سے ان کو اصحابِ ظواہر، امام مالک اور امام اعظم یاد آئے۔

(۳۰) صادق صاحب نے نماز کے لامثال محاسن کے عنوان کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور ان کو صادق صاحب نے تبلیغی نصاب کتاب کے جز، فضائلِ مصلوٰۃ سے چرا لیا ہے۔ اور ان کی صداقت و دیانت کا حال یہ ہے کہ نام کہیں نہیں لیا کہ فضائلِ نماز کی یہ احادیث وہ کہاں سے لے رہے ہیں۔

صادق صاحب نے تقریباً ۲۵ احادیث ذکر کی ہیں، جن میں سے دس احادیث کے بارے میں عبدالرؤف غیر مقلد نے فتویٰ دیا ہے کہ وہ ضعیف ہیں، دوسری حرکت صادق صاحب نے نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر المانہ یہ کہ ہے کہ جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے یہ صحاح کی احادیث ہیں۔ یعنی صحاح ستہ کی، جبکہ نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر، نمبر اور نمبر کا وجود صحاح ستہ میں نہیں ہے، اور صادق صاحب کی ذکر کردہ بعض احادیث کے بارے

میں عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، ”انتہائی کمزور حدیث ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے، یا نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مرتبہ بدن پر۔ عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں، سخت ضعیف حدیث ہے، یا مثلاً نماز کا شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے۔
غرض صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کو ضعیف بلکہ سخت ضعیف اور انتہائی کمزور حدیث سے بھر رکھا ہے۔ اور دھوکہ دیا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حوالہ دینے میں بھی دیانت اور صداقت کا ثبوت نہیں دیا۔
(صلوۃ الرسول عبد الرؤف، ص ۱۸۱) ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

بقیہ ص ۱۲ کا

ابود و ابالظہر فان شلۃ المحرم فی جہنم
یعنی گرمی کے زمانہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے باپ کے اثر سے ہوتی ہے۔

(۳) ترمذی میں آنحضرتؐ کا ارشاد موجود ہے۔

اسفر و ابالفجر فانه اعظم للاجر یعنی فجر کی نماز اس وقت پڑھو جب فضا روشن ہو جائے اس میں ثواب زیادہ ہے۔

باپ... بیٹا، الدکتور سلفی جمع سالف اللہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں، ان کی بات پر اب دھیان ہی مت دو شیخ جن کو بھی بتلا دو کہ یہ شخص اب ہماری جماعت کا بد عقیدہ غیر مقلد ہے جب تک تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کر لے گا اس کی بات کی کوئی وقعت ہمارے یہاں نہ ہوگی۔

بیٹا۔ اباجی شیخ سلفی جمع سالف پی ایچ ڈی حفظہ اللہ نے یہ بات کہیں جذبات میں تو اگر نہیں کہی ہے؟
باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

مجلہ مفتاح

کیا فارسی زبان میں حنفیہ کے یہاں اذان مسنون و مشروع ہے؟

محکم بندہ جناب مولانا ابوبکر صاحب فازی پوری سلاہ مسنون
امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

ہفت روزہ ترجمان اہل حدیث دہلی جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۸ کی فوٹو کاپی ارسال خدمت
ہے۔ جس میں آپ کے کسی شاگرد کے حوالہ سے نماز و اذان کسی دوسری زبان میں انجام دینے کی بات
کہی گئی ہے۔ براہ کرم تحقیق فرما کر مطلع فرمائیں کہ رسالہ مذکورہ کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے اور اگر
صحیح ہے تو کیا اگر یہ امر جائز بھی ہو تو ہندوستان کے حالات میں جہاں مسلمانوں کو ہندی کلچر اپنانے
کی ترغیب دی جا رہی ہو مناسب ہے یا نہیں۔

دوسری زبانوں میں اذان اور نماز کی وبا اگر پھیل گئی تو کیا یہ اسلامی تمدن کا عظیم نقصان
نہیں ہوگا۔ خطبہ کی حد تک بات نہجہ سکتی ہے۔

میں ممنون ہوں گا اگر آپ زحمت فرما کر اس کی تحقیق فرمائیں گے۔ اور جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

ناز مند حکیم ظل الرحمن
لیگل سیکرٹری دہلی

محکم بندہ حکیم ظل الرحمن صاحب زاد محمد ہم
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مراج گرامی

گرا می نامہ آج ہی کی ڈاک سے ملا، کرم فرمائی و یاد دہانی کا شکریہ۔
 ہمیں اس سے بے انتہا خوشی ہوئی کہ آپ کو ایک مسئلہ میں کٹنگ پیدا ہوئی اور اس سلسلہ
 میں دریافت حقیقت کے لئے مکتوب سامی لکھنے کی زحمت گوارہ فرمائی، حق پسندوں کا یہی شیوہ
 ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر کچھ شبہ ہو تو اہل معلومات سے دریافت مال کر لیں اور حقیقت واقعہ
 معلوم کریں۔ پروپیگنڈاں باتوں سے اصحاب عقل و خرد کا متاثر ہونا بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔
 صورت واقعہ یہ ہے کہ غیر مقلدین اس کا مستقل پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ فقہ حنفی
 میں تلاں بات ہے اور قلاں بات ہے جو خلاف کتاب و سنت ہے۔ اسی طرح کی کسی بات پر زعم
 کے مستقل کالم نگار طحہ شیرازی نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں نماز کے ذکر و اذکار حتیٰ کہ اذان
 بھی قصداً اور عمدتاً بھی انگریزی زبان میں دینی جائز ہے اس کے جواب میں ترجمان دہلی کے مضمون
 نگار نے ہدایہ پر طعنے زنی کرتے ہوئے اس کے حاشیہ سے یہ لکھا کہ اخاف کے یہاں فارسی زبان میں
 اذان کہنا جائز ہے امام ابوحنیفہ سے ان کے شاگرد حسن نے یہ روایت کی ہے۔
 یہ میرے کسی شاگرد کی بات نہیں ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے یہ بات ترجمان کے مضمون نگار
 نے الزامی طور پر اختلاف کے خلاف ذکر کی ہے۔

اب آئیے صورت مسئلہ کی طرف تاکہ آپ کے سوال کا جواب مکمل ہو، فقہ میں بیٹے
 مسائل کا تعلق محض جواز سے ہوتا ہے، یعنی اگر ایسا ہو جائے تو اس سے عمل باطل نہیں ہوگا، اس کا یہ
 مطلب نہیں ہوتا ہے کہ جائز والا وہ عمل ہی مشروع اور مسنون ہے۔ مثلاً مسنون یہ ہے کہ اذان
 با وضو کی جائے۔ لیکن اگر کسی نے بلا وضو بھی اذان کہ دی تو اذان ہو جائے گی اس کا دھڑنا ضروری
 نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بلا وضو اذان کہنا مسنون اور مشروع ہے، قرآن میں ہے کہ
 اُولٰٓئِكَ هُمُ الْهٰدٰی مِّنْ رَّبِّہُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، اب اگر کوئی مفلحوں کی جگہ
 ہد الفاضلون پڑھ دے، تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی، نماز جائز ہوگی، اس کا یہ مطلب
 لینا کہ ہم الفاضلون پڑھنا مسنون اور مشروع ہے اور یہی اصل قرأت ہے غیر فقیہانہ اور غیر
 دانشمندانہ بات ہے۔ کسی عمل میں کون سی چیز مسنون و مشروع ہے یہ الگ چیز ہے اور کونسی چیز

محض جواز کے درجہ کی ہے کہ اس کے پائے جانے سے عمل کو باطل نہیں کہا جاسکتا۔ بالکل الگ سی چیز ہے، رکوع سے اٹھتے وقت مسنون اور مشروع یہ ہے سمیع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا لیکن کسی نے اگر اللہ اکبر کہہ دیا تو اس سے نماز میں فساد نہیں آجائے گا نماز جائز ہوگی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سمیع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہنا مسنون اور مشروع اور اصل ذکر ہے۔

غرض کسی چیز کا سنون و مشروع ہونا الگ بات ہے اور اس کا جائز ہونا الگ بات ہے دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ اگر آپ سنون و مشروع والا عمل کریں گے تو وہ عمل مطابق سنت قرار پائے گا۔ اور اس پر سنت والا ثواب ملے گا اور اگر جواز والا عمل کریں گے تو بس صرف یہ ہوگا کہ وہ عمل جائز ہوگا فساد اور باطل نہیں ہوگا، مگر سنت پر عمل کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقہاء کی یہ بات خود احادیث رسول سے ثابت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معلم شریعت تھے اس وجہ سے آپ کی تعلیمات میں سنون مشروع عمل کے بارے میں جس طرح ہدایات اور رہنمائیاں ہیں اسی طرح جائز اور مباح امور کے بارے میں بھی ہدایات اور رہنمائیاں ہیں تاکہ شریعت کی جامعیت پر حرف نہ آئے اور انسان کسی موقع پر پریشان خاطر نہ ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنون ہے بلکہ یہ محض اباحت کو بتلانے اور عذر و معذوری کے وقت کا عمل ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ صوم میں بچہ ازواج کا بوسہ لیا، مگر اس کا یہ مطلب کوئی نہیں لیتا کہ حالتِ صوم میں ازواج کا بوسہ لینا عمل سنون ہے، بلکہ آپ نے اپنے عمل سے صرف یہ ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی ایسا کر لے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو حضرت امامہ کبھی آپ کے کاندھے پر ہوتیں جن کو آپ رکوع و سجدہ کرتے ہوئے اپنے کاندھوں سے آہستہ سے اتار دیتے۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی تعلیم تھی کہ اگر نماز میں عمل قلیل ہو جائے تو اس سے نماز میں فساد نہیں ہوتا، کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ عمل قلیل کرنا نماز میں مشروع و سنون ہے

روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو صرف ایک بار دھو کر نماز ادا کی، یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو وضو پورا ہو گا اور نماز میں کوئی خلل نہ ہو گا نہ یہ کہ ایک ہی دفعہ اعضاء وضو کا دھونا سنون و مشروع ہے۔ اس طرح کی بہت سی باتیں احادیث کی کتابوں میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور ان کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان وہ عمل بھی جان لیں جو کہ سنون و مشروع ہیں اور جو شریعت کا اصل حکم ہے اور ان باتوں کو کبھی وہ جان لیں جن کا تعلق محض اباحت، جواز اور عذر و معذوری کی حالت سے ہے اور جن سے اعمال باطل اور فاسد نہیں ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ صرف اخاف ہی نہیں تمام فقہی مذاہب کی کتابوں میں اس کا بیان آپ کو ملے گا کہ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی چیز مفسدہ اور مبطل عمل ہے، اور کونسا عمل سنون و مشروع ہے۔

غیر مقلدین کے علماء نے بھی فقہی کتابیں لکھی ہیں اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ لوگ خالص کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں، اور ان کی ہر ہر بات کی دلیل کتاب و سنت سے ماخوذ ہوتی ہے اور مذاہب کی کتابوں سے سر و دست میں کچھ ذکر نہیں کرتا، غیر مقلدین کی سبک اہم کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار جو نواب وحید الزماں صاحب کی تالیف ہے، اور جن میں سارے مسائل کو آنحضور کے فقہ کا مسئلہ بتلایا گیا ہے، اسی کتاب کے ان چند مسائل میں آپ غور فرمائیں تو آپ کیلئے حقیقت تک پہنچنا بہت آسان ہو جائے گا۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

ویمونہ للمرأة النظر إلى الرجال الأجانب ۴۲/۳۳

یعنی عورت کیلئے اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز ہے۔

اس جگہ جائز ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا اجنبیوں کو اور غیر محرم کو دیکھنا مشروع

وسنون ہے؟

نواب صاحب فرماتے ہیں:

وَكذلك شكره المتلوة في الارض المغصوبة او في لباس مغصوب
او مصبوغ بالعصفرا وكذا في ثوب الحرير وفي الاثر التي تستر
الكعبين للرجل وان جازت في هذه الصور كلها (ص ١١٥)
يعني غصب شدہ زمین یا غصب شدہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے،
اسی طرح عصفرے رنگے کپڑے میں بھی نماز مکروہ ہے نیز مردوں کیلئے
ریشمی کپڑوں میں اور ایسے ازار میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے جن سے ٹخنہ
چھپ جاتا ہے، اگرچہ ان تمام صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔

دیکھئے بعض چیزیں اس بیان میں ایسی ہیں جس کے بارے میں حدیث میں شدید وعید وارد ہے اور ان کا استعمال مردوں کے لئے قطعاً حرام ہے مثلاً مردوں کے لئے ریشم کے کپڑے کا استعمال یا ٹخنہ سے نیچے تہبند پہننا، مگر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ان کپڑوں میں نماز ہو جائے گی یعنی فاسد اور باطل نہ ہوگی، نہ یہ کہ ان کپڑوں میں نماز مسنون و مشروع ہے۔
نواب صاحب فرماتے ہیں کہ :

لاينقض (الوضوء) بمس المرأة والامر دوكن ابا لمباشرة

الفاحشة (١٩/١٧)

یعنی وضو عورت اور مرد لڑکے چھونے سے نیز مباشرتِ فاحشہ سے نہیں ٹوٹتا
کیا اب کوئی غیر مقلد "نہیں ٹوٹتا" کا سہارا لے کر اس عمل کو مشروع و مسنون گمان
کرے گا اور اس پر عمل شروع کر دے گا، اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر یہ شکل کبھی پیدا
ہو جائے تو وضو کا عمل باطل نہیں ہوگا۔

نواب صاحب فرماتے ہیں :

دکنا اذا اولج في فرج البهيمه او دبر الادمي او دبر البهيمه تا (٢٢٦)
یعنی اگر آدمی اپنا آلہ تناسل جانور کی فرج میں داخل کرے یا آدمی کے پافانہ
کے راستہ میں یا جانور کے پافانہ کے راستہ میں تو اس پر غسل لازم نہیں ہے۔

غسل لازم نہیں ہے کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ غیر مقلدین کے نہ ہب میں یہ عمل شروع
دسون ہے، نوب صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو نہ ہب غیر مقلدین
میں غسل ضروری نہیں بلا غسل نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

نوب صاحب فرماتے ہیں :

ولو رمی انساناً او طائراً بحجر كان عندا او حمله من الارض

ثم رمى به لا تقصد صلواتاً (میت ۱۱۳)

یعنی اگر نمازی محالیت نماز میں کسی آدمی کو یا چڑیا کو اپنے پاس موجود یا زمین
سے اٹھا کر پتھر مارے تو اس کی نماز ناسد نہیں ہوگی۔

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں اس طرح کا عمل مفسد صلوات نہیں ہے کہ
یہ عمل مسنون و مشروع ہے کہ آدمی اس کو لازماً کرے ہی۔

نوب صاحب کا یہ بھی فرمان ہے کہ اگر کوئی قصداً اذان انگیزی میں دے تو جائز ہے
اس کا حوالہ طہ خیرازی نے اپنے مضمون میں پہلے ہی دے رکھا ہے۔

غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ انگیزی میں غیر مقلدین کے یہاں اذان جائز ہونے کا
مطلب یہ ہے کہ اذان باطل نہیں ہوگی نہ یہ کہ یہی ان کا اصل نہ ہب ہے اور اذان میں یہی مشروع
دسون ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کسی حنفی فقہ کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے اذان کو فارسی میں کہدیا
تو اس کی اذان ہو جائے گی اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اذان کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے،
یہ کہ کوئی صاحب اس کا یہ مطلب لیں کہ یہی اذان احناف کے یہاں مشروع و مسنون ہے،
اگر کوئی یہی سمجھتا ہے تو وہ پلے دم کا احمق اور فقہ کی اصطلاحات سے ناواقف ہے، اور
یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کسی حنفی مسجد میں عربی کے علاوہ دوسری زبان میں نہ اذان کہی گئی نہ کہی
جاتی ہے۔

را ترجمان میں جو اس مسئلہ پر گفتگو ہے وہ سراسر فریب اور خیانت سے پُر ہے اور

یہ بات بڑے پر زور انداز میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا اخاف کے مذہب و مسلک پر کوئی اعتراض علم و دیانت کے ساتھ نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے، یا تو ان کے اعتراضات ان کی جہالت کا ثبوت ہوتے ہیں یا وہ محض فریب سے کام لیتے ہیں، ہمارا سابقہ دن رات ان غیر مقلدین کے ساتھ رہتا ہے اس وجہ سے ہم ان کی ایک ایک رگ سے واقف ہیں جن باتوں کو آپ جیسے سادہ لوح حضرات سن کر گھبرا جاتے ہیں ان کو سن کر ہمارے بھائی پر تبسم پیدا ہوتا ہے اور ہم ان کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اسی معنوں کو دیکھئے کہ معنوں نگار نے کتنے فریب سے کام لیا ہے اور علم و دیانت کا کیسا مذاق اڑایا ہے۔

اس نے پہلی حرکت تو یہ کی کہ مسئلہ تو ہدایہ کے حاشیہ سے بسو ما کتاب کا نقل کیا اور غلام ہدایہ کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کیا، اور اس نے کہا کہ ہدایہ جس کو قرآن کے مثل کہا گیا ہے یہاں اس بات کا کیا موقع تھا، یہ غیر مقلدین کا بہت پُرانا اعتراض ہے اور اس کا جواب مذہم میں دیا جا چکا ہے مگر حنیث طبیعتوں کا حال بھی عجیب ہوتا ہے کہ وہ صحیح سے صحیح بات بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔

دوسری حرکت اس نے یہ کی کہ ہدایہ میں اذان کا مفصل بیان مذکور ہے، اور کہیں بھی فارسی اذان کا ذکر کیا اشارہ بھی نہیں ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ اور اخاف کے یہاں اس جیسی اذان اس لائق بھی نہیں کہ اس کا ذکر ہو، اس کے مشرور دستوں ہونے کی بات تو الگ رہی، مگر اس بات کو معنوں نگار گول کر گیا، اور یہ نہیں بتلایا کہ ہدایہ میں اس اذان کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، بسو ط کی عبارت حاشیہ سے نقل کی ہے نہ کہ ہدایہ سے۔

تیسری بے ایمانی معنوں نگار کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

”جس مقام پر اذان میں عرف عام کا اعتبار کرنے کی بات کہی گئی ہے اسی جگہ یہ کہ

ابو حنیفہ سے فارسی میں اذان کہے جانے کی روایت ہے“

مجھے نہیں معلوم کہ آپ عالم ہیں یا نہیں اگر عالم ہیں اور ہدایہ کی طرف براہ راست رجوع کر سکتے

ہوں تو آپ اس جگہ کو ملاحظہ کر لیں ورنہ کسی عالم سے اس مقام کی تحقیق کر لیں، مصنف کی بات فخریہ والی اذان کا مذہب میں اور نہ ہدایہ کے متن میں اور نہ شرح میں اس جگہ پر کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے مضمون نگار عرف عام والی بات کہہ کر محض فریب دینا چاہتا ہے کہ اگر کسی مقام پر فارسی زبان یا کوئی اور زبان متعارف ہو تو وہاں اسی جگہ کی زبان میں اذان کہنا ضعیف کا مذہب ہے۔

عرف عام کی بات تو تنزیہ سے متعلق ہے یعنی فجر کے وقت اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ میں مہلیوں کو کہن الفاظ سے جگایا جائے تو صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ جو لوگوں کا عرف ہوا ان کلمات سونے والے کو جگایا جائے گا اس کے لئے کوئی خاص کلمات مستثنیٰ نہیں ہیں، فارسی میں اذان کہنے اور نہ کہنے کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں۔

جو تھی یہ ایمانی مضمون نگار نے یہ کی ہے کہ اس نے یہ نہیں بتلایا کہ مبسوط سے اس نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ضعیف قول ہے، امام ابو حنیفہ سے وہ مشہور روایت اور ان کا مشہور مذہب نہیں ہے، اگر امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہوتا تو صاحب ہدایہ نے جو اذان کا مفصل بیان کئی مضمون میں کیا ہے ان کا یہ مذہب ضرور نقل کرتے، مضمون نگار نے ہدایہ کے جانشین سے جو عبارت نقل کی ہے وہ خود بول رہی ہے کہ امام حسن کی روایت ضعیف ہے، عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ ودوی صوت ابی الحسن عن ابی حنیفۃ الخ ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ عام طور پر اس قسم کی عبارت سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ محدثین کے یہاں بھی یہ اصطلاح معروف ہے۔ دوی یعنی بھول کے صیغہ سے اگر کوئی روایت اور حدیث ذکر کی جاتی ہے تو محدثین عام حالات میں اس کو ضعیف سمجھتے ہیں الا یہ کہ خارج سے ایسا قرینہ موجود ہو جو اس روایت کی قوت کو سکلائے۔

غرض مضمون نگار نے اذان والی بات میں متعدد خیانتیں کی ہیں اور احاد پر جھوٹ تراشا ہے، اصل سلسلہ کو چھپایا ہے، غلط بیانی سے کام لے کر اپنی غیر مروت و لیت کے برحق ہونے کا دستاویزی ثبوت ہمایا کیا ہے۔

آپ ایک بار میری اس بات کو اور تازہ کر لیں کہ فقہ حنفی پر غیر مقلدین کا بلا جہل و خیانت کے کوئی اعتراض قائم نہیں ہو سکتا۔ فقہ حنفی کتاب و سنت اور آثار صحابہ کا

وہ صاف وشفاف چشمہ ہے کہ آج دنیا کے بیشتر مسلمان اسی سے سیراب ہو رہے ہیں، اور جب سے اس فقہ کا وجود ہوا ہے دنیا میں اسی فقہ کا ڈنکا بج رہا ہے اور اس کی جامعیت و شمولیت اور کتاب و سنت سے ہم آہنگ ہونے کا دنیا نے اعتراف کیا ہے، غیر مقلدین کے اکابر بھی چند مسئلوں کو چھوڑ کر اپنے دینی و دنیوی معاملات میں اسی فقہ پر اقتدار کرتے رہے ہیں غیر مقلدین کے علماء کے فتاویٰ کی کتابیں دیکھ کر آپ ہماری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں، غیر مقلدین تو اس وقت شر و فساد پر آمادہ ہیں، چیونٹی کے پر مکمل رہے ہیں، فقہائے کرام اور اللہ والوں کے خلاف ان کی بد زبانیاں و الزام تراشیاں اور بد عقیدگی اور سوز طغی انتہا پر رہے، جو اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اب اٹنی کام تمام ہونے والا ہے، اللہ والوں سے دشمنی مول لیکر کوئی پینپ نہیں سکنا، غیر مقلدین کا مال آپ دیکھ لیں غماز جیسی عبادت بھی ان کے یہاں مذاق بن کر رہ گئی ہے ان کی مسجدوں میں جائے توحشت ہوتی ہے، روحانیت کا نام و نشان نہیں ویرانہ پن کا شدید احساس ہوتا ہے۔

اب میں آخر میں دو باتیں کہہ کر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نواب وحید الزماں کی کتاب سے جو مسئلے نقل کئے ہیں اس کا کوئی غیر مقلد رد نہیں کر سکتا اس وجہ سے یہ کتاب ان کی پوری جماعت کی طرف سے موثق ہے، اس کے شائع کرنے والے مشہور غیر مقلد عالم و مناظر مولانا ابوالقاسم صاحب، سیف بنارس ہیں اور جامعہ سلفیہ بنارس جو غیر مقلدین کا مرکزی ادارہ ہے، اس نے اہل حدیث کی تصنیفی خدمات پر جو کتاب شائع کی ہے، اس نزل الابرار کتاب کا بہت پر وقار الفاظ میں تعارف کرایا ہے اور اس کو فقہ اہل حدیث کی کتاب مشہور بنی الخالص و العام کہہ کر متعارف کرایا ہے، اس لئے غیر مقلدین کو اس کتاب کی حیثیت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مصنف کتاب نے اس کتاب میں مذکور تمام مسائل کو آنحضورؐ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ اس کے پورے نام سے ظاہر ہے، حالانکہ یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ اپنے اجتہادی مسائل کو آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے یہ اس وعید میں

آتم ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ گھڑا اس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔

مذہب اربعہ کی فقہی کتابوں میں اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ اجتہادی اور قیاسی مسائل کو براہ راست آنحضرتؐ کی طرف ان کے مصنفین منسوب نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے ، یہ امام مالک کا قول ہے یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے ، اجتہادی اور قیاسی مسائل کو آنحضرتؐ کی طرف منسوب کرنے کی جرأت صرف غیر مقلدین کو ہی ہوتی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

دوسری بات آپ سے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ کے ذہن میں جو اور شکوک و شبہات ہیں ان کو بھی لکھ کر بھیجیں میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنے علم و استعداد کے مطابق جواب دوں تاکہ آپ کے شکوک کا ازالہ ہو ، آپ کا جو پہلا خط آیا تھا میں نے اس کی شکایت آپ سے اس لئے کی تھی کہ اس کا لب و لہجہ مناسب نہیں تھا ۔ آپ کا یہ خط سنجیدہ اور متین تھا اس وجہ سے میں نے بھی پورے انشراح سے جواب دیا ہے ۔ اور ایک ہی نشست میں یہ پورا جواب مکمل کیا ہے ۔

خدا کرے آپ کے شکوک رفع ہو گئے ہوں ، اگر کوئی بات رہ گئی ہو تو مزید لکھیں میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ غیر مقلدین کی تو سے دھوکہ نہ کھائیں ، یہ چودھویں صدی کا عجیب و غریب فرقہ ہے ، اللہ اس کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے ۔

والسلام

محمد ابو بکر غازی پوری

مجلد ۱۔ جمل مفتاحی

ظہ شیرازی

خوارسافیت

بیٹا - ابا جی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - ابا جی قرآن میں مردہ جانور کو حلال کہا گیا ہے یا حرام؟
 باپ - بیٹا ہمارے مذہب میں مردہ جانور حرام ہیں قرآن یہی کہتا ہے۔
 بیٹا - مگر ہمارے نامور محقق صاحب، تو فرماتے ہیں۔

ابن عدیث مذہب میں مردہ نور مطلقاً حلال ہے۔ (ص ۱۵۲) ضمیر کا بھران

باپ - بیٹا غالباً انھوں نے یہ فتویٰ ریائی جانور کے بارے میں دیا ہوگا۔

بیٹا - تو ابا جی دریا کے تمام مردے ابن عدیث مذہب میں جائز ہیں؟

باپ - ہاں بیٹا، ہمارے علماء کی ایسا جماعت قسم ہی کہتا ہے۔

بیٹا - ابا جی آپ کیا کہتے ہیں؟

باپ - بیٹا ہم تو وہی کہتے ہیں جو ہمارے مفسر قرآن مولانا ملاح الدین یوسف کہتے ہیں
 کہ صرف مردہ مچھلی اور مردہ مڑی حلال ہے۔

بیٹا - ابا جی ہمارے علماء سب محقق ہوتے ہیں اور سب کتاب و سنت سے بات کرتے ہیں

اور ابھی تک مردہ کھانے اور نہ کھانے میں بھی ان کا اتفاق نہ ہو سکا؟

ابا جی یہ سب عدم تقلید کا کرشمہ ہے کیا؟

باپ - چہ نہیں، بیٹا۔

داؤد ظاہری اور ان کے متبعین

بیٹا - اباجی -

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی دیکھئے جامعہ سلفیہ کے نامور محقق صاحب کیا فرماتے ہیں ؟

باپ - کیا فرماتے ہیں بیٹا ؟

بیٹا - اباجی یہ نامور محقق صاحب فرماتے ہیں

۔ جس طرح ائمہ اربعہ کی تقلید پیدا کرنے والے لوگ پیدا ہوئے اسی طرح داؤد ظاہری

کی بھی تقلید کی جانے لگی ۔ (تنویر الآفاق ص ۲۱۶)

باپ - بیٹا داؤد ظاہری کی بھی تقلید کی جاتی تھی اور ان کے مقلدین کو ظاہریہ کہا جاتا

ہے، ایک زمانہ تک ان کا مذہب بھی رائج تھا۔ محقق صاحب کی تحقیق سونی مسد

درست ہے۔

بیٹا - اباجی تب تو داؤد ظاہری کے مقلدین بھی مشرک ہوں گے، اس لئے کہ تقلید و

مشرک ہے ؟

باپ - بیٹا اس بارے میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔ داؤد ظاہری

کے مقلدین کو ہمارے علماء نہ مشرک کہتے ہیں نہ گمراہ۔ صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین

مشرک و گمراہ ہیں۔

بیٹا - اباجی واقعی بڑا ٹیڑھا سوال ہے، اس لئے ہمارے نامور محقق صاحب بھی پریشان

خاطری کا شکار ہیں، دیکھئے وہ اس اعتراض سے کس طرح راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں،

۔ البتہ امام داؤد ظاہری کے مذہب سے وابستہ لوگ عام طور سے تقلید پرستی کے

خلاف ہو کر رہتے ہیں ۔ (ص ۲۱۶)

دیکھئے اباجی ہمارے نامور محقق صاحب کی پریشان خاطری و پراگندہ ذہنیت کیسے

حواس باندہ ہو رہے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ کیا بک رہے ہیں، دلوں ظاہری
کے مقلدین مقلد بھی ہیں اور تقلید پرستی کے مفلان بھی ہو کر رہتے ہیں کیا خوب ارشاد
ہوا ہے۔ اباجی ایسے نامور محقق ہماری جماعت میں اور کتنے ہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

اہلحدیث کو محمدی کیوں کہا جاتا ہے

بیٹا۔ اباجی

باب۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ہمارے نامور محقق صاحب مولانا رئیس احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس اہلحدیث
فرقہ کو محمدی کہنے کی عجیب عجیب تحقیق پیش کر رہے ہیں۔

باپ۔ کیا انھوں نے محمدی کہنے کی پھر کوئی تحقیق پیش کی ہے؟

بیٹا۔ اباجی پہلے تو انھوں نے کہا کہ ہم فلاں محدث کی متابعت میں اپنے کو محمدی کہتے ہیں اور

اس سے پہلے کہا تھا کہ صحابہ بھی محمدی کہلاتے تھے اور اب ان کو بھی تحقیق یہ سامنے آئی

ہے کہ اہلحدیث فرقہ سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے محمدی کہلاتا ہے

انھوں نے ضمیر کا بکوان نامی اپنی بھرائی کتاب میں ایک نہایت شریفانہ عنوان کے تحت اپنی

یہ تحقیق درج کی ہے۔

باپ۔ بیٹا، محقق صاحب حفظہ اللہ کا شریفانہ عنوان بھی سناؤ اور ان کی تحقیق بھی سناؤ

بیٹا۔ عنوان یہ ہے اباجی

”ہندوستان میں اہلحدیث و محمدی فرقہ دیوبندیہ کی ولادت سے پہلے موجود ہیں۔“

اس شریفانہ عنوان کے تحت حفظہ اللہ صاحب کی یہ تحقیق درج ہے۔ فرماتے ہیں:

”فرقہ دیوبندیہ کے عالم وجود میں آنے سے بہت پہلے سید احمد شہید بریلوی متوفی ۱۲۴۲ھ

لوگوں کو طریقہ محمدیہ پر بیعت کرتے تھے جس کی نسبت سے لوگ محمدی کہے جاتے تھے بیٹا

باپ۔ ہمارے ان محقق صاحب کی تحقیق سے جماعت اہلحدیث بہت پریشان ہے، محدث

پرچہ میں ان کی بحرانی تفسیر کو بند کر دیا ہے، خدا ان کو سمجھ دے
 بیٹا۔ اباجی ہم ہی لوگ موحّد ہیں، ہم ہی لوگ محمدی ہیں، ہم ہی لوگ اثنیٰ ہیں، ہم ہی لوگ سلفی
 ہیں، ہم ہی لوگ اہلسنت ہیں، ان تمام ناموں پر اکٹھا ہی ہم لوگوں نے کیوں قبضہ کر رکھا؟
 باپ۔ پتہ نہیں بیٹا

غیر مقلدین کی نئی انگریزیاں یہ درودگار عالم کی شان میں گستاخی، اپنے علماء کی کتابوں سے برارت

بیٹا۔ اباجی
 باپ۔ جی بیٹا
 بیٹا۔ اباجی آپ ڈاکٹر رضوان اللہ سلفی سے واقف ہیں؟
 باپ۔ وہی نابیٹا جن کا آں انڈیا لقب سلفی جمع سالف ہے اور جو محدث پرچہ میں سلفیت
 کا تعارف کراتے کراتے اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں؟
 بیٹا۔ کیا کہا آپ نے اباجی ڈاکٹر رضوان اللہ کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے بمعنا وہ پاگل ہو گئے ہیں؟
 باپ۔ بیٹا۔ پاگل سے بھی آگے بات کہو، کل ہی شیخ بن حفظہ اللہ آئے تھے اور ان کو منہ بھر
 صلواتیں سنا کے گئے ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ یہ ڈاکٹر رضوان اللہ سلفیت کا تعارف
 کر رہا ہے یا پاگل ہو گیا ہے۔
 بیٹا۔ اباجی شیخ بن حفظہ اللہ ایسا کیوں کہہ رہے تھے؟
 باپ۔ بیٹا ڈاکٹر رضوان اللہ نے اشاعت السنۃ دہلی میں ایک مضمون تحریر کیا ہے اس میں اہلسنت
 وجماعت کے اس عقیدہ پر کہ اللہ ہر جگہ ماضی و ماضی ہے، اس نے یہ حاشیہ لکھا ہے۔
 آپ کے اس عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ (نفوذ بالشر من ذلک) آپ کے بطن شریف
 بیت الخلاء اور تمام گندی جگہوں میں بھی موجود ہے، (اشاعت السنۃ، اپریل ۱۹۷۷ء)
 اس نے حاشیہ میں یہ جو بات اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھی ہے، یہ بات کسی صحیح الدماغ
 اور کسی سلیم العقیدہ و سلیم الفکر انسان کے قلم سے نہیں نکل سکتی، یہ جبارت اس کے مضمون

ہونے کا بہتہ دے رہا ہے۔

شیخ جن حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ اس ڈاکٹر نے یہ ماحشیہ لکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ مافرد و ناظر ہونے کا صراحتاً انکار کر دیا ہے، اور ایسا شخص ایمان کے دائرہ میں باقی نہیں رہ سکتا۔

شیخ جن کما س پر بھی بہت غصہ ہے کہ وہ اپنے تمام اکابر علماء کو گمراہ ہونے اور ان کے جاہل ہونے اور خلاف شریعت و خلاف اسلام کتابیں لکھنے کا مرتکب قرار دیتا ہے، اور ان کی کتابوں سے برأت ظاہر کرتا ہے، اس نے جامعہ سلفیہ سے شایع ہونے والے اردو پرچہ محدث میں لکھا ہے :

”اور اگر ہم سے کوئی پوچھے تو بلا کسی جھجک کے ہم انھیں دیوار پر ماریں گے خواہ وہ نواب حیدر آباد سے منقول ہوں یا نواب بھوپال سے یا میاں نذیر حسین سے یا کسی اور اہلحدیث عالم سے“

اور آگے چل کر اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے :

”بلکہ ان کی کوئی ایسی کتاب جو مخالف کتاب و سنت اور پرستش ہونے کی وجہ سے منظر عام پر لانے کیلئے دوبارہ طبع نہیں کرائی جاتی اس کے بارے میں یہ اتہام عاید کیا جاتا ہے کہ اہلحدیث یہودیوں کی طرح اپنے اکابرین کی ان کتابوں کو پردہ خفایں رکھنا چاہتے ہیں اور بازاروں سے لھکا کر اپنے علماء کی حقیقت پر پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں“ (محدث مئی ۱۹۷۷ء)

شیخ جن حفظہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ اس ڈاکٹر نے تو ہمارے علماء کا سارا کچا چٹھا اپنے قلم سے بیان کر دیا، اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ ہمارے ان اکابرین اہل حدیث کی کتابیں مخالف کتاب و سنت احمد پرستش ہیں

میتا۔ اباجی، ہمارے یہ ڈاکٹر رضار اللہ صاحب جو اتنا بڑھ بڑھ کر اور منہ پھاڑ پھاڑ کر ہمارے اکابر علماء کی کتابوں کو خلاف شریعت اور خلاف کتاب و سنت والی بتلا رہے ہیں تو ان کی حیثیت ہمارے ان اکابر علماء کے آگے کیا ہے، اگر کوئی ان سے پوچھ دے کہ

میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے آدمی دے کے پیر شعی تو بن کا کیا جواب ہوگا۔ اگر ہمارے ان علماء کہ کتابیں خلاف کتاب و سنت ہیں تو جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب علماء اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں ان کتابوں کو اہل حدیث جماعت کی کتاب امد و نقہ اہل حدیث کی کتاب کیوں کہنا لگے، آخر ہمارے یہ علماء اگر گٹ کی طرح اپنا رنگ ہر مذہب کیوں بدلتے رہتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا۔ ڈاکٹر رضوان اللہ علیہ ہمارے اکابرین علماء کی پٹھکار پڑ گئی ہے جب ہی ان کے قلم سے ہمارے علماء کی کتابوں سے برأت ظاہر ہو رہی ہے امدان کے قلم سے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کے کلمات ظاہر ہو رہے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی مقلدین کہتے ہیں کہ غیر مقلدوں کا انجام بڑا خطرناک ہوتا ہے، کہیں ان کی بات سچ تو نہیں ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

رضوان اللہ علیہ پی ایچ ڈی کی پراگندہ ذہنی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی آپ پی ایچ ڈی رضوان اللہ علیہ واقف ہیں؟

باپ۔ بیٹا وہی ناپی ایچ ڈی رضوان اللہ علیہ جو محدث پرچہ میں سلفیت کا تعارف کر رہے ہیں، اور جو اللہ کے ہر حکم و مامور و ناظر ہونے کے منکر ہیں۔ بیٹا ایسے بد عقیدہ لوگوں کو نہ جانتا ان کے جاننے سے بہتر ہے، تم کہنا کیا پاتے ہو؟

بیٹا۔ اباجی، کبھی تو یہ پی ایچ ڈی صاحب کہتے ہیں کہ ہم صرف رسول اللہ کی مانتے ہیں، کسی امتی کی مانند ان کی تقلید ہے جو حرام ہے، اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ ہمارے موقف کی بنیاد امام مالک کے اقوال پر ہے۔ تو کیا امام مالک خدا ہیں یا رسول؟

باپ۔ پی ایچ ڈی رضوان اللہ علیہ نے یہ بات کہا، کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی دیکھئے یہ اس مال کے مٹی کا محدث پرچہ ابھی تازہ تازہ کل ہی تو آیا ہے

اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہمارا موقف بہت واضح ہے اور اس کی اساس اور بنیاد امام مالک، امام دارالیمزہ رحمہ اللہ کے قول کی یونہی من قولہ ویروا الا صاحب ہذا القبر، پر قائم ہے۔ یہ امام مالک کی تقلید نہیں تو اور کیلئے، کبھی ہم کہتے ہیں کہ اسی کے قول پر بنیاد رکھنا حرام اور کبھی ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے موقف میں ذہنی غلطی ہو نہ ہو مذہب کی بنیاد امام الکسک کے قول پر ہے، یہ ہم الحمد للہ کی پراگندہ ذہنی نہیں تو اور کیا ہے؟

باپ - بیٹا جب آدمی خدا کے بارے میں بد عقیدہ ہو جائے اور اس کے ہر جگہ بائبل و انجیل پڑھنے کا شکر ہو اور اس کی زبان پر نازیبا کلمات کے خواہ تمام اللہ کے ساتھ ہی سہی تو اس کا داغ الٹ جاتا ہے۔ پی ایچ ڈی رضا الرحمن صاحب کی اس کیفیت و مہارت سے دوچار ہیں۔

غازی پوری کا بھوت ان پر ایسا سوار ہے کہ ان کا ذہن کام نہیں کر رہا ہے، دیکھو انہوں نے ہمارے بڑے بڑے اور اکابر علماء کی کتابوں کا بھی صاف انکار کر دیا ہے۔ یہ شخص اس درجہ گستاخ ہو گیا ہے کہ ہمارے اکابر و اجلہ علماء کا نام بھی غوامی انداز میں اور حقارت سے لینے لگا ہے۔ دیکھو وہ لکھتا ہے:

”خواہ وہ نواب حیدر آباد سے منقول ہوں یا نواب بھوپال سے یا مپان سید تیر حسین سے“

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی اس حقارت سے لے رہا ہے۔

بیٹا - اباجی لوگ کہتے ہیں کہ عدم تقلید سے آدمی بد اخلاق اور بد مزاج ہو جاتا ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کی جذباتی قوالی

بیٹا - اباجی - پی ایچ ڈی رضا الرحمن یعنی الدکتور سلفی جمع سالف، یعنی سلفیت کا نشانہ کرانے والے علامہ کو آپ جانتے ہیں؟

باپ - بیٹا وہی نا علامہ صاحب جو اللہ کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں اور جن کے بارے میں شیخ محمد حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ شیخ رضا الرحمن حفظہ اللہ کو تجرید ایمان اور

اور تجدید نکاح کرنا چاہئے، اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو ان کا روزہ و نماز سب غارت
اور ان کو اپنی بیوی سے صحبت حرام، ہاں میں ان کو خوب جانتا ہوں، وہ آج کل بڑے
زوروں سے سلفیت کا تعارف کرا رہے ہیں۔

بیٹا۔ سلفیت کے تعارف والی قسط محدث مئی والے شمارہ میں پڑھ کر شیخ جن حفظہ اللہ
ان سے بہت ناراض ہیں۔

باپ۔ کیوں بیٹا۔ شیخ جن حفظہ اللہ تو ان کے بڑے معتقد تھے اب ان سے ناراض کیوں
ہیں، کیا اس وجہ سے کہ علامہ پی ایچ ڈی صاحب خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے
منکر ہیں؟

بیٹا۔ اباجی۔ سہیہ کہ یہ بات بھی ہو مگر وہ مجھے ایک دوسری بات کہہ رہے تھے وہ
کہہ رہے تھے کہ یہ پی ایچ ڈی صاحب اپنی ہفت افلاک قابلیت کے زعم میں ہم الحمد للہ
کے لئے مصیبت پیدا کر رہے ہیں، دیکھئے انہوں نے محدث کے مئی والے شمارہ
میں لکھا ہے کہ:

”وہ را، اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک ایسی ذات ہے جس کے تمام اقوال و
اعمال ہمارے لئے واجب القبول ہیں۔“

باپ۔ یہ بات کی بالکل صحیح ہے۔ شیخ جن حفظہ اللہ کو اس بات پر کیوں اعتراض ہے؟
بیٹا۔ اباجی شیخ جن کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی حنفی اس بات کو سن کر یہ کہہ دے کہ علامہ صاحب
ذرا مندرجہ ذیل چند حدیثوں پر عمل کر کے دکھلاؤ تو وہ کیا جواب دیں گے۔ وہ چند
حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من
صلی خلف الامام فان قراۃ الامام له قراۃ۔ (موطا امام محمد)

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور کا ارشاد تھا کہ جو شخص امام
کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات ہے۔

(۲) بخاری میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم موجود ہے، آپ نے فرمایا:

بقیہ صفحہ ۶۳ پر

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہی بنی دینی مجلہ

جلد
۲

شمارہ نمبر



۱۲۲۲ھ
رجب، شعبان ستہ

سالانہ چٹہ۔۔۔۔۔ ۶۰ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی تھروپے سالانہ

پاکستان اور بھارت دیش کے علاوہ

غیر مالک دہلی ڈالر امریکی

مُذِیْر مَسْئُول و مُدِیْر التَّحْرِیْمِ

مُحَمَّد ابوبکر غازی
چوڑی



شمارہ

مکتبہ اشرفیہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔۔۔ یو پی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱- فون نمبر ۲۲۱۷۵۷۲۲۵۳۳-۵۲۸

مجلہ اجماع مفتاحی

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۹	نور الدین نور اللہ الاعظمی	کرامات الہدیث
۱۶	محمد ابوبکر غازی پوری	کیا بلا اس تحریف و خیانت کے رفیع یدین نہیں ہو سکتا؟
۲۶	محمد ابوبکر غازی پوری	{ حکیم مہادق سیالکوٹی کی کتاب صلوۃ الرسول کے بارے میں }
۴۲	محمد ابوبکر غازی پوری	سوالات و جوابات
۴۹	محمد ابوبکر غازی پوری	خط اور اس کا جواب
۵۳	ظہ شیرازی	خار سلفیت
۵۸	محمد ابوبکر غازی پوری	ہنگلہ دیش کا ایک سفر

کتبہ
شمس الحسن محلہ کوٹ ادری مٹو

تحفظ سنت کا نفرس سے غیر مقلدین کی بدحواسی اور ان کی تبرا بازی

جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ۲۲ مئی کو تحفظ سنت کا نفرس کا انعقاد اس غرض سے ہوا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان سلفیت کے نام سے جو ایک فتنہ بڑی شدت سے اس وقت ابھرا ہے اس کی خطرناکی سے آگاہ ہوں۔ المحمدیہ کا نفرس بڑی کامیاب رہی، اور مسلمانوں نے اس فتنہ کو اچھی طرح سے جانا اور سمجھا۔ خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیت علماء ہند دامت برکاتہم کو انھوں نے بروقت مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرنے کا کام انجام دیا۔

اس تحفظ سنت کی کامیابی نے غیر مقلدوں اور سلفیوں کی خیند حرام کر دی، اور تبرا بازی غیر مقلدوں کا ایک ٹولہ اپنی اصلیت کے ساتھ مزید نمایاں ہو گیا، غیر مقلدوں کے پرچوں میں بازاری زبان استعمال کی جانے لگی خارش زدہ کتوں کی بھوں بھوں سے ان کے پرچے گونج اٹھے، اور بے شرمی اور بے حیائی کی حد یہ ہے کہ یہ بھوں بھوں کرنے والے خدا کو گواہ بنا کر یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ انھیں اس تحفظ سنت کا نفرس کے منقہ ہونے سے کوئی غصہ نہیں ہے ایک تبرا بازی غیر مقلد کا یہ بیان پڑھئے لکھا ہے،

”بہر حال واقعہ یہ ہے اور اللہ گواہ ہے کہ ہمارے اندر سجدہ عبد النبی کے

ان بہروپیوں کے خلاف غصہ نہیں ہے ۔

(اشاعۃ السنہ دہلی) مابچ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء)

یہ تبراہی غیر مقلد اللہ کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہے کہ اسے غصہ نہیں ہے ۔ اور اس کے غصہ کا عالم یہ ہے کہ وہ اس تحفظ سنت کے خلاف مادرِ نادنگی زبان میں تحریر لکھ رہا ہے ۔ مولانا مدنی کے خلاف ذرا اس کا انداز تحریر ملاحظہ ہو لکھتا ہے :

” جس انسان کے نام کے ساتھ جعلی سازی اور جھوٹ لگی ہے اور جو نقلی شاہزادہ ہے اور مفت میں بلا ثبوت سید بنا ہوا ہے اس کی باتوں اور کاموں میں جعل سازی نہ آئے تو اوپر دیے گئے امثال اور اشعار کی تصدیق کیسے ہو ۔ اس وقت اس نقلی شاہزادے اور جعلی سید کے لئے سنہرا موقع ہے کہ سنگھ پر یوار کی مسلم دشمنی اور جنوں کی حد تک پہنچی ہوئی مسلم نفرت کی دیوی کے چہرہ میں رہا بیوں غیر مقلدوں اور اہل حدیثوں کا بلدان دے کر فائز المرام ہو جائے صاحبزادہ عالی تبار سونیا گاندھی کا پلو تھامے ہوئے سونے سونے سے ہو گئے ہیں “ (مذکورہ اشاعۃ السنہ)

اس زبان میں وہ اشاعۃ السنہ کر رہا ہے اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ اس کو تحفظ سنت کا نفرت پر غصہ نہیں ہے ، جب جھوٹ اس دیدہ دلیری سے اور اللہ کو گواہ بنا کر بولا جائے تو ان شریفوں سے کوئی کیا مخاطب ہو ۔

جو بیس بیس صفحے کے مضمون میں سوائے دشنام طرازی اور تبراہی اور مولانا اسد مدنی کی ذات پر کچھ اچھا لے اور کچھ بھی نہیں ہے ۔

یہ تبراہی غیر مقلد یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اس طرح کی تحریروں سے تحفظ سنت کا نفرت کا ہند گیر اثر ختم کر دے گا ۔

میں اس تبراہی غیر مقلد کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اپنی شرافت والی زبان میں اللہ والوں کے خلاف لکھتا رہے تحفظ سنت کا نفرت نے جو اثر چھوڑا ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ہے ،

تعمد سنت کا نفرت سے جو آواز بلند ہوئی ہے انشاء اللہ وہ پورے عالم میں گونجے گی اور سلفیت اپنی موت آج نہیں توکل مرنے ہی والی ہے۔

یہ تو اشاعت السنہ کی بات تھی جو بہر حال ایک غیر ذمہ دار رسالہ ہے، اس کی بات کا نہ کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ خود غیر مقلدین اس پرچہ کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔

لیکن تعجب ہوتا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ترجمان، ترجمان اہل حدیث بھی اسی قسم کی یاد گوئیوں سے بھرا پڑا نظر آیا۔ ترجمان ۲۰ اپریل تا ۲۰ مئی کا شمارہ دیکھئے مولانا اسعد مدنی کے خلاف دل کے پھسپھولے پھوڑے لگے ہیں، مولانا عبد الوہاب خلجی کا اخباری اور پریس کانفرنس کا بیان بتلا رہا ہے کہ ان کا ذہنی توازن کھو چکا ہے۔

جماعت اہل حدیث کا اتنا ذمہ دار شخص بھی مولانا مدنی کے خلاف جو زبان استعمال کر رہا ہے وہ اس کی شرافت کو عریاں کر رہا ہے، لوگ سوال کرتے ہیں کہ غیر مقلدوں کے منہ میں اتنی شریف زبان کہاں سے آگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب غیر مقلدیت کا نشہ سر پر سوار ہوتا ہے تو اس کی زبان اسی قسم کے معیار کی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی کے خلاف غیر مقلدین کے تمام جیلے بیٹھ جائیں گے۔ عبد الوہاب خلجی اور اساتذہ السنہ کے برابر غیر مقلدین کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس سپاڑے نچرا کر اپنی ناک بچا سکیں۔

مولانا اسعد مدنی کا لیوں کا جواب نہیں دیں گے وہ اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ آپ کو قطعاً منہ نہیں لگائیں گے۔ انھیں یہ معلوم ہے کہ آجکل کی غیر مقلدیت کا معیار کیا ہے، جن کی زبان سے صحابہ کرام اسلاف امت اور اولیاء اللہ نہیں بچے تو بھلا مولانا اسعد ان سے کہاں بچنے والے ہیں۔

البتہ غیر مقلدین یہ دیکھیں گے کہ مولانا اسعد مدنی کا سلفیت کے فتنہ کے خلاف جو قدم اٹھا ہے وہ پیچھے نہیں ہٹے گا، مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کے زیر اہتمام اور ان کی رہنمائی میں ہند اور بیرون ہند اس طرح کی کانفرنس منعقد ہوتی رہیں گی، اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ یہ فتنہ سانس لیتا رہے گا۔

نبوی ہدایات

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (ترمذی)

یہ حدیث بطور خاص اس زمانہ میں ہم سب کے لئے بہت قابلِ توجہ ہے، آج ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ مردوں پر عورت بننے کا بھوت سوار ہے اور عورت مرد بن رہی ہے، عورتوں کی نزاکت اور ان کی زیب و زینت مرد اختیار کر رہی ہیں، اور عورتیں مردانہ لباس پہن رہی ہیں شکل و صورت بالوں کی تراش و خراش بدن کا عریاں کرنا مردوں کا کھیل، مردوں کی سواری، بازاروں میں بے حجاب نکلنا اور شاپنگ کرنا آجکل کی نوجوان لڑکیوں کا تمدن بن گیا ہے۔ ایسے مرد اور عورتوں پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آنکھ زنا کار ہوتی ہے، اور جب عورت خوشبو لگا کر نکلے تو وہ بھی بدکار ہے۔ (ترمذی)

ہر آنکھ زنا کار ہوتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت پر شہوت کے ساتھ نگاہ ڈالتا ہے تو گویا وہ آنکھ سے زنا کر رہا ہے۔

عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ اس طرح وہ عورت

لوگوں کی شہوتوں کو بھڑکانے والی ہوتی ہے اور زنا کا سبب بنا کرتی ہے اس وجہ سے اسے بدکار اور گنہگار قرار دیا گیا۔

۲۔ زرع بن مسلم بن جریر اپنے دادا جریر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھے تھے اور ان کی ران کھلی ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ ران بھی شرمگاہ ہے۔
(ترمذی)

شرم وحیا اور ستر پوشی ایمان کا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ ستر پوشی کا لحاظ نہیں رکھتے اور بدن کا وہ حصہ بلا تکلف کھول کر رہتے ہیں جو ستر میں شمار ہوتا ہے، ران کا کھولنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی مردوں کی ستر میں داخل ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ران مردوں کی ستر میں داخل نہیں ہے، لیکن یہ بات ابتدائی زمانہ کی معلوم ہوتی ہے، یا کسی عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ران کھولا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ اپنی ران کو ڈھاکے رہا کرتے تھے۔
۴۔ حضرت ابو مسعود کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایسی جگہ از خود امانت کرے جہاں دوسرا بطور منتظم اور حاکم موجود ہو، اور اس سے بھی منع کیا کہ وہ اس کی خاص جگہ پر بیٹھے۔

اگر کوئی شخص ایسی جگہ جائے جہاں کا امام مقرر ہے یا حاکم وقت یا گاؤں کا چودھری خود نماز پڑھتا ہے تو اگرچہ وہاں شخص علم و فضل میں اس سے بڑھا ہو مگر اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے، اس لئے کہ اس سے اس کی عزت اور مقام و مرتبہ میں فرق پڑتا ہے، البتہ اگر وہ خود اجازت دیتا ہے تو نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی مخصوص جگہ پر بیٹھنا جائز نہیں ہے، البتہ اس کی اجازت سے بیٹھ سکتا ہے۔ شریعت کا مزاج دیکھو وہ دوسروں کے مقام و مرتبہ کا کتنا لحاظ رکھتی ہے ان باریک باریک باتوں کی رعایت صرف ہمارے دین کا خاصہ ہے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص

کو دیکھا کہ وہ اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے لیٹنے کو انٹر پسند نہیں کرتا۔

پیٹ کے بل لیٹنا انتہائی مکروہ ہیئت ہے، اور یہ قوم لوط کے عمل کو یاد دلاتی ہے اس لئے اس طرح لیٹنا انٹر کو پسند نہیں ہے، انسان کو ان باتوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے جسے اسلام کی پوری زندگی انسان کی زندگی میں جلوہ نما ہو سکتی ہے۔

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چت لیٹے ہوئے ٹیک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

چت لیٹ کر ایک پاؤں کھڑا کیا جائے اور دوسرا پاؤں اس پر رکھا جائے تو بسا اوقات خصوصاً جب بدن پر تنگی ہو تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس طرح کا لیٹنا ممنوع قرار پایا، البتہ اگر پائیجامہ پہنا ہو یا ایسی چادر بدن پر ہو جس سے بدن پورے طور پر ڈھکا ہو تو اس کی اجازت ہے۔

۷۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دو شخص تھے اور دونوں کو چھینک آئی تو آپ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا جواب نہیں دیا تو اس دوسرے نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور میری چھینک کا جواب نہیں دیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے چھینک آنے پر الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔ چھینک آنے پر سنت یہ ہے کہ جس کو چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے اور پاس والا یہ کہے ا صلح اللہ بالک، یہی چھینک کا جواب کہلاتا ہے، مگر یہ اس وقت جواب دینا چاہئے جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے اگر اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو اب اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

چھینک کا جواب دینا تین دفعہ تک ہے، اگر کسی کو زیادہ چھینک آئے تو تین دفعہ کے بعد جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مجلہ اجماع فقہانی

انز قلم
نور الدین نور اللہ الاعظمی

کراماتِ اہلِ حدیث

مندرجہ بالا نام سے ایک رسالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، اس رسالہ کے ٹائٹل پر غیر مقلدین کے دو بزرگوں، مولانا عبد المجید صاحب خادم سوہدروی اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میرسیالکوٹی کا نام ہے، یعنی ان دونوں غیر مقلدین بزرگوں نے غیر مقلدین علماء کے کشف و کرامات کے واقعات کو اس رسالہ میں جمع کیا ہے۔

اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے :

” چونکہ کرامات کا ظہور عام طور پر اولیاءِ اللہ ہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے اس لئے

عوام میں یہ شہور ہو گیا ہے کہ جماعتِ اہلِ حدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا۔“

پھر آگے لکھتے ہیں :

” بفضلِ جماعتِ اہلِ حدیث میں بے شمار افراد اہلِ کرامت ہوئے ہیں بلکہ حقیقت

یہ ہے کہ جتنے حضرات اہلِ حدیث میں اہلِ کرامت ہوئے ہیں اتنے کسی اور

جماعت میں نہیں ہوئے۔“

مزید لکھتے ہیں :

” دلی وہی ہو سکتا ہے جو سنت کا عاشق اور رسولِ صلعم کا گرویدہ ہو، اور

ظاہر ہے کہ اہلِ حدیث سے زیادہ سنتِ نبوی کا پابند اور رسول کا محب کون

ہو سکتا ہے ۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

”آپ نام کے اہلحدیثوں کو نہ دیکھئے کیونکہ فی زمانہ تو کثرت سے ایسے ہی اہلحدیث کہلانے والے ہیں جو ۔ یہ نام کٹندہ کونلمے چند ۔ ہیں ۔ یا ۔ برعکس نہند نام زنگی کا فورہ کے مترادف ہیں ۔“

پھر اس کے بعد صاحب رسالہ نے کرامت کی حقیقت پر گفتگو کی ہے اور خرق عادی کیا ہوتا ہے اس کو بتلایا ہے ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں :

”آج جسے تصوف اور دد ویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے زبان نبوی میں اسے احسان کہا گیا ہے ، عوام ظاہری احکام کو شریعت اور تصفیہ باطن کو طریقت اور مشاہدہ و مراقبہ کو حقیقت کہتے ہیں مگر حدیث میں حضور نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو “

پھر ارشاد ہوتا ہے :

”لوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث ولی نہیں ہوتے مگر ہم کہتے ہیں اور دعویٰ سے کہتے ہیں اور بدلائل یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو اہلحدیث نہ ہو “

پھر ارشاد ہوتا ہے :

”پس یقین جان لیجئے کہ ولی بننے کے لئے اہلحدیث ہونا ضروری ہے “
اور اس مقدمہ کے اخیر میں یہ فرمایا جاتا ہے بلکہ دعویٰ کیا جاتا ہے :
”ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث میں سے جو لوگ بھی اس منزل میں پہنچ گئے تھے وہ ولی اللہ تھے اور ان میں سے اکثر پر کرامات کا ظہور ہوتا رہا ہے ہم آپ کو بہت دود زمانہ کے لوگوں کی باتیں نہیں سنائیں گے بلکہ قریب

ترین زمانہ کے حالات پیش کریں گے۔ تاکہ آپ ان سے سبق و موافقت حاصل کریں،
 ان ارشادات گرامیہ کے بعد اہلحدیث علماء کی کرامتوں کا بیان شروع کر دیا گیا ہے۔ ابتدا،
 مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی کی کرامتوں کے ذکر سے لگئی ہے، آپ بھی تفصیل کے ساتھ
 اہلحدیث علماء کی کرامتوں سے لطف اندوز ہوں اور آج کے اہلحدیثوں کو مت دیکھئے جن کی فی زانہ
 کثرت ہے اور جو اولیاء اللہ کی کرامتوں کے منکر اور تصوف سے اور مہوفیہ سے بغض رکھنے والے
 ہیں۔ اور جو سنت اور صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ محض ہیں، یہ وہ نام کے اہلحدیث
 ہیں جو بقول خادم سوہدروی صاحب بدنام کنندہ نمونہ چنڈ کے مصداق ہیں۔

کرامات مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی

غیر مقلدین علماء صاحب تصرف تھے اور ان کو غیب کا بھی علم تھا

۱۔ مولوی قائم الدین صاحب سکند چک مڈھیوالہ ضلع لاہور کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا
 عبدالرحمن صاحب کے ہاں لکھوی پڑھا کرتا تھا، ان ایام کا واقعہ ہے کہ ایک بھنگی چوسی فقیر آیا

۱۔ آپ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ مصنف تفسیر محمدی کے صاحبزادہ ہیں، آپ ۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھو کے
 ضلع فیروز پور پیدا ہوئے، آپ کا نام عبدالرحمن تھا، مگھی الدین کے نام سے مشہور تھے، سال کی عمر میں
 قرآن کریم حفظ کیا، اور ۱۷ سال کی عمر میں علوم درسیہ متعارفہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع ہی سے تصوف
 کی طرف مائل تھی، اور کسی پیر طریقت کی تلاش تھی، ۲۲ سال کے تھے کہ غزنی پہنچے، اور حضرت عبداللہ
 صاحب کی بیعت کی، حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کے پنجاب تشریف لانے اور امر تسر قیام فرمانے پر قونڈواہ
 لوگوں نے فیض پایا، مگر غزنی پہنچ کر السابقون السابقون کا مرتبہ آپ ہی نے حاصل کیا تھا، حضرت عبداللہ
 صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی، چنانچہ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحمن یکیت، پھر آپ
 کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا، درمیان ماوشما مناسبت درازل بود، چنانچہ عبداللہ صاحب نے آپ کو اپنا
 نائب بھی قرار دے دیا تھا، آپ کو اکثر اہام ہوا کرتے تھے، جو الگ رسالہ کی شکل میں مبلوع ہیں، آخری عمر میں

جس کی ڈٹوھی تو مفاہیت تھی، اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں، ہاتھ میں چٹا، بدن پر کلمی، شکل و صورت خلاف شرع، گاتا تھا، اور کھاتا تھا، کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے، کچھ دواؤ، مولوی صاحب نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے پیسہ دے دو، وہ بولا ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے، اگر دینا ہے تو کچھ آپ دو، فقیر کا غل ٹوٹا ہوا ہے، نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس، مولانا نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، اور فرمایا، مجھ سے کچھ لینا ہے جو نہی اس کی نظر سے نظر ملی، وہ لڑکھڑا کر گرا، اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہو گیا، طالب علم اسے سنبھالنے کے لئے بڑھے مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا جیسے مردہ تین گھنٹے وہ بیہوش پڑا رہا، جب ہوش سنبھالا تو اٹھا، مولانا نے پوچھا، کیوں بھائی کیا لینا ہے، وہ بولا جو لینا تھا وہ لے لیا، جو لینا تھا وہ لے لیا، بس مجھے مسلمان بنادیکھئے، مولانا نے حجام کو بلوایا، اس کی مونچھیں اور ٹیس کٹوا دیں، بھنگ چرس سے توبہ کرائی، اور قرآن پڑھانا شروع کر دیا، مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ فقیر ۱۸ برس تک مولوی صاحب کی خدمت میں رہا، اور اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا۔

۲۔ ایک بار مولانا موصوف مع چند طلباء کے نہر پر چو لکھو کی سے قریب ہی تھی غسل کے لئے تشریف لے گئے، نہر کے متصل ہی ایک سڑک گذرتی ہے، جو فیروز پور کی طرف سے آتی ہے، اس پر دو سوار گذر رہے تھے، جن میں سے ایک محمود نامی ڈوگر تھا، یہ بہت بڑا زمیندار

الہام ہوا۔ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیۃ مراضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ جس پر آپ حج کے لئے روانہ ہو گئے، اور مدینہ منورہ پہنچ کر بعد زیارت روضہ نبوی حضرت عمر فاروق والی دعا۔ اللہم ارنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی سبیلک رسولاک نہایت خشوع خضوع سے کہ، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۵ کو بروز جمعہ وہیں شہادت پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے،

بنا للہ دانا الیہ راجعون۔۔۔ آپ کا قلعہ تاریخ ہے، ط

در مدینہ فوت شد قطب زمان مادقین را نور حق تا ابد مدام

مغز و ادھر تکبر انسان تھا، اور اسے اہل حدیث سے خاص عداوت تھی، اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمن مجھے اکیلا کہیں مل گیا، تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلادی ہے، کسی طالب علم نے مولانا سے ذکر کر دیا، کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے، اور وہ جارہا ہے، مولانا نے فرمایا کہ اسے بھیجو، اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے میں کر لے، طالب علم نے آواز دی، کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہ ہیں، آؤ اپنے دل کے ارمان نکال لو، محمود آیا، گھوڑی سے اترا، ابھی مولانا کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا، اور ہائے ہائے کرتے لگا، مولانا نے پوچھا، کیوں بھائی کیا ہے! مجھ سے کیوں ناراض رہتے ہو، وہ بولا، حضرت مجھے محاف کیجئے میری غلطی تھی، میں نے آپ کے برخلاف بہت کچھ کیا، مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، اور معافی چاہتا ہوں، مولانا نے کہا، دل صاف کر لو، اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے، وہ کہنے لگا حضور اب کہاں جاؤں، ہاتھ بڑھائیے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے، اس واقعہ کا راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا، جو اسے بہت تکلیف دیتا تھا، وہ بارہا اسے کٹوا چکا تھا، مگر وہ پھر بڑھ جاتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا، جس سے وہ سخت تنگ آگیا تھا، اس نے عرض کیا، حضرت اس پر دم کر دیجئے تاکہ اللہ مجھے اس مصیبت سے بھی نجات دے مولانا نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، اور اس پر لب لگا دیا، محمود کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ موہکہ کچھ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا، اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات مل گئی۔

۲۔ موضع نکھو کی سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل نامی گاؤں تھا، جہاں کا سردار جلال الدین عرف جلو بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا، جلو کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں، مگر پھر بھی اولاد سے محروم تھا، پنجاب میں یہ رواج ہے، کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقروں، جوگیوں، مست قلندروں خانقاہوں اور قبروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے، جلو بھی اسی خیال کا آدمی تھا، اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں ٹھو دوڑتا تھا، ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک ستانہ ہے، جو مجذوب ہے

اور بالکل تنگ و مضرب رہتا ہے، وہ اس کے پاس گیا، اور اس سے بیٹا مانگا، مجذب بولا،
 نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو کھو کی جا، جلتے دل میں کہا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں، بھلا
 وہاں بیٹا کیسے ملے گا، مجذب نے کہا، نالائق! جاتا نہیں، تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں
 ہی سے ملے گا، جلتا اس مستان کے ارشاد پر کھو کی پہنچا، اور مولانا عبد الرحمن صاحب سے سارا
 واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا عبد الرحمن صاحب نے کہا کہ میں دعا کر دیتا، مگر تو منکر قرآن ہے، تیرے حق
 میں میری دعا قبول نہ ہوگی، جلتا نے کہا، میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے، آپ نے پوچھا کہ تیری
 کتنی بیویاں ہیں، اس نے کہا سات، آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ اجازت نہیں دیتا،
 پھر تے سات کیوں کی، اس نے کہا، جو حکم ہو، میں اس پر عمل کروں، آپ نے فرمایا کہ تین کو بیس طلاق
 دیدے، گاؤں میں مسجد بنوا، خود نماز پڑھنے کا اقرار کر اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کر، تو میں
 تیرے لئے دعا کرتا ہوں، اس نے ایسا ہی کیا، آپ نے دعا فرمائی، خدا کی قدرت، اگلے ہی سال
 اس کے ہاں فرزندِ مزینہ تولد ہوا، وہ دوڑا دوڑا آیا، اور مولانا کو لے جانا چاہا، مگر آپ نہ گئے
 اور کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حوام یہ سمجھنے لگیں، عبد الرحمن نے بیٹا دیا ہے، پھر اس نے عرض کیا، کہ
 حضور آپ اس کی تردید کر دیں، اور توحید کا وعظ کہیں، تاکہ ہمارے گاؤں بھی کچھ توحید و سنت سے
 آشنا ہو جائیں، چنانچہ اس پر آپ وہاں گئے، اور کئی دن تک وہاں وعظ کئے، اور سب کے سب
 گاؤں اہلحدیث ہو گئے، روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا، مگر آپ نے ایک جہ
 تک قبول نہ کیا۔

۴۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی کا بیان ہے کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب
 بٹالوی نے ایک بار اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا، کہ وہ ہمارے ایک صوفی
 کے ساتھ روحانی مقابلہ کرے، اگر وہ کامیاب ہوا تو ہم اس کا ساتھ دیں گے، اور اگر وہ ناکام ہوا
 تو اپنے دھوے سے تائب ہو جائے، یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ مکان میں بٹھا کر سات دن
 تک رہے گا، مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا، کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، مولانا غلام نبی صاحب کا بیان
 ہے کہ میں نے مولانا مولانا محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ وہ کون صوفی تھے، جن پر آپ کو اتنا اعتماد ہے

کر رزاجی کو ایسا ہم اور ذمہ دارانہ الیٹیم دے دیا، مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ وہ ہونی
عہد الرحمن صاحب لکھوی ہیں، مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد و ثوق ہے کہ اگر مرزا
مان جاتا تو یقیناً اس مقابلہ میں زندہ نہ بچتا۔

۵۔ مولانا عبدالرحمن صاحب جب سفر حج کے لئے مدانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر جہاز ملٹ
خرید لیا، اور جہاز چلنے کو تھا کہ آپ نے فرمایا، اس جہاز پر نہیں جانا چاہئے، چنانچہ ملٹ واپس
کر دیا گیا، پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز ناندی کا ملٹ خریدا، جب وہ تیار ہوا، تو آپ نے
پھر ہی فرمایا، کہ اس جہاز پر بھی نہیں چاہئے، ہمارا ہی حیران تھے، کہ مولانا کیا کر رہے ہیں، جان بوجھ کر
روانگی میں تاخیر کرتے ہیں، مگر بالآخر آپ کا کہنا مانا اور وہ ملٹ بھی واپس کیا، پھر تیسرے جہاز
پر سوار ہوئے، جب جدہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی، اور حکومت
نے انہیں چالیس چالیس دن کے لئے کامران روک لیا ہے، یعنی اگر وہ لوگ ان جہازوں میں سوار
ہوتے تو ہم دن بعد جدہ پہنچتے، کسی نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا، تو آپ نے فرمایا
کہ الہام ہوا تھا۔

نوٹ:- آپ کے بہت سے اہامات اور کرامات اور کبھی ہیں، مگر یہاں صرف انہیں
پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ خادم غفی عنہ۔ (جاری)

ایک ضروری اعلان

براہ کرم جن حضرات کی سالانہ خریداری سال گزشتہ کی
ختم ہو گئی ہو وہ اس سال کا زر تعاون بھیج کر اپنی خریداری
درج دفتر کرالیں۔ بصورت دیگر ہیں ان کے نام کا
پرچہ بند کر دینا ہوگا۔

منیجر مکتبہ انشیا

محمد ابوبکر غازی پوری

کیا بلا اس تحریف و خیانت کے رفع یدین نہیں ہو سکتا؟

ہم جب غیر مقلدین یعنی اہل حدیث اور بقلم خود سلفی حضرات کی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمیں عجیب عجیب حادثات سے گزرنا پڑتا ہے، اور ہم حیران و ششدر رہ جاتے ہیں کہ کتاب و سنت کا نام لے کر عوام کو گمراہ کرنے والا یہ فرقہ دیانت و امانت اور شرافت سے اتنا محروم کیوں ہے، اور خداوند قدوس نے ہمدق و راستبازی اختیار کرنے کی توفیق اسے کیوں نہیں عطا کی۔

ہمارا اپنا خیال اور مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ اسلاف کے دشمنوں کو امانت و دیانت اور ہمدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور اس کی مثال ہمارے سامنے شیعوں اور قادیانیوں کی ہے، شیعوں کے یہاں دین کے نام پر دغا کرنا بے ایمانی کرنا، دھوکا اور فریب دینا جھوٹ بونا عین ایمان داری اور دین داری اور ان کے دھرم کا جزو ہے، اسی طرح قادیانیوں کا معاملہ ہے، ان کے باطل مذہب کی بنیاد بھی جھوٹ فریب، افتراء پر ہے، اور یہ دونوں فرقے اسلاف کے شدید دشمن ہیں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے، پس اگر ان کو ہمدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا اور جھوٹ بونا، فریب دینا ان کے مذہب کا جزو بن گیا۔

کچھ اسی طرح کا حال بقلم خود اہلحدیثوں اور سلفیوں کا ہے کہ انہوں نے بھی چونکہ اسلاف کے بارے میں طعن و تشنیع اور سب و شتم کو اپنا شیوہ و شعار بنالیا ہے بلکہ سب سے بڑا اہلحدیث اور سلفی ہو ہی قرار پاتا ہے جو اسلاف اور ائمہ دین اور فقہائے امت کی شان میں سب سے زیادہ گستاخ

ہو، تو پھر دگار عالم نے ان سے بھی مدق و راستبازی اور حق گوئی کی نعمت کو سلب کر لیا اور ان کا کام دغا اور فریب سے اپنے انکار و خیالات کی اشاعت بن گیا ہے، یہ کتاب و سنت کے ساتھ ایسا ایسا کھیل کرتے ہیں کہ دیانت و امانت سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور کتاب و سنت کی ایسی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان کو شاباشی دینے لگتا ہے۔

اختلافی مسائل میں سے مشہور مسئلہ نمازیں ابتداء مصلوٰۃ کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر رفع یدین کرنے کا بھی ہے، بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے کچھ لوگوں کا یہ عمل رہا، کہ ابتداء نماز کے علاوہ بھی کچھ جگہوں پر رفع یدین کرتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں۔

وبہذا یقول بعض اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نماز میں ابتداء مصلوٰۃ کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرنے کے کچھ صحابہ قائل تھے، ناظرین غور فرمائیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بعض کا لفظ استعمال کر رہے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں آپ "کچھ" کر لیں یا اسی لفظ کو اردو میں استعمال کریں یعنی یہ کہیں کہ بعض صحابہ قائل تھے۔ بہر حال دونوں کا حاصل یہی نکلتے گا کہ صحابہ کرام کی اکثریت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول رفع یدین کی قائل نہیں تھی، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لطیف اشارہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کی ہے تو وہاں انہوں نے غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے۔

فرماتے ہیں وبہ یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صرف نماز میں ایک ہی جگہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا جیسا کہ احناف اور مالکیہ کا مذہب ہے) بہت سے صحابہ کرام کا مذہب تھا، اور جن کو بھی ذوق عربیت ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ بعض کا کلمہ عربی زبان میں قلت کو بتلانے کیلئے ہوتا ہے اور جب عدد کا بیان غیر واحد سے ہو تو اس میں کثرت کا معنی پایا جاتا ہے، امام ترمذی نے رفع یدین کی حدیث

ذکر کرنے کے بعد بعض کا لفظ استعمال کیا ہے اور عدم رفع یدین کی حدیث ذکر کرنے کے بعد
غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چاہے نہیں کہ امام ترمذی جیسے عظیم الشان
محدث کی تحقیق کے مطابق صحابہ کرام میں رفع یدین کے قائلین کم تھے اور رفع یدین نہ کرنے
والے زیادہ تھے۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری امام ترمذی کے بارے
میں فرماتے ہیں کہ الترمذی من ائمتہ هذا الشأن یعنی امام ترمذی فن حدیث کے اماموں
میں سے ہیں، ایک جگہ اس بات کو اس طرح کہتے ہیں انہ من ائمتہ الفن غرضیکہ مولانا
عبدالرحمن مبارکپوری کو علم حدیث میں امام ترمذی کی امامت اور جلالت قدر و شان کا پورا پورا
اعتراف ہے، اور رفع یدین اور عدم رفع یدین کا مسئلہ بھی چونکہ حدیث ہی سے تعلق رکھتا
ہے اس وجہ سے امام ترمذی کا اس بارہ میں جو فیصلہ ہے اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا جاسکتا۔
اسلئے رفع یدین کے مسئلہ کو بہت زیادہ قابل نزاع بنانا اور خواجہ خواجہ کی بحثوں کو کھیلانا
قطعاً مناسب نہیں ہے اور نہ اہل علم کی شان ہے، جب صحابہ کرام سے دونوں عمل ثابت ہے تو
دونوں پر عمل کرنا سنت ہی پر عمل کرنا ہوگا اور یہ ماننا ہوگا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں ثابت ہے، اور اسی وجہ سے غیر مقلدین کے مقتدی اور پیرو
میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ تذریہ میں یہ لکھا ہے کہ رفع یدین
اور عدم رفع یدین کے بارے میں جھگڑا کرنا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے، اور یہ
دونوں سنت سے ثابت ہے۔ ۲۴۱

جس مسئلہ کی حقیقت اہل علم کے نزدیک صرف اتنی سی تھی غیر مقلدین نے اسی کو اپنی
دھماچوگری کا سب سے بڑا میدان بنالیا، اور حق اور باحق کا معیار قرار دیا، اور ان تمام ناگفتیوں
و ناگردنیوں کا مظاہرہ کیا جن سے علم و دیانت پناہ مانگتے ہیں اور انسانی شرافت توبہ کرتی ہے،
اور ان کلاخیان و طوفان اتنا بڑھا کہ ضحاکہ کرام ائمہ دین کو کبھی نہیں بخشا اور اس طغیان و طوفان کی
انتہا یہ ہوئی کہ انھوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا فریب و دھوکا دہی
کا معاملہ کیا کہ شیطان نے کہا واہ، واہ، میں اس کی مثال بلکہ مثالیں بھی دوں گا۔

پہلے یہ معلوم کیجئے کہ انھوں نے اسلاف کے ساتھ کیا حرکت کی تو ابھی آپ کو معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے فن حدیث کا امام کہا تھا، مگر جب انھوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے اس کو حسن قرار دیا تو یہ غیر مقلد محدث صاحب امام ترمذی پر پلٹ پڑے اور صاف صاف کہہ دیا کہ ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے اور یہ صاحب غصہ میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ یہ نہیں کہا کہ ہیں امام ترمذی کے اس خاص حدیث عدم رفع یدین کو حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے تاکہ ذرا کچھ گنجائش بھی رہتی بلکہ مطلقاً کہہ دیا کہ امام ترمذی الترمذی فلا اعتماد علیہ (تحفہ منہج ۲۲) یعنی ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے، یعنی اب ان غیر مقلد محدث کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں جس حدیث کو حسن قرار دیا ہے وہ سب ناقابل اعتبار ہے۔

جی ہاں یہ ہیں عاشقان رسول اور اہل حدیث نام کے بہروپے اور کتاب و سنت کے عاشق زار جنھوں نے اپنے ایک نشانہ میں ترمذی شریف کی تمام حسن حدیثوں کو کالعدم قرار دیا۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کی جرأت اتنی بڑھی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کا بھرا پیالہ کہا کرتے تھے، جن سے عدم رفع یدین والی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے اس جلیل القدر صحابی کے بارے میں مبارکپوری صاحب نے دوسروں کی اندھی تقلید میں کہہ دیا کہ یہ نماز کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے اسی طرح یہ رفع یدین کو کبھی بھول گئے۔ مولانا مبارکپوری کی اس تحقیق کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اور پھر اس سلسلے میں غیر مقلدین کی جرأت مزید بڑھی اور عہد اول کے عام لوگوں کے بارے میں جن میں صحابہ و تابعین بھی ہیں یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ رفع یدین اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ان میں نماز کے بارے میں سستی دکاہلی پیدا ہو گئی تھی، غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں :

لیکن ایسا بھی زمانہ آگیا کہ رفع یدین میں سستی کرنے لگے جس طرح بکیرات

انتقال میں سستی کرنے لگے تھے : (التحقیق الراسخ ۹۴)
نیز فرماتے ہیں کہ :

یہ صحابہ کے زمانہ میں لوگوں نے تکبیرات انتقال چھوڑ دی تھیں یہاں تک کہ
عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو بھی اس کی سنت بلکہ ابا حنیفہ میں شبہ تھا (ایضاً)
اور آگے تو ان محدث صاحب نے مدہی کر دی ، صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بارے میں آپ
کا ارشاد ہوتا ہے :

.. غرضیکہ طرح طرح کے تغیر ہو گئے تھے تعدیل ارکان ، تکبیرات انتقال
اوقات صلوة وغیرہ کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا .. (ص ۹۴ ایضاً)

اناللہ وانا الیہ راجعون ، یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی تحقیق صحابہ کرام اور تابعین عظام
کے بارے میں ، اندازہ لگائیے کہ مسئلہ رفع یدین میں ان غیر مقلدین کے غلو نے ان کو کہاں
سے کہاں پہنچا دیا کہ اسلام کے عہد اول کی روشن تاریخ ہی پر زبردست حملہ کر کے صحابہ کرام و
تابعین عظام کے کردار کو مشکوک بنا دیا۔

خليفة راشد عمر بن عبد العزيز نے کہے کہ دار پر حملہ کرتے ہوئے یہ صاحب فرماتے ہیں :
.. بعض غفلتے بنو امیہ کی تو خصوصاً یہ عادت ہو چکی تھی کہ وہ اوقات نماز کی
چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے تھے ان کی دیکھا دیکھی حضرت عمر بن عبد العزيز
بھی انہی کے ہنج پر چلنے لگے .. ص ۱۵

حضرت عمر بن عبد العزيز نے کہے بارے میں ان محدث غیر مقلد صاحب کا یہ زبردست اقرار ہے
کہ وہ اوقات نماز کی پابندی نہیں کرتے تھے ، انھوں نے حوالہ دینے میں زبردست گھپلا کیا
ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا جھوٹ نہ کھلے انھوں نے فسح الباری سے جو عبارت نقل کی ہے
اس کا ترجمہ کرنے کی ان کو ہمت نہ ہو سکی اس لئے کہ اس میں حضرت عمر بن عبد العزيز رحمہ اللہ
کا دور دور پتہ ہی نہیں ہے ، بلکہ انھیں کے حوالہ والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت
کی نماز میں صرف ایک دن کبھی تاخیر ہو گئی تھی نہ یہ کہ یہ ان کی معاذ اللہ عادت تھی جیسا کہ

محدث گوندہ لوی صاحب نے ان کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہا ہے۔ خود ان کے حوالے میں یہ عبارت موجود ہے :

” قال ابن عبد البر ظاہر سیاقہ انه فعل ذلك يوما لان ذلك

كان عادة له ” ۹۵

یعنی حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ عبارت کا ظاہر سیاق یہ بتلاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے ایک دن تاخیر ہو گئی تھی نہ یہ کہ یہ ان کی عادت تھی ۔

بھلا بتلائیے کہ بات کیا ہے اور یہ غیر مقلد محدث صاحب نے اس کو کیسا بتنگڑ بنا کر کے حضرت عمر بن عبد العزیز جیسی اسلام کی قابل فخر و نادرہ روزگار شخصیت کو مجروح اور مطعون کرنے کی کوشش کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، کسی وجہ سے اگر کسی سے ایک روز نماز کے کسی وقت میں تاخیر ہو جائے جب کہ وہ امیر و والی بھی ہے جس کو مختلف کام پیش آتے رہتے ہیں تو کیا یہ کہنا جائز اور مبنی بر انصاف ہو گا کہ اس کو نماز مؤخر کر کے پڑھنے کی عادت تھی ۔

یہ غیر مقلدین رالی کا پہاڑ اور پر کا کو اکیوں بناتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کو اپنے مسلک میں بیجا غلو بہت ہوتا ہے ، اور غیر تقلیدیت کی وجہ سے ان کو اسلاف پر طعن و تشنیع کرنے میں باک اور جھجھک نہیں ہوتی ۔

احادیث رسول میں غیر مقلدین علما کی خیانتیں

اور اپنے مسلک و عقیدہ کا یہی غلو ان کو اس پر بھی آمادہ کرتا ہے کہ وہ بلا تکلف احادیث رسول میں خیانتیں کر ڈالتے ہیں اور نادانانہ عوام کو دھوکہ دیکر اپنی حقانیت کا جھوٹا اظہار کرتے ہیں۔ چونکہ اندازہ سے زیادہ میری گفتگو طویل ہو گئی ہے اس وجہ سے میں یہاں مسئلہ رفع یدین ہی کے سلسلہ کی احادیث رسول کے باب میں ان کے تین بڑے بڑے علما کی تین خیانتیں ظاہر کرتا ہوں ، اور ناظرین کو دعوتِ عبرت دیتا ہوں ، ان سے گزارش کرتا ہوں کہ خدا را آپ بتلائیں کہ احادیث رسول فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ایسے بے دھڑک اور بیباک

اور خائن لوگوں کا شمار جماعت اہل حدیث میں کسی بھی درجہ میں جائز ہو سکتا ہے۔ اور کیا کسی مسلمان کا منہ یہ گوارا کرے گا کہ وہ ان غیر مقلدوں کو اہل حدیث کہے؟
 لیجئے پہلی مثال انہیں حافظ محمد گوند لوی صاحب کی وہ اپنی اسی کتاب التحقیق الراخیہ فتح اباری سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

۱ . واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة .

اور اس عبارت کا حافظ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے :

۔ یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے ۔

میں حیران ہوں کہ حافظ صاحب نے اس عبارت کا یہ جو ترجمہ کیا ہے اس کی داد کن الفاظ میں دوں یہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث ہیں جن کے تقویٰ و دینداری اور علمی قابلیت کی جماعت غیر مقلدین میں دھوم ہے اور ایسے بڑے آدمی نے اتنے زبردست فراڈ والا ترجمہ کیا ہے ۔ کیا رفع یدین کا مسئلہ بغیر اس فراڈ و خیانت کے حل نہیں ہو سکتا ؟ اس عبارت کا صحیح

ترجمہ یہ ہے :

اور صحیح ترین بات ابن منذر کا یہ قول ہے کہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف

نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے ۔

دیکھئے حافظ ابن حجر کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور حافظ محدث گوند لوی نے اس کو کیا بنا دیا؟

شاید ناظرین یہ سوچتے ہوں کہ حافظ صاحب کو یہ حرکت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

تو میں بتلاتا ہوں، یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس عبارت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ

نے جو صرف ابتداء صلوٰۃ میں رفع یدین کو رائج قرار دیا ہے وہ غیر اختلافی بات ہے، یعنی سب

کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ ابتداء نماز میں رفع یدین ہوگا، اور غیر مقلدین جو تین یا چار جگہ رفع یدین

کرتے ہیں وہ اختلافی مسئلہ ہے، صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل تھی اور ایک بڑی جماعت

اس کی قائل نہیں تھی، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے شروع مضمون میں معلوم ہوا، جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ رفع یدین کے قائلین تمام صحابہ و تابعین تھے اور رفع یدین کا مسئلہ (نمازیں تین جگہ ہے) صحابہ کے درمیان غیر اختلافی تھا، چونکہ ابن منذر کا قول غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو رد کر رہا تھا اس وجہ سے محدث حافظ گوئند لوی صاحب نے ابن منذر کے کلام کا ہنایت عیاری سے اور پوری غیر مقلدانہ شان کے ساتھ وہ کیا جس کا نمونہ ناظرین دیکھ کر عبرت حاصل کی ہوگی۔

اب آئیے اسی مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کے ایک دوسرے بڑے عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی کا زنامہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی کی ایک کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ناک سے غیر مقلدین حلقہ میں معروف و مشہور ہے، مولانا سلفی نے اس کتاب میں رفع یدین کے مسئلہ کے سلسلہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح التکبیر فی السجود فرفع یدیه حین یکبر حتی یجعلہما حد و منکبہما و اذا کبر للركوع فعلمہ مثله و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فعلہ مثله و اذا قال ربنا لک الحمد فعل مثله الخ ۴۸

اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کو دیکھا جب شروع نمازیں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اسی طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی اسی طرح کرتے اور جب ربنا لک الحمد کہتے تو بھی اسی طرح کرتے۔“

ناظرین آپ اس حدیث کے ترجمہ میں غور فرمائیں اس حدیث میں کبہ میں جانے سے پہلے چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، دو جگہ رکوع سے پہلے (نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے پہلے)

اور دو جگہ رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے (سمع لمن حمدہ کہتے وقت اور ربنا لک الحمد کہتے وقت) اور چونکہ غیر مقلدین سجدہ سے پہلے صرف تین جگہ رفع یدین کرتے ہیں، اس لئے مولانا محمد اسماعیل صاحب نے نہایت دیانت داری سے اور پوری شانِ غیر مقلدیت کے ساتھ اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

بعد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ الی دایم کہ
دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہا کندھوں کے برابر ہاتھ
اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب
رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے۔ الخ

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں کیسا گھپلا کیا ہے، حدیث کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کا ترجمہ کچھ ہے، حدیث میں سجدہ سے پہلے چار جگہ کا ذکر ہے اور آپ نے اپنے ترجمہ میں اس کو تین جگہ کر کے اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا ہے۔ مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ شیخ اکھبریت صاحب کے اس ترجمہ کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اب آئیے اس سلسلہ کی تیسری مثال کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک بہت مشہور رسالہ ہے جس کا نام خبر رفع یدین ہے، اس کو غیر مقلدوں نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے، ہمارے پاس اس کا پاکستان ڈیویشن ہے اس میں امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ابن جریر اخبرنی نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان
یکبر بیدیه حیئن یستفتح وحین یرکع وحین یقول مع اللہ لمن
حمدا وحین یرفع راسہ من السکوع وحین یستوی قائما۔

اس حدیث میں سجدہ سے پہلے پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے (۱) نماز کے شروع کے وقت (حین یستفتح) (۲) رکوع کے وقت (حین یرکع) (۳) سمع اللہ لمن حمدہ

کہنے کے وقت (حین یقول سمح اللہ لمن حمدہ) (۴) رکوع سے سر اٹھاتے وقت
حین یرفع راسہ من الركوع (۵) اور رکوع کے بعد بالکل سیدھا کھڑے ہونے پر
(وحین یستوی قائمًا)

چونکہ حدیث غیر مقلدین کے مطلب کے خلاف تھی اس وجہ سے غیر مقلد مترجم نے حین
سمع اللہ لمن حمدہ وحین یرفع راسہ من الركوع وحین یستوی قائمًا کا یہ
فاضلانہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور غیر مقلدین کی دیانت داری و ایمان داری
کی داد دیں۔ مترجم صاحب ترجمہ فرماتے ہیں۔

اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے
ہو جاتے۔۔۔۔

سبحان اللہ کیسا مبارک ترجمہ ہے، دیانت و امانت علم و فقہ شرافت و مردت سب
کا جنازہ نکال کر رکھ دیا اور میدان میں خم ٹھوک کر کھڑے ہیں، ہم اہل حدیث ہیں، ہم سلفی
ہیں، کتاب و سنت پر عمل کرنے والے ہیں، گلزار محمدی کے بیل نالاں ہیں۔

اسپ تازی شدہ بجر وح بزیر پالاں

طوق زریں ہمہ در گردن خرمی بینم

ناظرین کرام آپ نے اندازہ لگایا کہ رفع یدین کا مسئلہ جو صحابہ کرام کے زمانہ سے
اب تک اختلافی رہا ہے اور اختلاف بھی اولیٰ اور غیر اولیٰ سے زیادہ کا نہیں ہے، مگر غیر مقلدین
کے غلو اور افراط نے اس مسئلہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، حتیٰ کہ کتاب و سنت، اور اسلاف امت
کی آبرو کو بھی روند ڈالا، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی شخصیات پر بھی ناروا حملے کئے، ہم اس
طرح کے غلو سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں اور خدا سے نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ بار الہی
ہمیں تو رشد و ہدایت کے راستہ پر لگائے رکھ، اور ہمارے کسی عمل کو شیطان کے خوش کرنے کا
ذریعہ نہ بنا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ۔

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب ”صلوة الرسول“ کے بارے میں

(۳۱) صادق صاحب سے اللہ سمجھے، بڑے بے ایمان واقع ہوئے ہیں، احادیث رسول کے بارے میں ان کی جرأت دیکھ کر مجھے اتنا سخت لفظ استعمال کرنا پڑا ہے، نماز کے اوقات کے بیان میں انہوں نے پہلی یہ حدیث ذکر کی ہے (اور حوالہ دیلے سلم شریف کا)

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله الخ

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو جائے تب ہوتا ہے۔ چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کو ہر زمانہ میں کچھ مؤخر کر کے پڑھنا چاہئے۔ سایہ ڈھلتے ہی ظہر کی نماز کا پڑھنا مناسب نہیں ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے، چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے اور حنفیہ کے مذہب کی صریح دلیل ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا سن مانا زحیم اور مطلب بیان کر کے حدیث کا اصل مفہوم ہی مسخ کر دیا، اب ذرا صادق صاحب کا ترجمہ اور طلب سنئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقت ظہر کا ہے جب آفتاب ڈھلے۔ اور (دہتا ہے اس وقت تک کہ)

ہوسایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر، جب تک نہ آئے وقت عصر کا ۱۴۳

اہل علم غور فرمائیں۔ حدیث رسول کے الفاظ کیا ہیں، اور ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، اور صادق صاحب اس کا مطلب کیا بیان کر رہے ہیں، چشم فلک نے حدیث رسول کے ساتھ اتنی دلیری، چہانت اور تحریف کی کہ شے کی مثالیں کم ہی دیکھی ہوگی، اور اس چہانت و خیانت، بددیانتی اور بے ایمانی کے یا وجود کسی کو شوق ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم کی نماز نامی کتاب لکھے اور صادق صاحب جیسے لوگوں کو شوق ہوتا ہے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں۔ بے حیا باش ذہرچہ خواہی کن، میں دنیائے غیر مقلدیت سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ میں امانت و دیانت ہے تو صادق صاحب کے مطلب و معنی کو اس حدیث پاک کے الفاظ کی روشنی میں صحیح ثابت کریں، ورنہ اعلان کریں کہ صادق صاحب نے حدیث رسول پاک کا معنی و مطلب بیان کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے، اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کا پروگرام بنایا ہے۔

(۲۶) بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اذا اشتد الحر فاجي دوا بالصلوة، یعنی جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس کا صاف مفہوم ہے کہ آدمی کو سخت گرمی کے زمانہ میں نماز اس وقت پڑھنا چاہئے جب آفتاب کی شدت کم ہو جائے اور دھوپ میں زوال کے وقت جیسی تیزی باقی نہ رہے۔ اور چونکہ غیر مقلدین کا عمل مسلم و بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے وہ شدت گرمی کے زمانہ میں بھی ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا مطلب بھی انٹ پلٹ کر کے بالکل غلط بیان کیا، فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے: شدت گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو سٹوری دیر کرو، ۱۴۳ اللہ کے رسول تو فرمائیں کہ اتنی دیر کرو کہ سورج کی تمازت کم ہو جائے دھوپ کی تیزی ماند پڑ جائے، وقت ٹھنڈا ہو، اور ہمارے صادق صاحب آبا و اجداد کا عمل غلط ثابت نہ ہو محض اس کی رعایت میں حدیث کا غلط بیان فرما رہے ہیں کہ ”سٹوری سی دیر کرو“ یہ ہیں حدیث پر عمل کرنے والے اس زمانہ کے اہلحدیث۔

صادق صاحب کی بیعتی کا عالم یہ ہے کہ حدیث کا معنی و مطلب غلط بیان کر کے

اعلان یہ کرتے ہیں کہ ، حضور نے ساری زندگی میں پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں۔ ص ۱۲۶
براہ کرم اس کی بحث میری کتاب سیل الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لی جائے، صادق
صاحب کے جھوٹ مزید عیاں ہو جائیں گے۔

(۴۳) صادق صاحب نے ص ۱۲۶ میں سلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، اس میں
یہ جملہ بھی ہے۔ کیف انت اذا كانت علیک امواء یحیتون العطلۃ او یؤخرون
عن وقتھا۔ اور اس کا ترجمہ کیلئے۔ تیرا کیا حال ہوگا جس وقت ہوں گے تجھ پر امام جو
دیر کریں گے نماز کو یادیر کریں گے اس کے مختار وقت سے ، امرار کا ترجمہ امام کیا ہے ، اور
یحیتون کا ترجمہ دیر کریں گے کیا ہے ، یہ ترجمہ صادق صاحب کی جہالت کا پتہ دیتا ہے جب حدیث
میں یؤخرون کا لفظ خود ہی آگے آ رہا ہے تو یحیتون کا ترجمہ دیر کرنا کیسے صحیح ہوگا ، امرار کا ترجمہ
امام کرنا بھی صادق صاحب کا اجتہاد ہے۔ اگر صادق صاحب فرمائیں کہ حدیث کا ترجمہ جو ہم نے
کیا ہے وہی ترجمہ شراح حدیث بھی کرتے ہیں، تو عرض کیا جائے گا کہ شراح حدیث کی تقلید
تو مقلدین کرتے ہیں آپ جیسے مجتہدین کی یہ شان نہیں ہے، آپ تو وہ ترجمہ کریں جو حدیث
کے الفاظ کا تقاضا ہے۔

(۴۴) صادق صاحب نے ابو داؤد وغیرہ سے حضرت عبداللہ بن ابی مرثدہ کی ایک روایت ذکر کی
ہے جس میں ہے کہ اذان کے کلمات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو دو بار کہتے چونکہ
غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے، اس وجہ سے صادق صاحب فرماتے ہیں۔

”یہ جو فرمایا کہ حضور کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو کہتے تو یہ تقلیداً فرمایا

یعنی اللہ اکبر شروع میں چار بار اور لا الہ الاہ فیہ ایک بار (ص ۱۵۵)

دیکھئے صادق صاحب نے حدیث رسول کی کیسی تاویل کر دی جس بات کا حدیث میں
دو دو بار بھی ذکر نہیں ہے صادق صاحب اس کو اپنی طرف سے گڑھتے ہیں اور دعویٰ کریں گے
کہ ہم لوگ ٹھیک ٹھیک حدیث پر عمل کرتے ہیں، کیا اس قسم کی تاویل کر کے حدیث پر ٹھیک
ٹھیک عمل کیا جاسکتا ہے ؟

(۳۵) اذان کا طریقہ اور مسائل کے عنوان کے تحت صادق صاحب نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں تین حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب نے ان کا ضعیف ہونا بیان نہیں کیا۔ (۱) ایک حدیث ذکر کی ہے کہ اذان پڑھ کر ٹھہر کر کہو اور اقامت جلدی جلدی عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) دوسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان کہنے والا با وضو ہو۔ عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ ”ضعیف ہے“

(۳) تیسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان دینے والا کانوں میں انگلیاں ڈالے۔

عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ”سخت ضعیف ہے“

صادق صاحب نے اسی طرح سے اپنی اس کتاب کو ضعیف حدیثوں سے بھر رکھا ہے اور کمال ہے کہ کہیں بھی بتلایا نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ جہاں سے صادق صاحب ان احادیث کو نقل کرتے ہیں بہت سی حدیثوں کے بارے میں وہاں تصریح ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب صداقت سے کام لیتے ہوئے فاموش رہتے ہیں۔ تاکہ ان کی کتاب پڑھنے والا سمجھے کہ صادق صاحب صحیح حدیثیں پیش کر رہے ہیں، بقدر دھوکا دینا ہے!

(۳۶) صادق صاحب نے ص ۶۱ پر ثابت کیا ہے کہ تکبیر کا بھی جواب دینا چاہئے اور اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس حدیث کے بارے میں عبد الرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں کہ ”نہایت ضعیف روایت ہے“ اللہ اکبر غیر مقلدین حضرات فرمائیں کہ کیا حنفیہ کے لئے ضعیف روایتوں سے استدلال کرنا حرام ہے، یا وہ اپنے بارے میں بھی کچھ کہیں گے؟

(۳۷) صادق صاحب نے اذان کے بعد کہنے کی تین دعائیں نقل کی ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ ”اگر اذان کے بعد تینوں ہی آپ پڑھ لیا کریں تو سبحان اللہ کیا ہی اچھی بات ہے“ ص ۱۹ صادق صاحب سبحان اللہ اور اچھی بات تو اس وقت ہوتی جب اللہ کے رسول سے ثابت

ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تینوں دعائیں اکٹھی پڑھی ہیں، یا صحابہ کرام کا یہ عمل تھا؟
 ورنہ تینوں دعاؤں کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صحابہ کرام کے طریقہ کے خلاف ہو گا،
 جو کام آنحضور کے طریقہ کے خلاف اور جس پر صحابہ کرام کا بھی عمل نہ رہا ہو، وہ سبحان اللہ اور
 اچھی بات ہوگی؟ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات گر ٹھنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔

(۴۸) صادق صاحب نے ص ۱۶۸ حدیث ذکر کی ہے کہ جو اذان دے اسی کو تکریر کہنے کا حق ہے
 اور نہیں بتلایا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر متعلقین
 کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

(۴۹) ”مساجد میں نمازوں کا حساب“ ص ۱۷ پر یہ عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے تحت حضرت
 انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت انہوں نے اس
 کا صحت ظاہر نہیں کیا ہے، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں، ضعیف حدیث ہے۔
 ذہبی نے اس کو منکر جدا کہا ہے یعنی بہت منکر حدیث ہے۔

(۵۰) ص ۱۷۲ میں، عنوان قائم کیا ہے ”مساجد بیہشت کے باغ ہیں“ اس کے تحت
 جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، عبد الرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں، ضعیف
 حدیث ہے۔

(۵۱) ص ۱۷۶ پر عنوان قائم کیا ہے، مسجد کی خبر گیری کرنے والے کو ایمان کا سرٹیفکیٹ
 اور اس کے تحت حضرت ابوسعید خدری کی جو روایت ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب
 عادت اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا، عبد الرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں ”ضعیف
 حدیث ہے“

(۵۲) صادق صاحب فرماتے ہیں ”اور نیت کا زبان سے ادا کرنا نہ ہی رسول پاک
 کا سنت سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے“ ص ۱۸۲

اور صادق صاحب اس مسئلہ کو ایسا بیان کر رہے ہیں جیسے زبان سے نیت
 نہ کرنے پرمان کے پاس کوئی صریح دلیل ہے، اس مسئلہ میں صادق صاحب نے ابن قیم اور

ابن تیمیہ کی تقلید کی ہے، ورنہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی بات قطعاً ثابت نہیں ہے جس سے زبان سے نیت نہ کرنے پر استدلال کیا جاسکے۔ بہت سی چیزیں شریعت میں ایسی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہوتا ہے زبان سے اس کا اقرار مزید پختگی کیلئے ہوتا ہے۔ جیسے اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد کھانا یہ اصلاً قلب کا فعل ہے، مگر زبان سے بھی لا الہ الا اللہ کہنے سے مزید اس اعتقاد کی قوت کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح نماز کی نیتوں کا معاملہ ہے، نیت اصلاً قلب کا فعل ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنے سے قلب و زبان کی موافقت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ اصلاً محمود امر ہے، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ اس پر تکبر کرنا کوئی دین کی بات ہے، اس کتاب میں مہادق صاحب نے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بہت جگہ استدلال کیا ہے، وہ ہی شیخ عبدالقادر جیلانی تراویح کے بیان میں فرماتے ہیں۔ وہی عشرون رکعتہ مجلس عقب کل رکعتین وسلم فہی خمس ترویجات کل اربعۃ منہا ترویجۃ ویونی فی کل رکعتین اصلی رکعت التواویح المسنونۃ اذا کان فرداً اذا کان اماماً او ماموماً، یعنی تراویح بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا، پس یہ پانچ تروتھے ہیں، ہر چار رکعت ایک ترویجہ ہوتا ہے، اور ہر دو رکعت میں یہ نیت کرے گا، میں دو رکعت مسنون تراویح کی نیت کرتا ہوں۔ خواہ تنہا ہو خواہ مقتدی یا امام ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۹۶)

معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زبان سے نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

(۵۳) مہادق صاحب نے سید پرہاتھ بانہنے کی روایت صحیح ابن خزیمہ سے ذکر کی ہے۔ اور یہ بتلایا کہ یہ روایت ضعیف نہیں بلکہ موضوع کے قریب ہے، غیر معتد عبدالرؤف صاحب اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس کی سند میں روع بن میب ہے، ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت اور یزید تقاشی سے غیر محفوظ حدیث بیان کرتا ہے، اور ابن حبان نے کہا

ہے کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے اس سے روایت لینا جائز نہیں،

(صلوۃ الرسول محقق)

معلوم نہیں صادق صاحب نے صلوۃ الرسول سکھانے کیلئے اس قسم کی روایتیں کا کیوں انتخاب کیا ہے۔

(۵۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں۔ (ض ۱۹) اور اس کی دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے، وہ یہ ہے۔ صَلَّوْا کَمَا ذِیْقُوْنِیْ اَصْلٰی، یعنی اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

اب صادق سے کوئی پوچھے کہ آنحضرتؐ یہ مردوں سے فرما رہے ہیں کہ عورتوں سے، صلوات کے مخاطب مرد ہیں کہ عورتیں تو پھر اس مردوں والے خطاب میں عورتوں کو شامل کرنا کہاں سے جائز ہے۔

غیر مقلد ذاب وحید الزماں حیدر آبادی نے اپنی متعدد کتابوں میں عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق کو بتلایا ہے، تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لیں۔

(۵۵) صادق صاحب نے آئین زور سے کہنے پر بڑا زور لگایا ہے۔ ہم نے زمر پرچہ میں بھی اس پر مفصل گفتگو کی ہے^(۱) یہاں ناظرین سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی مدینہ سے باہر نہیں رہے، پنجوقتہ نماز آپؐ سجدہ نبوی میں ادا کرتے تھے، اگر تابعین و صحابہ کرام کا عمل آئین زور سے کہنے کا ہوتا تو سجدہ نبوی امام مالک کے زمانہ میں اس آئین سے ضرور گونجتی ہوتی ادا امام مالک کا مسلک زور سے آئین کہنے کا یقیناً ہوتا، مگر امام مالک کا مذہب آئین زور سے کہنے کا نہیں ہے بلکہ آئین سزا کہنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ادا تابعین و صحابہ کرام کا عمل سزا آئین

کہنے کا تھا یا زور سے ، امام مالک کو ذہ کے نہیں تھے مدینہ کے تھے ، اور اہل الرائے بھی نہیں تھے بلکہ اہل حدیث تھے ، آخر انھوں نے کیوں سراً آئین کہنے کا مذہب اختیار کیا ، اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کے دلائل کا اندازہ لگ جاتا ہے ۔

(۵۶) منۃ سے کئی صفات میں صادق نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر طویل گفتگو کی ہے اس بارے میں حق کیا ہے اس کو جاننے کیلئے ہم ناظرین سے گزارش کریں گے کہ وہ ہماری کتاب غیر مقلدین کے لئے لائحہ فکریہ کا ضرور مطالعہ کریں نیز میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کے آخر میں بھی اس مسئلہ پر ایک طویل مضمون ہے اس کو دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کا مذہب دلائل کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط نہیں ہے ، چونکہ غیر مقلدین کو خود بھی اس کا شدید احساس ہے اس وجہ سے وہ احادیث رسول کو اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ترجمیں خیانت سے کام لیتے ہیں ۔

جن احادیث میں صادق صاحب نے یہ حرکت کی ہے ہم اس کی نشاندہی کرتے ہیں ۔

(۵۷) حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا جس نے نماز بلا سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز ناقص ہے ، تو حضرت ابو ہریرہ سے کہا گیا کہ ، انا نکون وداع الامام ؛ قال اقرأ بھا فی نفسك یعنی ہم امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں ، تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ یہ نبی میں پڑھ لیا کرو ، لیکن صادق صاحب نے اپنی طبیعت سے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ”تم آہستہ سے پڑھ لیا کرو“ ہم آپ کہتے ہیں کہ اس کی بات سن کریں نے اپنے جی میں کہا ، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آہستہ سے کہا ؟ جی میں کہنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے اسی طرح جی میں پڑھنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے ، دونوں کو ایک قرار دینا صاحب علم کا کام نہیں ہے ۔

(۵۸) حضرت انسؓ کی ایک روایت کا آخری حصہ یہ ہے ، ولیقرأ احدکم بغائتہ الکتاب فی نفسه ۔ کچھ لوگوں نے آنحضورؐ کو اکر مصلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی کتنی

اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار کیا، پھر مذکورہ جملہ فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں کا کوئی اپنے جی میں سورہ فاتحہ پڑھ لے۔

اور صادق صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے، تم میں سے ہر ایک کو چاہئے چاہئے کہ صرن سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھ لیا کریں، اور پھر مزید اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ، یعنی سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کر دو اور پھر خاموشی سے قرأت سنا کر دو۔

صادق صاحب نے لیس قراۃ احکم کا ترجمہ ہر ایک کیا ہے، جبکہ اس کا اصل ترجمہ ہے کوئی ایک یا تم میں کا کوئی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہوتا کہ ہر ایک سورہ فاتحہ پڑھے تو آپ یوں فرماتے۔ والیس قراۃ احکم

(۵۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم ہی صحیح سند سے ثابت ہو، امت کے لئے واجب العمل ہوتا ہے۔ ۲۰۴

اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر عمل کے لئے صحیح سند ہی دلے حکم کا ہونا ضروری ہے تو پھر آپ نے اس کتاب میں پچاسوں ضعیف حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں، اگر آپ کو ان کا ضعیف ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ آپ کی جہالت ہے اور اگر ضعیف ہونا معلوم تھا تو بلا اس کا صنف ظاہر کئے اس کا ذکر کرنا خیانت ہے۔

ثانیاً میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ کسی مسئلہ میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند والا ایک ہی حکم واجب العمل ہوتا ہے تو براہ کرم قرأت خلف الامام ہی کے بارے میں اس حدیث پر آپ عمل کر کے دکھائیے۔

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم فاقبضوا سطوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا اكبر فكبروا واذا اقرأ فانصتوا واذا قرأ خيرا فمغضوب عليكم ولا الصالحين فقولوا آمين يهبطكم الله، (روایت جریر عن قتادہ سلم شریف باب التثنية حدیث نمبر ۴۱۳۰)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صوفیوں کو

سیدھا کر دپھر تم میں کا کوئی شخص امامت کرائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو۔ اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اس طرح کرنے سے اللہ تم سے محبت رکھے گا۔

یہ روایت مسلم شریف کی ہے، اور مسلم شریف کی روایتوں کے بارے میں غیر مقلد کے اکابر فرماتے ہیں کہ سب صحیح ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ دیکھو) ادنیٰ روایت قرآن کے اس ارشاد کے عین مطابق بھی ہے۔ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو۔ جس کے بارے میں ابن تیمیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ نماز کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کا یہ ارشاد نماز کے بارے میں ہے، غرض مسلم شریف کی یہ روایت صحیح بھی ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے موافق بھی ہے مگر ایک غیر مقلد بھی اس صحیح اور قرآن سے موافقت رکھنے والی روایت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ہاں یہ قوالی صادق سیالکوٹی صاحب جیسے لوگ ضرور گائیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم بھی عمل کے واجب ہونے کیلئے کافی ہے۔

ایک طرف تو یہ غیر مقلدین اہل حدیث ہونے کا دم بھریں گے اور محدثین سے محبت کا ڈھونگ پچائیں گے اور دوسری طرف محدثین کے عمل اور اسوہ اور ان کی تحقیق سے بڑی بے رغبتی سے منہ بھی موڑیں گے۔ اسی مسئلہ قرأت خلف الامام میں بڑے بڑے اجلہ محدثین کی غیر مقلدین نے مخالفت کی ہے۔ مولانا عبدالحسن مبارکپوری غیر مقلد محدث کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل قرأت خلف الامام کو واجب نہیں سمجھتے تھے اور ابن تیمیہ تو امام کے پیچھے جہری نمازیں مقتدی کے خاموش رہنے کو واجب جانتے تھے پچاسوں محدث ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا اور اس کی قرأت کو کان لگا کر مستنا واجب ہے۔ (۱)

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث میری کتاب "مذہب فکر" اور مسائل غیر مقلدین اور مزمن کے شماروں میں موجود ہے، ناظرین ان کا ضرور مطالعہ کر لیں۔

ایک ایسا مسئلہ جس میں شروع ہی سے صحابہ کرام اور محدثین عظام اور اہل اسلام کی رائیں الگ الگ رہی ہیں اس کے بارے میں تشدد کا رویہ اختیار کرنا غیر مقلدین ہی جیسے لوگوں کا کام ہے یہ اس طرح کی باتیں کہہ کر کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام تابعین، نقہائے امت اور محدثین کی بابرکت جماعت کی ایک بڑی تعداد کی نماز کو باطل ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، جو لوگ اسلاف کے بارے میں اس طرح کی زبان درازی کریں ان کو خود اپنے بارہ میں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں۔

(۶) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام سمیع اللہ لمن حمد کہے تو مقتدی یہ کہیں رہنا لک الحمد حمد اکثر طیباً مبارکاً فیہ۔ ص ۲۲۲

صادق صادق صاحب مقتدی کو یہ دعا پڑھنے کا اپنی طرف سے حکم کر رہے ہیں، ورنہ آنحضرت کا ارشاد مبارک بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ مقتدی صرف ربنا لک الحمد یا ربنا و لک الحمد کہے، صحابہ کرام میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ امام کے سمیع اللہ لمن حمد کہنے پر یہ دعا پڑھتے تھے، صرف ایک صاحب کا ایک دفعہ کا واقعہ ہے، اور جو بات صرف ایک دفعہ ثابت ہو تو وہ عمل مسنون نہیں ہوتا۔

(۷) صادق صاحب نے رفع یدین کے مسئلہ میں بہت زور دکھلایا ہے، اس بارے میں زہرم اور مسائل غیر مقلدین میں کافی لکھا جا چکا ہے، ناظرین ان کا مطالعہ کریں، معلوم نہیں کہ غیر مقلدین رفع یدین جیسے مسئلہ میں اتنا تشدد کیوں برتتے ہیں، جبکہ بقول حضرت میاں صاحب دہلوی رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہیں، اور احادیث سے دونوں ثابت ہیں (فتاویٰ تذریعہ) تو اب ایک سنت پر اصرار اور دوسری کا انکار معلوم نہیں کون سی دینداری کی بات ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بہت سے صحابہ و تابعین کا عمل تھا اور سفیان ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب تمام اہل کوفہ کا تھا۔

(ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

لہذا اگر امام بخاری کی بات غیر مقلدین مانیں تو انہوں نے جو رفع یدین میں

بن السجدین یعنی دونوں سجدوں کے درمیان والی بھی روایت ذکر کی ہے (جزء رفع یدین) غیر مقلدین اس پر بھی عمل کریں اور ہر ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے اس پر بھی عمل کریں، جب رفع یدین کرنا ہے تو رفع یدین کی تمام روایات پر عمل کریں۔ ورنہ تمام صحیح حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ محض دعویٰ ہی ہوگا اور مقلدین اور عمل بالحدیث کے مدعیوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

(۶۲) صادق صاحب ص ۲۳۴ میں امام مالک کا مذہب بھی رفع یدین کرنا بتلایا ہے، جو غیر تحقیقی بات ہے، مالکیہ کی فقہی کتابوں میں اس کے خلاف لکھا ہے۔ میں نے رزم میں اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تو صاف یہ لکھا ہے۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین عند التکبیرۃ الاحرام مندوب
وفیما عداذ للک مکروہ - منہ ۲۵۰

یعنی مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو شانوں تک رفع یدین مندوب ہے، لیکن اس کے سوا مکروہ ہے۔

(۶۳) صادق صاحب ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔ اگر صادق صاحب سچے ہیں کہ بلا رفع یدین کے نمازیں نقصان ہے تو اس بارے میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نص صریح پیش کریں، ورنہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا صریح گمراہی ہے، اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نص صریح نہ پیش کر سکیں تو کسی صحابی سے اپنی اس بات کو ثابت کر دکھائیں، یا بتلائیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کس کا یہ قول ہے کہ بلا رفع یدین نماز ناقص ہوتی ہے۔ غیر مقلدین نے نماز کے مسائل کو اپنے گھر کا مسئلہ بنا لیا ہے کیا؟

(۶۴) صادق صاحب ص ۲۶۸ میں تشہد میں انگلی کس طرح اور کب اٹھانی چاہئے، اس کے بیان میں فرماتے ہیں :

”رسول پاک کی پیروی سنت پر عمل کرتے ہوئے التقیات میں انگلی

اٹھائیں اس طرح کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچیں تو اپنے انگوٹھے کو درمیان انگلی کے بیچ میں رکھ کر حلقہ بنا کر انگشت شہادت کو اٹھادیتے ہیں اٹھائیں۔
پھر منہ میں فرماتے ہیں کہ حضور جب نمازیں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے کئے ہوئے یعنی شروع التیمات سے ایتر تک اشارہ کئے رہتے۔

ناظرین غور فرمائیں اوپر والی بات کچھ ہے اور یہاں کچھ کہا جا رہا ہے، ابھی یہ بیچارہ جلد تشہد میں انگلی کب اٹھائی جائے اسی میں پریشان ہیں، اور دعویٰ ہے کہ وہ رسول کو رسول اکرم کی نماز سکھلائیں گے۔

(۶۵) ص ۲۴ پر صادق صاحب فرماتے ہیں، بائیں جانب کو لے کر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قدم میں ضرور تورک کرنا چاہئے۔

یہ تو صادق صاحب کا فرمان ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انما سنة الصلوة ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى اليسرى (بخاری ص ۱۱۲) یعنی نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں موڑ کر کے بیٹھو۔

بعض روایات میں صراحت تورک یعنی تشہد میں سرین پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً حضرت انس کی روایت مجمع الزوائد میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقواء والتورک فی الصلوة (ص ۸۶) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقواء اور تورک سے منع کیا ہے۔ اقواء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر رکھ کر دونوں پاؤں کھڑا کر دیا جائے۔ اور تورک سرین کو زمین سے ٹیک کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

صادق صاحب کی صداقت کا کمال یہ ہے کہ صرف اپنے مطلب والی روایات وہ نقل کرتے ہیں حالانکہ اہل حدیث ہونے کا تعاضیہ تھا کہ وہ احادیث میں مذکور نماز کے تمام طریقوں کو سنت بتلائیں۔ مگر یہ تو پیرودی اپنی کرانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں، صلوة الرسول نام محض دھوکہ کار رکھا ہے۔

(۶۶) صادق صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی نماز کا تمام ہونا بکیر کہنے کے ساتھ پہچان لیتا تھا، پھر فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہئے (ص ۲۹۲)

صادق صاحب نے معلوم نہیں مقتدیوں کے لئے کیسے یہ حکم جاری کر دیا، جبکہ یہ حکم زیادہ سے زیادہ امام کے لئے بتلانا چاہئے تھا، کیا کسی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی ہو کر کے بھی بلند آواز سے نماز ختم ہونے پر اللہ اکبر کہتے تھے؟ یا یہ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا؟ ذرا صادق صاحب وہ حدیث تو پیش کریں جس میں اس کا ذکر ہو کہ صحابہ کرام بھی نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ دین میں اپنی طرف سے مسئلہ گرھنا اہم حدیث مذہب میں کب سے جائز ہو گیا ہے؟

(۶۷) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔ (ص ۳۱۱)

یہ صادق صاحب کی پرانی تحقیق ہے، آج کل کے البانوں و ابن بازیوں، غیر مقلدوں و سلفیوں کی تحقیق جدید یہ ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور خلاف سنت ہے۔

(۶۸) صادق صاحب نے وتر کے بیان میں فرمایا ہے کہ وتر کی رکعتیں ایک سے نو تک ہیں۔ مگر ہمیں کوئی غیر مقلد پانچ سات اور نو وتر پڑھتا نظر نہیں آتا، غیر مقلدین کو چاہئے کہ اس سنت کو بھی زندہ کریں، رفع یدین اور آمین بالجہر والی سنت کم از کم ان کی مساجد میں زندہ ہے، مگر پانچ سات، اور نو وتر پڑھنے والی سنت ان کی مساجد میں بھی مردہ ہے، تو اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے ان کو میدان میں اتر آنا چاہئے اور دو ایک رسالہ اس بارے میں بھی صادق صاحب جیسے لوگوں کو تحریر کرنا چاہئے۔

(۶۹) صادق صاحب نے نماز تراویح کا بیان بھی کیا ہے اور آٹھ رکعت تراویح کا غیر مقلدانہ نغمہ الا یہ ہے اور یہ کہ تہجد اور تراویح کی نماز ایک ہی ہے، مگر تراویح کی نماز وتر کے ساتھ مل کر کتنی رکعتیں سنون ہیں اس کا تفصیلی بیان صادق صاحب نے نہیں کیا اور نہ یہ بتلایا کہ نو رکعت وتر سنون کے ساتھ کتنے رکعت تراویح پڑھی جائے گی، امید ہے کہ

کوئی دوسرا غیر مقلد اس مسئلہ کو حل کرے گا۔ تراویح کے بارے میں صادق صاحب بیان اتنا الجھا ہوا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے نزدیک وتر کے ساتھ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں۔

صادق صاحب نے تراویح کے بیان میں ایک دلچسپ بات یہ فرمائی ہے۔

”نبی رحمت نے رات کی نماز تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ

پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسان پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے

بعد پوری طرح آرام کی نیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر

سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔“

سارے اللہ والے رمضان شریف کی راتوں میں اللہ کو یاد کریں، نوافل اور تہجدیں وقت گزاریں۔ اور صادق صاحب کا وعظ یہ ہے کہ تم لوگ رمضان کی بابرکت راتوں میں نیند کا مزہ لو آرام کرو۔

ناظرین کرام سے یہ گزارش کروں گا کہ تراویح کے مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے احقر کا مضمون جو زمر کے شمارہ نمبر ۳۲ جلد نمبر ۳ میں شائع ہوا ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۷۰) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو بھی سنت بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں: ”بیکسر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔“

بھوپالی نواب صاحب سورہ فاتحہ کو واجب اور فرض بتلاتے ہیں، اور بلا اس کے

نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (بہ درالاحلہ ص ۹۲) فتاویٰ علمائے اہل حدیث میں بھی یہی

لکھا ہے (ص ۱۸۵) اور غیر مقلدین کے مقتدی ویشوی ابن قیم فرماتے ہیں کہ صحیح سند سے یہ ثابت

نہیں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور فرماتے ہیں

کہ جنازہ میں مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے نہ کہ قرآن کا پڑھنا۔ (زاد المعاد)

اس مسئلہ کی پوری بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں موجود ہے وہاں

دیکھ لیا جائے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مذہب ابھی خود ہی رافضی نہیں ہے تو یہ بیچا ہے دیکھو

کر نماز کیا سکھلائیں گے۔

(۱) صادق صاحب نے کتاب کے آخر میں دعائیں اور اذکار کے بیان میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے متعدد ضعیف اور بعض سنت ضعیف ہیں، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب نے اپنی محقق صلوٰۃ الرسول میں اسکو واضح کر دیا ہے۔ مگر صادق صاحب نے کسی ایک حدیث کے بارے میں نہیں فرمایا کہ وہ ضعیف ہے۔ کیا ایسا کرنا صادق صاحب جیسے اہل حدیث لوگوں کے لئے مناسب تھا، شیخ الحدیث حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل کی کتابوں میں ضعیف احادیث کو ذکر کر کے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے، لیکن ان کی ان کتابوں کے خلاف غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ فضائل اعمال کی کتاب میں ضعیف احادیث سے بھری ہیں، مگر صادق صاحب کے بارے میں ہندوستان کا ایک غیر مقلد لب کشا نہیں ہوتا کہ وہ یہ بتلائے کہ صادق صاحب نے اپنی اس سلسلے مسائل اور نماز سکھانے والی کتاب میں پچاسوں حدیثیں ضعیف بلکہ سنت ضعیف بلکہ بعض موضوع احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”ویل للمطففين الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون

واذا كالوهم او دنواهم يبخسون“

یعنی ہلاکت ہو ایسے لوگوں کے لئے، جب دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب خود ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر کے دیتے ہیں۔

والحمد لله اولاً و آخراً

وصلی اللہ علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

محمد اجماع مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

سوالات کے جوابات

خط اور اس کا جواب

مکرمی زید مجاہد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، زمزم کی عمر کو اللہ دداز کرے، آپ نے سلفیت کے چہرہ سے نقاب الٹ دی ہے، اور لوگ واقف ہو گئے ہیں کہ ان اہل توحید کی بنا پر مذہب کس شخص و خاشاک پر قائم ہے۔

براہ کرم درج ذیل سوالات کے جوابات سے نوازیں۔

- (۱) حضرات ائمہ اربعہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا یا نہیں؟
- (۲) حضرات ائمہ نے پہلے مجتہدین کی تقلید کیوں نہیں کی؟
- (۳) اگر تقلید ہی کرنا ہو تو خلفاء راشدین کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟
- (۴) جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید ضروری کیوں ہے؟
- (۵) کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، تو اب ان کی تقلید کرنا خود ان کی مخالفت کرنا ہے۔

- (۶) کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ برحق ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب میں ایک چیز حلال ہے اور دوسری چیز دوسرے مذہب میں حرام ہے، ایسی صورت میں دونوں مذہب حق کیسے ہوا؟
- (۷) قرآن و حدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟
- (۸) تقلید کے وجوب پر کون سی نص قطعی ہے؟

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

(۱۰) امام بخاری کس کے مقلد تھے ؟

براہ کرم کسی قریبی اشاعت میں ان سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

والسلام

رشید احمد اندھیڑی بمبئی

منہنم ! آپ کا خط بڑا طویل تھا ، اگر پورا خط نقل کیا جاتا تو مزہم کے کئی صفحات بھر جاتے ہیں نے اس سے زائد چیزوں کو حذف کر کے آپ کے سوالات کو مختصر کر کے نقل کر دیا ہے اپنے سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں ، ان سوالات میں اس وقت تفصیل سے جواب دینے سے قاصر ہوں ، جوابات سوالات کی ترتیب کے مطابق ہیں ۔

(۱) حضرات ائمہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا ، حجتہ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ۔ ثم انہم تفرقوا فی البلاد و مدار کل واحد مقتدی ناحیتہ من النواحی ۔ یعنی صحابہ کرام (آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد) مختلف شہروں میں چلے گئے ، اور ان میں کا ہر شخص اس حصہ کا جہاں وہ پہنچا مقتدی بن گیا ۔ حضرت صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابی جہاں پہنچا اس کی وہاں تقلید کی جاتی تھی ، حجتہ اللہ البالغہ ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں شاہ صاحب کا یہ کلام ہے ۔ وکان ابن عباس بعد عصا الاولیٰ ذنا قصصہ فی کثیر من الاحکام واتبعہ فی ذلک اصحابہ من اہل مکہ ۔ یعنی حضرت ابن عباس صحابہ کرام کا در اول گذر جانے کے بعد (مکہ میں موجود) تھے ۔ انہوں نے بہت سے احکام میں پہلوں کی مخالفت کی اور مکہ کے ان کے شاگردوں نے ابن عباس ہی کی پیروی کی ۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بہت سے لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے مقلد تھے اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے ۔

(۲) یہ دوسرا سوال جو عام طور پر غیر مقلدین کی زبان سے سننے میں آتا ہے ، ہنایت

جاہلانہ ہے۔ تقلید عامی کے لئے ہے مجتہد کے لئے نہیں ہے۔ قرآن میں ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تم جانتے نہیں ہو تو جاننے والے سے معلوم کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا ان کا فریضہ ہے جو اہل علم نہیں ہیں۔ یعنی جن کو براہ راست کتاب و سنت سے مسائل کے استخراج و استنباط کی قدرت نہیں ہے، اس لئے یہ سوال کرنا کہ ائمہ مجتہدین نے خود کیوں نہیں تقلید کی کتاب و سنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۳) یہ تیسرا سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر تقلید ہی کرنا ہے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ اہل سنت کے نزدیک جس طرح کتاب و سنت مستقل الگ الگ دلیل شرعی ہیں اسی طرح خلفائے راشدین کا عمل اور ان کی سنت بھی مستقل دلیل شرعی ہیں، پس جس طرح ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اسی طرح ان ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کا اسلئے ائمہ کی تقلید کے ضمن میں مقلدین خلفائے راشدین کی بھی تقلید کرتے ہیں۔

(۴) بلاشبہ چاروں ائمہ برحق ہیں، اس کے باوجود ایک ہی کی تقلید کو واجب اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہی دین و ایمان کی سلامتی ہے، دسترخوان پر بہت سے کھانے چنے ہوتے ہیں اور سب کا کھانا اجازت ہوتا ہے لیکن اگر کسی کو تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ فلاں کھانا کھانے سے اس کا ہاضمہ خراب ہو جائے گا اور اس کی صحت بگڑ جائیگی تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کھانے سے بچے۔

تقلید ائمہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی محض اللہ کے لئے اللہ کے احکام کا پابند ہو، دین و شریعت کو کھیل نہ بنائے، اور اپنی فرضی خواہش کو دین نہ سمجھ لے، اگر عوام کو یہ چھٹی دے دی جائے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی چاہیں تقلید کریں تو عوام دین کا تماشا بنالیں گے اور احکام شریعہ کا احترام باقی نہ رہے گا، مثلاً حنفیہ کے یہاں زیورات میں زکوٰۃ دینی واجب ہے، شوافع کے یہاں نہیں، تو کوئی لالچی حریص جس پر زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے کہے گا کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے اور اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کریں گے، اسی طرح ایک آدمی باوجود

اور اس کے بدن سے خون جاری ہو گیا تو اگر وہ کاہل اور سست ہے تو کہے گا کہ ہم وضو نہیں کریں گے اور شافعی مسلک پر عمل کریں گے خفیہ کے یہاں اس کا وضو باقی نہیں رہتا شوافع کے مذہب میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غرض اب دین و شریعت کا وہ تابع نہیں رہے گا بلکہ احکام شرع کو انسان اپنے تابع بنائے گا، جیسے آج کل جاہلوں کا دستور ہو گیا ہے کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جب انہیں افسوس ہوتا ہے تو کسی غیر مقلد مولوی مفتی کے پاس چلے جاتے ہیں اور وہ انہیں فتویٰ دے دیتا ہے کہ تمہاری بیوی حلال ہے، اور ساری زندگی زناہ کی معصیت میں یہ شخص مبتلا رہتا ہے، محض بیوی کی خاطر دین و شریعت کا مذاق بنایا گیا ہے۔

ابہت جن کو شریعت کا پاس دلچاظ ہے اور اپنے تئیں و تقویٰ میں ایسے ممتاز ہیں کہ ان کے بارے میں اس طرح کا گمان نہیں کیا جاسکتا اور وہ صاحب علم بھی ہیں تو اگر اس قسم کے لوگ کسی وقتی ضرورت سے دوسرے فقہ پر عمل کریں تو اس سے کوئی روکتا نہیں، مگر عوام کو اس کی اجازت نہیں دے جائے گی۔

(۵) ائمہ نے اپنی تقلید سے عوام کو نہیں منع کیا ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو منع کیا ہے، ائمہ کے شاگرد چونکہ خود ایک درجہ میں مجتہد تھے اس وجہ سے ائمہ نے ان کی تربیت کے لئے فرمایا کہ تم لوگ براہ راست کتاب و سنت سے اقتدا و استنباط کرو، جیسے استاد اپنے لائق شاگردوں سے کہتا ہے کہ اب تم اس درجہ پر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری اقتداء و تقلید کی ضرورت نہیں بلکہ تم لوگ خود اس علم اور اس فن میں اپنی عقل کا استعمال کرو۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ شاگرد بالکل استاد سے مستغنی ہو گیا بلکہ لائق شاگرد ہمیشہ اپنے آپ کو استاد کا محتاج ہی سمجھتا ہے اور اس کی تحقیقات کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

(۶) اس اقرض کو عام طور پر غیر مقلدین جاہلوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ان کو بہکانے کا اس اقرض کو ذریعہ بناتے ہیں، حق ہونے کا مطلب پہلے آپ سمجھ لیں، حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات واقع کے مطابق ہے، مثلاً کسی نے چاند دیکھا اور اس نے کہا کہ میں نے

چاند دیکھا ہے اور واقعہ چاند نکلا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ فلاں کا یہ کہنا کہ اس نے چاند دیکھا ہے حق ہے۔

اور حق کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات شریعت کے حکم کے مطابق ہے خواہ وہ واقع میں ویسی نہ ہو جیسے اسے ہونا چاہئے، مثلاً اگر چاند نکلا ہو مگر شرعی شہادت چاند کے ثبوت پر مہیا نہیں ہو رہی ہے تو علماء شریعت فیصلہ کر دیں گے کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ فیصلہ کرنا حق ہوگا، حالانکہ چاند نکلا ہے، اور علماء کا فیصلہ کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے خلاف واقعہ ہے، مگر چونکہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے اس وجہ سے علماء کا فیصلہ ناقی نہیں ہوگا بلکہ یہی حق ہوگا۔

اسی طرح شریعت کا حکم ہے کہ اگر قبلہ مشتبہ ہو اور اس کا پتہ نہ چلے تو تحری کے آدمی نماز پڑھے، تحری کرنے کے بعد اگرچہ اس کا رخ کعبہ کی سمت نہ ہو تب بھی آدمی کی نماز درست ہوگی اور کہا جائے گا کہ اس نے ٹھیک نماز پڑھی ہے، اور اس کا نماز پڑھنا حق ہے، چار آدمیوں نے تحری کر کے نماز پڑھی اور چاروں کا رخ چار سمت ہے تو سب کی نماز حق ہے اور سب کا قبلہ وہی حق ہے جس کی طرف رخ کر کے اس نے نماز پڑھی ہے اگرچہ واقع میں جس کا رخ کعبہ کی طرف تھا اس نے حقیقی معنی میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام شریعت کے حکم کے مطابق ہو خواہ واقع اور نفس الامر میں وہ ایسا نہ ہو جیسا اسے ہونا چاہئے تو اب یہ سمجھ لیجئے کہ ائمہ کے ذمہ مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنا ہے، اسی کا ان کو حکم ہے، اور ان کے اجتہاد میں جو چیز کتاب و سنت اور حکم شرعی کے مطابق ہوگی اس پر عمل کرنا از روئے شرع ان پر واجب ہے، مجتہدین کی یہی ذمہ داری ہے، اس سے زیادہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے، پس اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور اس کے اجتہاد میں ایک چیز جائز ہوتی ہے تو اسی پر اس کو عمل کرتا ہے اور اسی مسئلہ میں کسی کا اجتہاد یہ ہو رہا ہے کہ وہ چیز حرام ہے تو اسی پر اس کو چلنا ہے، اور دونوں مجتہد اس معنی میں حق پر ہیں کہ انھوں نے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کے لئے ان کے لئے جو شریعت کا حکم تھا اس

پرانھوں نے عمل کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجتہد اگر غلطی کرتا ہے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اگر وہ حق پر نہ ہوتا تو غلطی پر اس کو اللہ کی طرف سے اجر کیوں ملتا، پس خوب سمجھ لیجئے کہ اصل چیز حکم شرع کا بجالانا ہے، خواہ نفس الامری میں وہ حکم واقع کے مطابق ہو یا واقع کے خلاف، دیکھئے ایک شخص پر قبلہ مشتبہ ہے مگر وہ تحری نہیں کرتا اور قبلہ کدھر ہے بلا اس کی تحقیق کئے نماز پڑھ لیتا ہے تو اگرچہ وہ ٹھیک ہی سمت نماز پڑھے مگر چونکہ اس نے خلاف شریعت کام کیا ہے، اس وجہ سے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کا نماز پڑھنا باطل ہوگا، حالانکہ اس کا قبلہ واقع کے مطابق تھا اور حق تھا مگر چونکہ اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں تھا اس لئے اس کا حق قبلہ بھی شریعت کی نگاہ میں ناحق قرار پایا۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ جو صاحب اجتہاد نہیں ہیں اور بلا صلاحیت اجتہاد قرآن و حدیث کا معنی و مطلب بیان کرتے ہیں اور ان سے احکام اخذ کرتے ہیں تو اگرچہ وہ بعض مسائل میں شریعت کے منشاء کو پا بھی لیں تب بھی وہ گنہگار ہوں گے اس وجہ سے کہ شریعت کا ان کے لئے حکم یہ تھا کہ وہ مجتہدین اور علماء دین کی طرف رجوع کریں، خود سے ان کے لئے اجتہاد کرنا حرام تھا۔

(۷) قرآن و حدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید اس لئے ضروری ہے کہ قرآن و حدیث پر شریعت کے حکم کے مطابق عمل ہو اور شریعت اور قرآن و حدیث جاہلوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بن جائیں، جیسے ڈاکٹری کی کتاب موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹروں کی طرف رجوع کر کے ہی ڈاکٹری کی کتاب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۸) تقلید کے وجوب پر یہ نص قطعی ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین اور پھر اجماع امت

(۹) اگر یہ سوال آپ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور امت نے امام بخاری کو اجتہاد کے اس مقام پر نہیں سمجھا ہے کہ مسائل فقہیہ میں ان کی تقلید کی جائے ان کے ہزاروں شاگرد تھے مگر فقہی مسائل میں کسی نے امام بخاری کی تقلید نہیں کی، نہ امام بخاری کی طرف منسوب کسی فقہ کی تدوین

ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں ان کی تقلید کی جاتی۔
اور اگر یہ سوال غیر مقلدین کی طرف سے ہے تو اس امام بخاری کی کوئی کیسے تقلید کرے
جس کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ ارشاد ہے :

۔ دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملے میں مرفوع القلم ہیں
داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق
تمام جہان پھین دھری رہ گئی ۔ (مدلیقہ کائنات ص ۱۶)

بھلا بتلائیے کہ جب امام بخاری حدیث ہی کے باب میں جو ان کا خاص موضوع اور فن تھا
اس قدر ناقابل اعتبار ہیں توفیق میں ان پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے ۔
(۱۰) اس بارے میں ہمیں کسی حنفی کا قول نہیں ملا، البتہ غیر مقلدین ان کو امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں اور طبقات الشافعیہ میں ان کو شافعی لکھا ہے ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والے تین نئے کتابچے

حضرت مولانا غازی یوسفی کے قلم سے

- (۱) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر
 - (۲) حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول
 - (۳) حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب مکتوب الرسول پر ایک نظر
- یہ تینوں کتابچے صرف ۲۵ روپے میں حاصل کریں ۔
ڈاک خرچ کے ساتھ ۳۰ روپے میں منگوائیں ۔

اس پتہ سے حاصل کریں

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید وارثہ غازی پور۔ یوپی

خط اور اس کا جواب

مکرمی، حضرت مولانا زاد مجدہم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی !
 مرحلہ ہم کا نیا شمارہ ملا، مولانا نور الدین نور اللہ الاعظمی کا طویل مضمون خوب ہی نہیں
 خوب تر ہے، ص ۲۳ پر صحابہ کرام و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی باتیں سن کر
 کسی مسلمان کا اگر خون نہ کھولے تو ایسے بے غیرتوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہئے، ایسی
 اجتماعیت پر ہزار بار لعنت، ان کی غیرت ایمانی کی یہ پختہ دلیل ہے۔ اور تمام اہلسنت والجماعت
 مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ شیعوں سے ہاتھ ملاؤ، غیر مقلدین سے دعا و سلام رکھو، جماعت
 اسلامی جو عقیدہ و مسلک رکھے اس کو کچھ نہ کہو، یہ ہے مشورہ و ادارہ لوگوں کا، فقہی سیمیناروں
 نے قاضی مجاہد زندہ باد کے زور پر اپنی ہی جماعت کو ٹکڑوں میں بانٹنا شروع کر دیا ہے۔

اچھا یہ ستنے دہلی سے ایک پرچہ اشاعۃ السنۃ نام کا نکلتا ہے، معلوم نہیں وہ آپ کے
 پاس جاتا ہے کہ نہیں، مجھے ایک جگہ سے ملا ہے۔ مولانا مفتوح احمد سنہلی مقیم لندن کے مضمون
 اهدانا البصائر المستقیم کو ذریعہ بنا کر ایک لمبا چوڑا مضمون شائع ہو رہا ہے، میں
 پرچہ ہی بھیج رہا ہوں۔ مضمون کیا ہے جو اس باخگی کا مظاہرہ، مجنوں کی بڑ، بزرگان دین و اولیائے
 امت کے خلاف یہ عقیدگی و بدزبانی کا بھرپور مظاہرہ، اور مولانا علی میاں رحمہ اللہ کے خلاف

جلے دل کی بھڑاس نکال کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی ناکامیاب کوشش، ناکامیاب اس لئے کہ خود مضمون کی سطر سطر بول رہی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بین الاقوامی مقبولیت اور عہدِ ائمان کی محبوبیت نے غیر مقلدوں کے سینوں کو حسد کی دھلکی آگ کا جہنم بنا دیا ہے، جس کی پیش سے یہ زندگی بھر گھلتے رہیں گے اور گالیاں دے دے کر اور سردا ہیں بھر بھر کر اپنے سینوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں گے، مادرِ علمی ندوہ نے غیر مقلدوں کو ہمیشہ سر پر بٹھائے رکھا، اور آج ندوہ اور حضرت مولانا کے خلاف یہ شتر بے مہار بنے جو کچھ منہ میں آ رہا ہے بک رہے ہیں۔

مولانا، ضرورت ہے کہ اب غیر مقلدوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے اور ان کی گمراہیوں کو عوام و خواص سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے، ارباب ندوہ کو بھی اب اسی انداز پر سوچنا چاہئے۔ جب یہ شتر بے مہار لوگ ایسے ہیں ان کے ساتھ ہر طرح کی رعایت کے باوجود نہ ان کی نیش زنی سے ندوہ محفوظ اور اسکی مقدس شخصیتیں تو پھر ہم کب تک ان کا پاس دلچسپ کرتے رہیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے ان کی ضلالتوں کو اپنی تحریروں سے اتنا واضح کر دیا ہے کہ اب پڑھے لکھے لوگوں میں اور ارباب فکر و رائے کے نزدیک یہ فرق اہل سنت والجماعت میں شمار ہونے کے لائق نہیں رہ گیا ہے۔ موجودہ مصنوعی سلفیت کے پردہ میں خارجیت نے نیا جنم لیا ہے۔ آپ کی باتوں کا جواب دینے سے عاجز رہتے ہیں تو گالیاں دیتے ہیں ملاحیاں سناتے ہیں اور ننگے پنے کا مظاہرہ کرتے ہیں، کتاب و سنت کی دعوت کے نام پر ضلالتوں کا پرچار ان کا مشن ہے، ہم نے غیر مقلدوں کو بمبئی میں رہ کر بہت قریب سے دیکھا ہے ان کی شریعت کے حدود اربعہ ہمیں معلوم ہے، ان کی دعوت کی حقیقت سے ہم آگاہ ہیں، ان کی سب سے بڑی دعوت یہ ہے کہ اہل تصوف کے خلاف عوام کا مزاج بنا دو، اللہ والوں اور اربابِ دروغ و تقویٰ سے لن کو بدگمان کر دو، تمام مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کر دو، ہم ہی صرف موعود ہیں اس کا تکرار اتنا کر و کہ یہ خالص جھوٹ خالص سچ معلوم ہو، بیچارے تبلیغی جماعت والے جن کو دین سے قتر کر رہے ہیں یہ ان کے دلوں میں بھی دوسے پیدا کرتے ہیں اور نمازیوں کو بے نمازی بنانے کا لہذا

انجام دے کر فتح و نصرت کا پرچم بلند کرتے ہیں، جماعت سے بچے بہت سے لوگ جن کی زندگی قابل رشک تھی مگر چونکہ یہ پڑھے لکھے کم تھے اس وجہ سے ان میں کئی ایک کو بہکایا اور اب بہکے ہوئے لوگوں کا مشغلہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے خلاف اپنے دلوں میں عداوت و دشمنی پالے ہوئے جی رہے ہیں، مقلدین کو مشرک کہہ کر کتاب و سنت کی دعوت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

میرا خطا بہت لمبیل ہو گیا، معافی کا خواستگار ہوں۔ مولانا نور الدین نور اللہ اعظمی کے مضمون پر ان کو ہماری مبارکباد پیش کر دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی یادری کرے۔ دارالعلوم اسلامیہ گلشن نگر جوگیشری والوں سے معلوم ہوا تھا کہ ممبئی آپ کی تشریف آوری متوقع ہے، اگر پروگرام بن جائے تو اپنے مفصل پروگرام سے آگاہ کریں گے۔

والسلام

نسیم احمد ندوی

ناگپارہ - پیروخان اسٹریٹ ممبئی نمبر

زہرا !

برادر دم ! سلام سنوں۔ ممبئی کا پروگرام محرم میں تھا، دارالعلوم اسلامیہ والوں کی دعوت پر مجھے جوگیشری ہی میں بعض دوسرے اجاب نے مدعو کیا تھا، مگر میرا پاکستان جانے کا پروگرام ہو گیا تھا، پیشاور میں پاکستان کے علماء دیوبند کا اجتماع محرم کے نصف میں طے تھا اس وجہ سے ممبئی کا پروگرام ملتوی ہو گیا تھا، مگر بعض مصالح کی وجہ سے پاکستان کے اجتماع میں شرکت مناسب معلوم نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے پاکستان کا بھی سفر نہ ہو سکا اور محرم دلا بمبئی کا پروگرام بھروسہ کیا (۱)۔

اشاعت السنہ میرے پاس آتا ہے۔ جن صاحب کے مضمون کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے انہوں نے میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کا جواب خوارزمد کے نام سے لکھا ہے۔ بحیثیت مصنف ان کا نام اسلم ملک چھپا ہے، مگر یہ ہیں مولانا عبدالمعید صاحب علی گڑھ میں قیام فرما ہیں، اگر آپ کو خمار زہد نامی کتاب کہیں سے مل جائے تو اس کو پڑھ لیں اس میں جو ان کا طرز تحریر ہے وہ تو اتنا گندہ ہے

کہ شرافت پناہ مانگتی ہے۔ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہے تو وہ اسی انداز سے اپنا پیٹ بھرتا ہے اور اپنے جذبات کو تسکین دیتا ہے۔ ان صاحب کی ساری تحریریں نظماً و نثرً ایسی ہی ہوتی ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی ہدایت کی صرف دعا کرنی چاہئے، ویسے عموماً دیکھا گیا ہے کہ صحابہ کرام اور اسلاف امت بزرگان دین اور ادیبانِ اسلام کے خلاف یہودہ جذبات رکھنے والوں کو نہ تو بہک تو فیق ہوتی ہے اور نہ ہدایت ان کا مقدر بنتی ہے، مگر سنت نبوی یہی ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا کی جائے جن کی گمراہی ایسی مستحکم ہے کہ ان کا رجوع الی الحق بظاہر ناممکن ہے۔

میں آپ کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء یا دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، یا مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد جیسے اداروں کو غیر مقلدین کا جواب لینے اور ان کی گمراہیوں کو واضح کرنے کے لئے میدان میں آنا چاہئے، یہ ہمارے وہ مرکزی ادارے ہیں جن کی شہرت اور نیکی اور خدا کے یہاں ان کی مقبولیت اور ان کی دینی و علمی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کا ایک خاص مقام ہے اور امت اسلامیہ کے دلوں میں ان کا حد سے زیادہ احترام ہے، اگر یہ ادارے اس ادھر میں پڑے تو بہت سے اہم کام جو ان اداروں سے انجام پا رہے ہیں رہ جائیں گے۔

اچھا! ان اداروں کے فرزندوں اور فضلاء ایسے افراد ہیں جو تنہا پوری جماعت غیر مقلدین کے لئے کافی ہیں، ہیں تو یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ان اداروں سے جو پرچے شائع ہوتے ہیں اس میں بھی غیر مقلدوں یا بریلویوں کے خلاف کچھ لکھا جائے، ہیں اس کی خوشی ہے کہ آپ جیسے نوجوان فضلاء فکر مند ہیں اور غیر مقلدیت اور سلفیت کو وقت حاضر کا فتنہ سمجھتے ہیں، اگر یہ احساس ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو جائے تو یہی بہت کافی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عالمی پیمانہ پر مقبولیت و محبوبیت کے جس مقام سے نوازا تھا، یہ نصیب اس صدی میں عرب و عجم کی بہت خال خال شخصیتوں کا ہوا تھا، اب اگر اس پر کوئی جملے بھنے بیچ و تاب کھائے تو وہ جائے اور اللہ میاں کے سامنے اکھاڑے گا کرے اور لنگوٹا کسے، یہ مقام تو علی میاں کو اللہ سے ملا تھا، اب جسے جھگڑنا ہوا اللہ سے جھگڑے۔ والسلام

محمد ابوبکر خاڑی پوری

محکم دلائل سے مزین
مفتاحی

الہ اشیرازی

خمارِ سلفیت

آنحضورؐ سے متواتر منقول نمازیں رفع یدین نہیں

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی، علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ ہماری جماعت اہلحدیث

کے بہت بڑے عالم تھے نا؟

باپ - جی بیٹا، وہ مجدد سلفیت تھے، بعض لوگ ان کو شیخ الكل فی الكل حضرت میاں صاحب دہلوی سے بھی بڑا عالم اور سلفی سمجھتے ہیں۔

بیٹا - اباجی نواب صاحب نے آنحضورؐ سے متواتر نماز کی جو کیفیت ذکر کی ہے وہ ان کے بیان کے مطابق یہ ہے۔

”مصلی وضو کر کے اپنی شرم گاہ چھپا کر کھڑا ہو، (کیا وضو کے وقت شرم گاہ کھلی رکھے گا؟) اور قبلہ رخ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے، زبان سے اللہ اکبر کہے، سورہ فاتحہ کے ساتھ سوائے تیسری اور چوتھی رکعت کے قرآن کی کوئی سورت بھی ملائے پھر رکوع کرے اور اتنا جھکے کہ اپنی انگلیوں کے سرے سے اپنے گھٹنے کو چھو لے اطمینان سے رکوع کرنے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہو پھر سجدہ کرے یہ ایک رکعت ہوئی پھر ہر دو رکعت پر بیٹھے اور تشہد پڑھے اور نماز کے آخر میں آنحضورؐ پر درود پڑھے اور دعا مانگے پھر سلام پھیرے“

اباجی ، نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز کا یہ طریقہ بتلا کر فرماتے ہیں :
 فہذہ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نماز ہے ۔

وَصَلَوۡةُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیۡنَ وَہٰی الَّتِی تَوَارَثُوۡا اَنۡہَا مَسَمٰی الصَّلَوۡةَ ،
 اور یہی صحابہ و تابعین کی نماز ہے اور نماز کے نام سے جو متوارث عبادت وہ یہی ہے ۔
 (دیکھو الروضۃ الندیہ)

باپ ۔ بیٹا نواب صاحب کا فرمان بالکل صحیح ہے ، تمہیں اشکال کیا ہے ؟
 بیٹا ۔ اباجی ، مجھے اشکال صرف یہ ہے کہ ہم اہل حدیث لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اس میں رفع
 یدین بھی کرتے ہیں ، کوئی تین جگہ کرتا ہے اور کوئی چار جگہ ، مگر نواب صاحب نے جو آنحضور
 صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین والی نماز ذکر کی ہے ، اس میں رفع یدین کا کہیں ذکر
 ہی نہیں ، تو کیا ہم اہل حدیث لوگوں کی نماز آنحضور اور صحابہ و تابعین والی نہیں ہے

باپ ۔ بیٹا ۔ نواب صاحب بہت محقق عالم ہیں ، انھوں نے جو نماز کا طریقہ ذکر کیا ہے اس
 میں صرف انھیں چیزوں کا ذکر کیا ہے جو نماز میں ضروری ہیں ، اور جن کے بغیر نماز
 میں نقصان پیدا ہوتا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ، ہمارے علماء تو کہتے ہیں کہ رفع یدین ذکر کرنے سے بھی نماز میں نقصان پیدا
 ہوتا ہے اور بلا رفع یدین والی نماز خلاف سنت ہے ۔
 اباجی ، نواب صاحب کی بات کہیں غیر تحقیقی تو نہیں ؟
 باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

وَذَكَرَ اِسْمَ رَبِّہٖ فَعَصٰی وَالِیْ اٰیۡتٍ مُّثَلٰہِہٖ ، نواب صاحب بھوپالی کا بیان

بیٹا ۔ اباجی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا۔ اباجی، متشابہ آیت کیا ہوتی ہے؟

باپ۔ بیٹا، متشابہ آیت کی تعریف علماء نے اس طرح کی ہے۔ وہو لا طریق للدرکہ اصلاً۔ (المغنی فی اصول الفقہ ص ۱۲۹) یعنی جس کا معنی بالکل نہ مانا جاسکے۔

بیٹا۔ اباجی، قرآن کی آیت کریمہ ذکر اسم ربہ فصلیٰ بھی متشابہ آیات میں سے ہے؟
باپ۔ نہیں بیٹا۔ یہ آیت متشابہ آیات میں سے نہیں ہے، اس کا معنی بالکل واضح ہے، اس کو متشابہ نہیں کہا جاسکتا۔

بیٹا۔ مگر نواب صاحب تو فرماتے ہیں کہ فردت بالمتشابہ من قوله تعالیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ (ص ۱۲۹ الروضۃ) یعنی جن احادیث میں نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا آیا ہے، ان احادیث کو اس متشابہ آیت سے رد کر دیا گیا ہے۔

باپ۔ نواب صاحب نے اس آیت کو متشابہ ثابت کرنے کے لئے کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے؟
بیٹا۔ اباجی۔ نواب صاحب کی بات کے لئے حوالہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود حوالہ ہیں۔

مجتہد مطلق ہیں، اباجی، آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

باپ۔ بیٹا میرا اجتہاد تو کہتا ہے کہ یہ آیت حکم ہے، متشابہ نہیں ہے۔

بیٹا۔ میرا بھی اجتہاد یہی کہتا ہے، مگر فی رد ہوئی جو ابھی ابھی تقلید کے چکر سے نکل کر اجماعیث بنا ہے وہ عجیب بات کہتا ہے۔

باپ۔ وہ کیا کہتا ہے بیٹا۔

بیٹا۔ وہ کہتا ہے کہ میرا اجتہاد کہتا ہے کہ آپ ہی باپ بیٹے کی تقلید کروں، مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

باپ۔ اس کو کس بات سے ڈر لگتا ہے؟

بیٹا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ لوگ مجھے مقلد کہنا شروع کر دیں گے۔

باپ۔ بیٹا تو نے اس کو بتلایا نہیں کہ اجتہاد کے راستہ جو تقلید آتی ہے اسے اتباع کہا جاتا ہے اور وہ سراسر حلال ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہم لوگ جب چاہتے ہیں تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید بنا دیتے ہیں

مگر خیر و خوبی کی عقل میں یہ بات سما بھی سکے گی۔ کہیں وہ جاک نہ جلے۔
 نواب صاحب کو آخر کیا سوچھی تھی کہ محکم آیت کو متشابہ بتلا دیا؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

علم و دیانت کی بات ہے یا فریب؟

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی نواب صاحب کے اس فرمان و ودت بالمتشابہ من قوله تعالیٰ ذکرا سم
 رتبہ فصلیٰ کا ذرا وضاحت سے مطلب بیان فرمادیں۔

باپ - بیٹا۔ نواب صاحب اصل میں حنفیہ کی خبر لینا چاہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ احادیث
 میں نماز شروع کرنے کا جو کلمہ ہے وہ صرف اللہ اکبر ہے۔ احناف کے یہاں اللہ
 اکبر کے علاوہ دوسرے کلمات جیسے اللہ اعظم، اللہ اجل وغیرہ بھی نماز ہو جائے
 احناف نے اس مسئلہ میں ان تمام احادیث کو رد کر دیا ہے جس میں اس کا
 بیان ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع کی جائے گی۔ اور جو ان کا استدلال قرآن
 کی آیت ذکرا اسم ربہ فصلیٰ سے ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے
 کسی بھی نام سے نماز شروع کی جاسکتی ہے تو نواب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت
 متشابہ یعنی اس کی مراد اور اس کا معنی واضح نہیں ہے احناف نے ایسی غیرواضح
 آیت سے صحیح احادیث کو رد کر دیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی مگر نواب صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے، اور ان کا اعتراض سراسر باطل ہے
 میں نے ایک دفعہ نہیں بارہا احناف کی مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ اکبر
 ہی کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں، وہ تو ان احادیث پر عمل کرتے ہیں اور نواب
 صاحب فرماتے ہیں کہ احناف نے ان احادیث کو رد کر دیا ہے، یہ کتنا بڑا جھوٹ
 اور فریب ہے۔

باپ - بیٹا مگر اخاف کا مذہب یہی ہے کہ اگر کوئی نماز میں اللہ اکبر کی جگہ دوسرا کلمہ مثلاً اللہ اعظم کہہ دے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

بیٹا - اباجی - قرآن میں صاف صاف ارشاد ہے وتیابذک فطمع یعنی نماز کے لئے کپڑوں کو پاک کرو، اور ہمارے نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر نجس کپڑے میں بھی نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی۔ یہاں تو نواب صاحب نے قرآن ہی کے فرمان کو رد کر دیا ہے۔

اباجی، حدیث میں آتا ہے کہ عورتوں کی نماز بلا اور ٹھنی کے نہیں ہوتی اور نواب صاحب کا فرمان ہے کہ بلاستر چھپائے بھی نماز ہو جائے گی، نواب صاحب نے یہاں صحیح دور صریح حدیث کو رد کر دیا ہے۔

باپ - بیٹا، آخر تم کتنا کیا چاہتے ہو؟
بیٹا - اباجی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بڑے بڑے علماء کبھی فریب سے کام لیں لیتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ کیوں دیتے ہیں، لوگوں کو وہ صحیح بات کیوں نہیں بتلاتے۔
باپ - تو اخاف کا یہ مسئلہ نہیں ہے، ان کی کتابوں میں یہی لکھا ہے جو نواب صاحب فرماتے ہیں۔
بیٹا - اخاف کا صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ان کے یہاں بھی سنت یہی ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع کی جائے گی۔ اخاف کی تمام مساجد میں اسی پر عمل بھی ہے، البتہ اگر کسی نے اللہ اکبر کی جگہ اللہ اعظم وغیرہ بھی کلمہ کہہ دیا تو اس سے بھی نماز ہو جائے گی ہر گز ہر حال ترک سنت کا وہ شخص مرتکب ہوگا۔ جس طرح نواب صاحب کے یہاں اگرچہ سنت یہی ہے کہ نماز پڑھنے والا ستر پوش ہو اور ہمارے ساتھ نماز پڑھے لیکن اگر کسی نے ننگے ہو کر اور نجس کپڑے پہن کر نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگرچہ اس نماز کو سنت والی نماز نہیں کہیں گے۔

اباجی - کتاب و سنت کا نام لے کر فریب دینا لوگوں کو گمراہ کرنا اور صحیح بات چھپانا، پورا مسئلہ نہ بتلانا یہ بھی ہم ائمہ دینوں کا شائبہ ہے کیا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

بنگلہ دیش کا ایک سفر

آج سترہ جنوری تھی اور آج صبح ساڑھے نو بجے سے پروگرام کا آغاز ہونے والا تھا۔ ہم لوگ اپنے سامانوں کے ساتھ ہوٹل سے مرکز اسلامی منتقل ہو گئے تھے، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، ہوٹل کا کرایہ چونکہ ہم لوگوں کے حساب سے بہت زیادہ تھا اس وجہ سے ہوٹل میں مزید قیام طبیعت پر بار ہو رہا تھا، مولانا تقی عثمانی صاحب کے علاوہ ہم تینوں ہندوستان کے یہاں ہوٹل میں نہ رہنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کا قیام ہوٹل ہی میں رہا۔

ساڑھے نو بجے دو روزہ اجتماع کا پہلا اجلاس شروع ہوا، جس کا آغاز مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے فاضلانہ بیان سے ہوا، حضرت مولانا نے بخاری شریف کا افتتاح کرایا، اور پھر خطاب فرمایا، جلسہ ساڑھے بارہ بجے تک چلتا رہا۔

یہاں یہ بات بتلانا چلوں کہ یہ اجتماع بہت مخصوص قسم کا تھا، صرف بنگلہ دیش کے مدارس کے ذمہ داروں اور ممتاز شخصیتوں ہی کو مدعو کیا گیا تھا، تب بھی تقریباً دو ڈھائی ہزار کا مجمع ہو گیا تھا معلوم ہوا کہ اگر عام دعوت دی جاتی اور علماء کے علاوہ عوام کو بھی شرکت کی اجازت ہوتی تو یہ مجمع بیسوں ہزار سے اوپر ہوتا مگر چونکہ اس اجتماع کا جو مقصد تھا اس کا تعلق ذمہ دار علماء ہی سے تھا اس وجہ سے عمومی دعوت اور عوام کی شرکت سے گریز کیا گیا تھا۔

اجتماع کے موضوع میں سے دو اہم موضوع تھے سلفیوں کے بڑھتے ہوئے اقدامات کی روک تھام کے سلسلہ میں غور و خوض اور مسلک دیوبند کا تعارف اور اس کے تحفظ کے

بارے میں ذمہ داروں سے مشورہ اور اس بارے میں سنجیدہ اقدام۔

مقررین میں حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور ہندوستانی وفد کے علاوہ بعض بنگلہ دیش کے علماء بھی تھے جو بنگالی میں عوام سے خطاب کر رہے تھے۔ دو روز کے اجلاس میں کئی نشستیں رہیں ایک روز میں تین نشستیں ہوتی تھیں بلکہ چار چار فجر بعد، پھر نو بجے دن سے ظہر سے پہلے تک ظہر بعد اور عصر بعد اور پھر مغرب بعد سے دس بجے رات تک باہر کے مقررین میں زیادہ تر خطاب مولانا تقی عثمانی صاحب نے کیا، ذو تقریریں میری ہوئیں، اور ایک تقریر مولانا نعمت اللہ صاحب کی اور ایک تقریر مولانا ریاست علی صاحب بخنوری کی۔

میری تقریروں کو بہت غصے سے سنا گیا اور میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ قلم و کاغذ ہاتھ میں لئے نوٹس بھی تیار کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ سلفیوں کے عقیدہ و مسلک کے بارے میں جو بیان کیا گیا تھا وہ ان حضرات کیلئے بالکل نئی چیز تھی۔ ہر تقریر سے پہلے مولانا مفتی جواد الحق صاحب مرکز اسلامی کے چیرمین کا افتتاحی بیان ہوتا تھا، چونکہ علماء کا بہت مخصوص اجتماع تھا اس وجہ سے پورا ماحول بہت سنجیدہ تھا۔ اور لوگ بڑی دلجمعی سے صبح سے شام تک بیٹھے رہتے اور اجتماع میں شریک ہوتے تھے، معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کا فیض پورے بنگلہ دیش میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی برکت سے لوگ اب بھی اردو بہت اچھی طرح سے سمجھ لیتے ہیں۔

دو روزیہ اجتماع ۷ سترہ اور اٹھارہ جنوری، پورے کامیابی کے ساتھ چلا اور محسوس ہوا کہ علماء بنگلہ دیش ما سار اللہ بڑے بیدار مغز ہیں اور دین کے سلسلہ میں جو بھی فتنے اس ملک میں اٹھ رہے ہیں ان پر ان کی پوری نظر ہے۔ اور اس کے مقابلہ کے لئے وہ ہر طرح تیار ہیں۔

اجتماع کے اختتام پر مولانا تقی عثمانی صاحب سہٹ اور دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ مولانا نعمت اللہ صاحب اور مولانا ریاست علی صاحب اپنے پروگرام کے مطابق سفر کرتے رہے۔ چاندنگام کے مدارس کے کئی ذمہ دار حضرات نے مجھے چاندنگام کے سفر کی دعوت دی جسے میں نے منظور کر لیا اور اجتماع کے بعد میرا سفر چاندنگام کا ہوا۔

ڈھاکہ میں متعدد دینی مدارس ہیں، معلوم ہوا کہ ان کا تعداد تیس سے زائد ہے، بنگلہ دیش کے دوسرے شہروں میں مدارس میں تعلیم کی زبان آج بھی اردو ہے البتہ ڈھاکہ میں بنگلہ دیش میں تعلیم ہوتی ہے، ڈھاکہ میں دو روز رہا اس درمیان اس شہر کو گھوم پھرا چھی طرح سے دیکھا، اندازہ ہوا کہ یہ شہر بہت بھڑ بھڑ کا ہے، غربت کا بھی احساس ہوا، ٹریفک کا نظام اچھا نہیں ہے ہنگائی بہت زیادہ ہے۔ یہاں کی مشہور مسجد مکہ مسجد کو بھی دیکھا کئی منزلوں والی یہ بہت عظیم الشان مسجد ہے، اس کے آس پاس پورا بازار لگتا ہے، ڈھاکہ میں ایک صاحب سیٹھ حبیب ہیں ان کے چھوٹے بھائی کا نام نصیر احمد ہے، ان کا پتہ مجھے ایسا قریشی صاحب نے دیا تھا، یہ غازی پور ہی کے رہنے والے ہیں، غازی پور میں ایک گاؤں تاج پور ہے اصلاً اسی گاؤں کے یہ باشندہ ہیں، یہ جوٹ مل اور تیل کی فیکٹریوں کے مالک ہیں، بہت متمول آدمی ہیں، حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈھاکہ جب تشریف لے جاتے ہیں تو ان کا قیام انھیں کی کوٹھی میں ہوتا ہے، حضرت بے متعلق ہیں، دونوں بھائی بہت دیندار ہیں، ماشاء اللہ کاروبار خوب ترقی پر ہے، ان سے بھی ملاقات ہوئی اور ڈھاکہ میں بیٹھ کر غازی پوری دیہاتی زبان کا مزہ لیتا رہا۔ نصیر صاحب بہت پر لطف آدمی ہیں، اپنی مادری زبان میں گفتگو کر کے جی خوش کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مغربی پاکستان سے جب شرقی پاکستان کا رشتہ ختم ہوا اور بنگلہ دیش میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا تو ان کا بھی سب کچھ لوٹ لیا گیا تھا، ڈھاکہ سے یہ لوگ بھاگنا چاہ رہے تھے مگر راستہ نہیں مل رہا تھا، پھر وہیں رہ گئے، آج دوبارہ یہ دونوں بھائی اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں اور ڈھاکہ میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں۔ مرکز اسلامی ڈھاکہ میں اطراف و جوانب سے کثرت سے لوگ آئے تھے، چائنگام کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں مدارس کا جال بچھا ہوا ہے، مرکز ہی میں حضرت مولانا مفتی نور الحق صاحب قاسمی جو جامعہ عربیہ نصیر الاسلام ناظر ہاٹ چائنگام کے نائب ہستم ہیں ان سے بڑی بے تکلفی ہو گئی تھی، بڑے پر لطف اور با وقار آدمی ہیں، انھوں نے اپنے مدرسہ کے لئے مجھے دعوت دی تھی، اسی طرح مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جو چائنگام

کے سب سے بڑے جامعہ دارالعلوم معین الاسلام کے مدرس ہیں ان سے بڑا رہا ہو گیا تھا، انھوں نے بہت اصرار سے چائنگام کے لئے دعوت دی تھی اور انھوں نے ہی چائنگام کے سفر کا سارا پروگرام بنایا تھا۔

مرکز اسلامی کے پروگرام سے فارغ ہو کر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی معیت میں جہاز سے چائنگام کا سفر ہوا، ۱۹ جنوری جمعہ کا دن تھا، ساڑھے گیارہ بجے دن میں ڈھاکہ ایرپورٹ سے چل کر آدھ گھنٹہ میں چائنگام ایرپورٹ پر پہنچ گئے مدرسہ معین الاسلام کے بعض اساتذہ گاڑی لے کر ایرپورٹ پر موجود تھے، نماز جمعہ سے تھوڑا ہی قبل ہم لوگ جامعہ میں داخل ہوئے، نماز کی تیاری تھی، فوراً نماز میں شریک ہوئے اور نماز ادا کر کے ہمان خانہ کے کمرہ میں آگئے اور پھر جامعہ کے مہتمم حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ خاص مولانا احمد شفیق صاحب دامت برکاتہم سے شرف ملاقات حاصل ہوا، اور کھانا سے فارغ ہو کر آرام کے لئے لیٹ گیا، دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر ہوئی جس میں طلبہ و اساتذہ کا ایک جم غفیر تھا، تقریر کو بہت دلچسپی سے سنا گیا۔

جامعہ معین الاسلام کا مختصر تعارف | جامعہ معین الاسلام چائنگام ہزاری کے مقام پر واقع ہے، اندیشہ بنگلہ دیش کا سب سے بڑا

عربی جامعہ ہے، اس کو بنگلہ دیش میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کی حیثیت ہے، اس وقت موجودہ طلبہ کی تعداد تقریباً ساڑھے چار ہزار ہے، ایک ہزار طلبہ دورہ حدیث میں ہیں، سالانہ خرچ تقریباً ۲ کروڑ روپیہ ہے، یہ مدرسہ ۱۹۳۱ء میں قائم ہوا، بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اس کے بانی جانے جاتے ہیں ان کے ساتھ تعاون کرنے والوں میں حضرت مولانا عبد الواحد صاحب حضرت مولانا عبد الحمید صاحب اور مولانا صوفی عزیز الرحمن صاحب تھے، ان چاروں بزرگوں کے مشترکہ تعاون سے اس جامعہ کی بنیاد پڑی، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب حضرت تھانوی کے شاگرد خاص تھے اور جب حضرت تھانوی مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے

تو اس وقت حضرت سے انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی پھر حضرت سے بڑا گہرا ربط رہا، اور آپ ہی کے حکم اور بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق انھوں نے چالیس گام اور اطراف و جوانب میں کتاب و سنت کی تعلیم و ترویج کا پروگرام بنایا، بنیاد جامعہ کے اخلاص کی برکت سے آج یہ مدرسہ بنگلہ دیش میں دارالعلوم ثانی کہلاتا ہے۔

اس کے موجودہ ناظم و مہتمم حضرت مولانا احمد شفیع صاحب ہیں، جو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اور بنگلہ دیش کی بہت معروف و مقبول شخصیت ہیں، تقویٰ و دینداری میں ممتاز ہیں، نہایت تواضع اور سادہ طبیعت ہیں۔ میرا قیام اس مدرسہ میں دو روز رہا، اور حضرت سے کئی دفعہ ملاقات ہوئی ہر دفعہ اپنی بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے رہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جو ڈھاکہ سے میرے رفیق سفر تھے اور پھر برابر سفر میں ساتھ رہے اس مدرسہ میں مدرس ہیں، اور بہت ذی استعداد نوجوان فاضل ہیں، ان کے دوست مولانا اشرف علی صاحب بھی میرے ساتھ برابر رہے، یہ بھی نوجوان فاضل ہیں اور بہترین رفیق سفر۔

جامعہ معین الاسلام میں حضرت مدنی کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت مولانا مفتی احمد صاحب بھی ہیں، حضرت مفتی صاحب بہت ضعیف ہیں گردن اٹھائی نہیں جاتی۔ مگر جب تقریر کرتے ہیں تو آواز بہت ٹنکاری ہوتی ہے اور اس پر پیری کا اثر نہیں ہوتا۔ بہت بزرگ شخصیت ہیں چہرہ پر تقویٰ کا نور کھلا ہوا ہے، ایسا پر نور چہرہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس عمر میں بھی بلا چشمہ کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور بخاری شریف جلد ثانی پڑھاتے ہیں۔ اپنے سفر میں ایسی اچھی اردو بولنے والا پہلا شخص حضرت مفتی صاحب کی شکل میں نظر آیا، گفتگو میں ذرا سا بھی بنگالی لب و لہجہ کا اثر نہیں تھا۔ آپ کا کمرہ دیکھ کر اکابر کی یاد تازہ ہو گئی، چاروں طرف کتابیں بیچ میں ایک تیپائی اور میٹھنے کی جگہ معمولی سا ایک فرش۔

جامعہ عربیہ نصیر الاسلام ناظر ہاٹ میں | چانگام کا یہ دوسرا بڑا عظیم مدرسہ ہے، عمارت بڑی پر شکوہ ہے، اور چھ منزلہ

جیسے یہ بنگلہ دیش کا واحد مدرسہ ہے جہاں اوپر کی منزلوں میں آنے جانے کے لئے شاندار لفٹ کا بھی انتظام ہے۔ اس مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا حافظ شمس الدین صاحب دامت برکاتہم ہیں، یہ بھی حضرت مدنی کے خلیفہ ہیں اور بہت نیک، اور ذی علم اور سادہ طبیعت کے آدمی ہیں بہت بے تکلف اور مہمان نواز، اس مدرسہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا مفتی نور الحق قاسمی صاحب ہیں جو بہت فعال اور متحرک آدمی ہیں، ڈھاکہ میں ہی ان سے بے تکلفی ہو گئی تھی، چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے انھوں نے بہت خلوص سے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور میرے ساتھ متعدد پروگراموں میں شریک رہے، اپنی محبت اور خلوص سے نوازتے رہے، بڑے کریم الطبع اور شریف آدمی ہیں۔

جامعہ عربیہ نصیر الاسلام ۱۹۱۳ء میں قائم ہوا، اس کے بانیوں میں بھی مولانا حبیب اللہ صاحب بانی جامعہ معین الاسلام کا نام سرفہرست ہے، طلبہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے اساتذہ اور ملازمین کی تعداد ۵۵ ہے، سالانہ مصارف پچاسی ہزار امریکی ڈالر ہیں، دورہ تک کی تعلیم ہے، یہاں فہرے پہلے پہنچ گیا تھا، کھانا کھا کر کچھ آرام کیا اور ظہر بعد تقریر ہوئی، تقریر تقریباً ایک گھنٹہ رہی، پھر ہمیں سے جامعہ اسلامیہ العبیدہ نان پورہ جانا ہوا، جامعہ عبیدہ یہ ہم لوگ مفتی نور الحق صاحب قاسمی، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا اشرف علی صاحب اور میں عصر کے قریب پہنچ گئے تھے، عصر بعد یہاں مختصر سا خطاب ہوا، اور چائے پی کر جامعہ اسلامیہ عزیز العلوم بابونگو کو روانگی ہوئی (جامعہ عبیدہ) یہ چانگام کے مضافاتی بستی نان پورہ میں واقع ہے اس کا سن تاسیس ۱۳۶۹ء ہے، اس کے موجودہ مہتمم مولانا سلطان احمد صاحب ہیں، طلبہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ مدرسین و ملازمین کی تعداد پچاس کے آس پاس ہے اس کا سالانہ خرچ ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔

یہاں سے مغرب سے پہلے ہم لوگ جامعہ اسلامیہ بابونگو کیلئے چل پڑے جس کی دعوت

ہیں پہلے سے لی چکی تھی اور وہاں بعد مغرب پر دو گرام تھا۔

یہ جامعہ چائنگام ضلع ایک بستی بابونگر میں
جامعہ اسلامیہ عزیز العلوم بابونگر ۱۹۲۶ء میں قائم ہوا، اس کے بانی و مؤسس

حضرت مولانا محمد ہارون صاحب تھے موجودہ ہتھم مولانا محب اللہ صاحب ہیں، مولانا ہارون صاحب کے والد کا نام مولانا صوفی عزیز الرحمن صاحب تھا۔ انھیں کے نام پر یہ مدرسہ قائم ہوا۔ مولانا صوفی عزیز الرحمن صاحب بیک واسطہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد رکھتے، چائنگام اور اس کے اطراف میں آپ کی اپنی خدمات نمایاں ہیں، زندگی بھر سنت کے احیاء میں لگے رہے آپ کے وعظ و ارشاد سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا، ان کا انتقال ۱۳۳۹ھ کو ہوا، یہاں بھی دودھ تک کی تعلیم ہوتی ہے، طلبہ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے، اساتذہ کی تعداد ۲۲ ہے ان میں زیادہ تر دارالعلوم دیوبند کے فضلا ہیں، سالانہ خرچ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ بیس روپیہ ہے۔

ہم لوگ اس مدرسہ میں مغرب کے بعد پہنچے، مدرسہ کے خاں و ذی استعداد اور بہت سی کتابوں کے مصنف مولانا جنید شوق بابونگری صاحب ہم لوگوں کے انتظار میں تھے مولانا جنید صاحب بہت ذی استعداد عالم ہیں مدرسہ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ ہیں۔ عربی اور فارسی میں شاعری کرتے ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ میز پرے ساتھ مولانا مفتی نور الحق صاحب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، اور مولانا اشرف علی صاحب بھی تھے، مغرب بعد ایک گھنٹہ بیان ہوا، اور عشاء بعد کھانا کھا کر ہم لوگ واپس جامعہ معین الاسلام ہاٹ ہزاروں آگئے اور رات یہیں گزاری۔

بابونگر کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ یا تو عالم حافظ قاری ہیں یا کاروباری ہیں تعلیم سے نا آشنا ہیں، انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ یہاں بالکل نہیں ہے، معلوم ہوا کہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایک آدمی نے بھی انگریزی مدرسہ کا رخ نہیں کیا، اس سے یہاں کے لوگوں کی دینداری اور مذہبی تعصب کا پتہ چلتا ہے۔ (جاری)

مجلہ اجماع فقہی

سے شائع ہوتا ہے
دینی و علمی مجلہ

نہضت اسلام

شمارہ نمبر ۶

دقیقہ، ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

جلد ۲

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ _____ ۶۰ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک کے وٹل ڈالر امریکی



مکتبہ انثریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پوری

فون نمبر ۲۲۱۶۵۶-۵۴۸

پن کوڈ - ۲۲۳۰۰۱

فہرست مضامین

۳	مدیر	افغانستان کا المیہ (اداریہ)
۷	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۰	مولانا محمد برہان الدین شنبلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	تقلید ایک علمی ضرورت
۲۵	محمد اسحاق کھٹی	شیر شاہ سوری
۳۱	محمد ابو بکر غازی پوری	ایک شعر کی وضاحت
۳۴	”	کیا دین کو جاننے کیلئے صرف کتاب سنت کافی ہیں؟
۴۰	مولانا عبد المجید خادم سودھروی	غیر مقلدین اور ان کی کرامات
۴۴	محمد ابو بکر غازی پوری	نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ
۵۳	”	ٹخنوں کے نیچے کپڑے کا پہننا، کھلے سرخاڑ
۵۶	طہ اشیرازی	خمار سلفیت
۶۳	مولانا عبدالرحمن حیدر آبادی	ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا
۶۴	محمد ابو بکر غازی پوری	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے تین فرمودات

افغانوستان کا المیہ

افغانستان میں طالبان کا اقتدار آنا فائنالیم ہو گیا، امارت اسلامیہ نام سے جس اسلامی حکومت کا وجود تھا، اپنوں اور فیروں کی سازش سے اس کی اینٹ پیسے اینٹ بکادی گئی، امریکہ اور برطانیہ نے اس حکومت کو ختم کرنے کے لئے نہایت خطرناک کھیل کھیلا، افسوس اس کا نہیں ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اس کھیل میں زبردستی کردار ادا کیا، بلکہ افسوس یہ ہے کہ فیروں کے ساتھ مسلمان حکومتوں نے بھی طالبان کو ختم کرنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جس کا اشارہ اسلام دشمن طاقتوں سے ان کو ملا، پاکستان نے امریکہ اور برطانیہ نوازی کا زبردست ثبوت دیا، پاکستان کا یہ اقدام برصغیر کے مسلمانوں کے لئے شرم کا باعث بنا ہوا ہے، پاکستان یہ سمجھ رہا ہے کہ اس نے امریکہ کا ساتھ دے کر اپنے وجود کو بچا لیا، مگر حالات کا مطالعہ کرنے والے سمجھ رہے ہیں کہ پاکستان نے اپنی آزادی کا سودا کیا ہے، اور وہ ہمیشہ کیلئے امریکہ کی قلابی میں جا پڑا ہے، جنرل مشرف کے بارے میں پہلے ہمایہ اندازہ تھا کہ یہ شخص اسلام دشمن ہے، اور اب وہ اندازہ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ گیا ہے۔

طالبان کو کس جرم کی سزا دی گئی ہے؟ اسامہ اور القاعدہ تنظیم کا ہوا تو محض ایک بہانہ ہے، بات یہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے افغانستان میں جس اسلامی طرز کی حکومت قائم کرنے کا نمونہ پیش کیا تھا وہ پوری ملت کا فوک کے لئے آنکھوں کی چیمیں بنا ہوا تھا، طالبان کے مسلمانوں میں ایک نیا اسلامی شعور ابھرا تھا، فوجیان طبقہ میں دین سے رشتہ مضبوط ہو رہا تھا، جہاد کی

صبح سے ان کا وجود سنا رہا تھا، اور ملت کا فرہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ اگر طالبان باقی رہے تو تمام اسلامی ملکوں کا نقشہ بدل سکتا ہے، جو غیر مسلم طاقتوں کیلئے خصوصاً صلیبوں کے لئے ایک چیلنج بن سکتا ہے، اس لئے بڑے غصیہ انداز میں طالبان حکومت کو ختم کرنے کا یہودیوں اور عیسائیوں نے پلان بنایا، اور امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے ہونے والے حملہ کو طالبان کو ختم کر دینے کا بہانہ بنالیا گیا۔

کمزور اور بے بس طالبان پر یوں کی بارش کرنے کے ان کے وجود کو ختم کر دیا گیا، امریکہ، برطانیہ اور تمام یورپ ان کو ختم کرنے کے لئے اکٹھا ہو گئے اور دھکیوں اور طاقت کے زور پر مسلم ممالک کو بھی اپنے ساتھ کر لیا گیا، مسلمان حکمرانوں میں کچھ بہت ہی بے غیرت اور بد دین تھے انھوں نے امریکہ اور برطانیہ کو ہر طرح خوش کرنے کا بیڑا اٹھایا، ان میں سرفہرست پاکستان کا صدر مشرف ہے۔

حکومتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، طالبان کی حکومت ختم ہو گئی مگر انھوں نے تاریخ کے اوراق میں اپنا یہ کردار بھی جو سراسر اسلامی تھا نوٹ کر دیا کہ اسلامی اصول پر کوئی ہودا نہیں کیا جاسکتا خواہ اس کے لئے پوری حکومت اور پوری قوم ہی کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ طالبان کی اس اصول پسندی کو ہم سلام کرتے ہیں اور ہمیں اللہ کی ذات سے اب بھی یہ امید ہے کہ طالبان کی یہ قربانی اور انھوں نے اپنی عظمت کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ ضائع نہیں جائے گا۔

عام مسلمانوں میں کفر سے نفرت بڑھی ہے، اور اسلامی جذبہ بیدار ہو رہا ہے، مسلمان قوم اسلام دشمن طاقتوں کے عزائم سے واقف ہو چکی ہے، ظلم کی چکی ہمیشہ نہیں چلتی، اور ظالم زمین پر ہمیشہ نہیں بیستے، زمانہ میں انقلابات آتے رہتے ہیں اور زمین کا نقشہ بدلتا رہتا ہے، ہمیں اپنے کریم مولیٰ سے یہ امید ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو موجودہ حالات ہیں وہ بھی بدلیں گے اور دور حاضر کے فرعون و نمرود اپنا اپنا انجام بھی دیکھیں گے۔ مسلمانوں کو موجودہ تکلیف دہ حالات سے گھبراتا نہیں چاہئے، اللہ کی بندوں کے

ساتھ کی مصلحت و حکمت ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں اللہ سے خیر اور بھلائی کی دعا کرتے رہنا چاہئے، گناہوں سے توبہ استغفار اور خیر و صلاح کے کاموں کی طرف توجہ اور رغبت کی ضرورت آج پہلے سے بہت زیادہ ہے، ہمیں اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

اس شمارہ پر نہ زرم کی جلد چارم پوری ہو رہی ہے یعنی زرم کا چوتھا سال مکمل ہو رہا ہے، سلفیت اور لاندہ بیت کے فقہ کا جس استقلال اور پامردی سے زرم نے مقابلہ کیا ہے، اور احقاق حق کا فریضہ جس طرح انجام دیا ہے زرم کے قارئین اس سے واقف ہیں، ہمیں اس پر زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم تک جو قارئین کے تاثرات پہنچتے ہیں اس سے ہمیں بہت کچھ حاصل ملا، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ زرم مالی خسارہ کے باوجود وقت کی پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہا، مگر اب حالات کا تعاضیہ ہے کہ زرم کے قارئین اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اگر زرم کی اب بھی ضرورت ہے تو انہیں اپنا تعاون بڑھانا چاہئے، اور کم از کم ہر خریدار پانچ نئے خریدار بنانے کا عہد کر لے، جو صاحب خیر و صاحب استطاعت ہیں، وہ از خود زرم کی مدد کریں، اسی قسم کے تعاون سے زرم کی اشاعت جاری رہ سکتی ہے۔

میرا حال یہ ہے کہ اپنے مزاج اور اپنے ضعف اور دوسری مشغولیات کی وجہ سے بطور خاص زرم کے لئے سفر نہیں کر سکتا، اسلئے اپنے مخلص قارئین ہی سے گزارش کروں گا کہ وہ خود آگے بڑھیں اور زرم کا حلقہ اشاعت وسیع کریں اور اپنے وسیع تعاون سے زرم کے سفر کے جاری رہنے کا باعث و ذریعہ بنیں۔

ہمیں مسرت ہے کہ زرم کی مالی پریشانی کی اطلاع پاکر ہمارے بعض کرم قرآن نے اس بارے میں از خود سبقت کی ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور زرم کیلئے ان کے وجود کو باعث برکت بنائے۔

آخر میں ان تمام لوگوں سے جن کی سالانہ خریداری اس شمارہ پر ختم ہو رہی ہے ہماری پر خلوص گزارش ہے کہ براہ کرم زمزم کا نیا زر تعاون بھیج کر کرم فرمائیں۔

منہ کا بیقہ

ہندوستان کا خود مختار بادشاہ رہا۔ اس کا سال ولادت رجب ۸۷۷ء اور سال جلوس ۹۴۷ء ہے۔ مقام جلوس آگرہ اور دارالخلافہ دہلی تھا۔ مدت بادشاہت چار سال چار ماہ پندرہ یوم بنتی ہے۔ تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ء ہے۔

بقیہ منہ کا

جو خط آیا اور قلم چل پڑا تو اتنا ایک ہی نشست میں لکھا تھا کہ گھڑی پر نگاہ پڑ گئی اور اب اس کا کہنا یہ ہے کہ لہر کی نماز کی تیاری میں لگ جاؤ۔ رہم متعدین پر تقلید کا ایسا بھوت سوار ہے کہ گھڑی کی بھی تقلید کرنی پڑتی ہے)

امید ہے کہ انشاء اللہ اتنا ہی سے آپ کو اور زمزم کے دوسرے قارئین کو اس مسئلہ میں اطمینان ہو جائے گا اور اخاف کے مسلک کا دلائل کے اقتباس سے مضبوطی کا علم ہو گا۔

والسلام
محمد ابو بکر خان غازی پوری

محمد اسماعیل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اگر کھانے کیلئے کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو پہلے کھانے سے فارغ ہو تو پھر نماز کیلئے جاؤ (بخاری) نماز دین کی اہم ترین عبادت ہے، اسلئے شریعت میں اس کا اہتمام بھی اسی قدر ہے، نماز کے لئے دلجمعی و سکون خاطر ضروری ہے تاکہ نماز کی ادائیگی خشوع و خضوع اور کامل توجہ کے ساتھ ہو اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ اگر کھانے کیلئے کھانا رکھ دیا گیا ہو (اور طبیعت کا تعاضا بھی کھانا کھانے کا ہو) تو بہتر ہے کہ پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لیا جائے پھر نماز میں شریک ہو یا جائے تاکہ کھانے کی طرف نماز کے دوران دھیان نہ رہے اور نماز کھانا نہ بن جائے۔

مگر علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہ اسی شکل میں ہے کہ جب کھانے کی خواہش ہو اور بھوک لگی ہو، اگر بھوک نہ ہو اور کامل توجہ کے ساتھ بلا کھانا کھائے نماز کی ادائیگی ممکن ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے نماز ادا کی جائے پھر کھانا کھایا جائے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو گھر کے کام میں لگے رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو مسجد کو جاتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور آپ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ ہم سب کیلئے مستقل درسِ ہدایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین تھے۔

مگر آپ کا معمول یہ تھا کہ گھریں ہوتے تو گھر والوں کے ساتھ کام میں لگے رہتے، ان کا ہاتھ بٹاتے چھوٹا بڑا ہر کام کرتے کسی کام سے آپ کو مار نہیں تھا، اور جوں ہی نماز کی صدا بلند ہوئی اس کا وقت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر سب کام سے یکسو ہو کر خانہ خدا کا رخ کرتے، نہ گھریلو کام سے آپ کو مار تھا اور نہ گھریلو مشغولیتیں اللہ کے گھر کی ماضی میں ذرا بھی تاخیر کا باعث بنتیں، نماز کا وقت ہو جانے پر آدمی کو نماز ہی کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔ اس وقت کسی اور کام میں لگنا نماز سے لاپرواہی کی علامت ہے۔

(۳) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دست کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، پھر جب نماز کا وقت ہوا اور اقامت کہی گئی تو آپ نے چھری کو رکھا اور نماز کے لئے چلے گئے، اور نماز پڑھائی، دوبارہ وضو نہیں کیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا، اگر گوشت خوب گلا ہوا نہ ہو تو چھری سے بھی کاٹ کر کھایا جاسکتا ہے، اگر وضو ہے اور کھانا یا گوشت کھایا گیا تو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (بشرطیکہ دانت سے خون نہ نکلا ہو)

تبع کل چھری اور کائنات سے کھانا فرنگیوں کی تہذیب بن گیا ہے اسلئے بلا ضرورت چھری اور کائنات کا استعمال کرنا مناسب نہیں ہے ضرورتاً جائز ہے، فیشن کے طور پر اس کا استعمال فرنگیوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ نماز نماز سے فارغ ہو کر جب تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے اور اس کا وضو ٹوٹتا نہیں تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد فوراً آدمی کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے

بلکہ اس کو اپنی جگہ پر کچھ دیر بیٹھے رہنا چاہئے تاکہ فرشتوں کی دعا اس کیلئے ہوتی رہے وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے کہ فرشتے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کریں۔

چونکہ فرشتوں کو بیٹا بہت دگند لگے نفوس ہے اس وجہ سے ان کی دعا کا وقت اسی وقت رہتا ہے جب تک کہ آدمی کا وضو باقی رہے، وضو ٹوٹنے کے بعد فرشتوں کی دعا ختم ہو جاتی ہے۔ اگر وضو باقی نہیں رہا تو آدمی کو بھی مسجد میں اب ٹھہرنا مناسب نہیں۔ مسجد کے تقدس کا تقاضا ہے کہ آدمی اس میں با وضو رہے یا پھر مسجد سے باہر نکل جائے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ منافقوں پر دو نمازیں سب سے بھاری ہیں، فجر کی نماز اور عشاء کی نماز۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کو بھی نماز چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اس زمانہ میں نماز کا چھوڑنا اللہ مسجد میں نہ آنا عدم ایمان کی علامت تھی۔ چونکہ منافقین بھی اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اس وجہ سے وہ بھی مسجد میں ماضی کا خیال رکھتے۔ البتہ ان میں اور مخلص مسلمانوں میں فرق یہ تھا کہ منافقین محض دکھا دیکھنے مسجد میں آتے۔ اور مسلمان واقعی اللہ کی عبادت کے لئے مسجد میں ماضی دیتے چونکہ منافقوں کا مسجد میں آنا اور نمازیں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا خوش دلی سے نہیں تھا اس وجہ سے نماز کا پڑھنا ان پر ایک بوجھ ہوتا خصوصاً عشاء اور فجر کا ماضی جو آرام و روان کے گپ شپ کا وقت ہوتا ان پر بہت شاق تھی، فجر کا وقت سونے کا وقت ہوتا اور عشاء کے وقت ان کے گپ شپ کی مجلسیں لگتیں، ان مجلسوں سے اٹھ کر مسجد میں ان کا آنا ان کے لئے بڑا بوجھ تھا۔

تج بھی ہم میں کتنے بد بخت ہیں کہ فجر کی نمازیں ان کی شکل نظر نہیں آتی اور عشاء کے وقت ان کی سیر و تفریح بازار میں ہوتی ہے، ایسی شکل میں اللہ کی رحمت ہمارے طرف کیسے متوجہ ہو، ایک شخص کی نحوست سے کبھی پورا گھرانہ اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

از

مولانا محمد ہدایت الدین سنبھلی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(زیر تیاری کتاب کا ایک باب)

تقلید ایک عملی ضرورت

دلائل و واقعات کی روشنی میں

اس موضوع پر اگرچہ بہت لکھا گیا اور برابر لکھا جا رہا ہے لیکن زیر نظر مقالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علمی و معروضی انداز میں نہ کہ مناظرانہ طریقہ پر گفتگو کر کے تقلید کا ایک واقعی اور ناگزیر ضرورت ہونا بتایا گیا ہے، جو علمی دلائل ذکر کئے گئے ہیں ان کا طرز بھی مضامینت کا ہے، مجاہد کا نہیں، راقم کا احساس یا اندازہ ہے کہ تحفظات ذہنی کے بغیر اسے پڑھنے والا انشاء اللہ تقلید کو گراہی یا شرک تو یقیناً نہیں کہے گا، بلکہ بعید نہیں۔ اگر توفیق خداوندی شامل ہو تو اسے ایک علمی ضرورت سمجھنے لگے بلکہ تقلید کے جرم سے خود کو بری خیال کرنے والے بھی اس حقیقت کا احساس و استحضار ہی نہیں اہتران کرنے لگیں کہ سب بھی شوری یا غیر شوری طور پر تقلید کے بندھن میں بندھے ہیں

• تقلید کے اصطلاحی معنی جیسا کہ متعدد علماء ماصول مثلاً امام غزالیؒ نے المستصفیٰ،

(۱) میں اور علامہ حبیب اللہ مہاری نے مسلم الثبوت میں بیان کئے ہیں، دوسرے کی بات حسن و

(۱) المستصفیٰ ص ۲۸ ج ۲ مسلم الثبوت مع الشرح فوارح الرحمت منکب ج ۲ دونوں کی تعبیروں میں اگرچہ تصور افرق ہے لیکن مفہوم یہی نکلتا ہے، مسلم الثبوت مع الشرح میں یہ تعریف ہے، العمل بقول الغیور من غیر حجة، اور مشہور حنبلی عالم ابن تہامہ مقدسی (ت ۵۶۲) یہ تعریف کی ہے، قبول قول الغیور من غیر حجة (روفتہ لٹا کر ص ۲۵) (۲) (۳)

کی بنا پر) بلا دلیل مان لینے کے ہیں، ممکن ہے تقلید کے اسی مفہوم کے پیش نظر بے باخدا احمادی کا
 شکار ہونے والے افراد کو یہ انسانی عظمت یا بالفاظ صحیح اپنی عظمت اور فکری حریت کے بظاہر ممانی
 بلکہ اسلام نے جو تفکر و تدبر کا حق دیا ہے اس کے بھی خلاف نظر آئے لیکن اس کھلی ہوئی حقیقت کا انکار
 کیسے کیا جائے کہ تقلید عام انسانوں کی ایک عملی ضرورت ہے اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ عظیم اکثریت
 بلکہ غالباً زیادہ صحیح تعبیر یہ ہو کہ ہر انسان اکثر حالات میں تقلید ہی کی سوا دی پر اپنی زندگی کا سفر طے کرتا
 اور منزل سے ہٹتا رہتا ہے۔ یہی طرز عمل اس خاکدان کو آباد اور بار دہنی رکھنے کا ذریعہ
 چہل پہل اور اس کی ہمہ جہتی ترقی کا سبب ہے۔ ورنہ اگر تمام لوگوں کو زندگی کی ہر ضرورت کے بارے
 میں اور اس کے ہر شعبے کے سلسلے میں کامل مہارت حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا تو مسمورہ ارضی میں خاک
 اڑتی نظر آتی اور آبادیوں کی جگہ ویرانے ہی ہر طرف دکھائی دیتے۔ اسلئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ دنیا کی
 ساری نیزنگیاں اور رعنائیاں درحقیقت ثمرہ ہیں تقلید کا، یعنی دوسروں کی اصابت رائے
 پر اعتماد کرتے ہوئے بے چون و چرا عمل پیرا ہو جانے کا، یہ مریض کا طبیب کی بات ماننا بلکہ
 بسا اوقات جان تک کو خطرہ میں ڈال دینا (مثلاً قلبی آپریشن پر آمادہ ہو جانا جس میں
 ۵۰-۶۰ فیصد تک جان جانے امکان ہوتا ہے) مقدمہ کے ہر فریق کا اپنے شیر قالونی (دکیل
 یا بیرسٹر) کی رائے پر عمل کرنا، اسی طرح مکان بنوانے والے آرکیٹیکٹ یا انجینئر کی صلاح پر
 چلنا، جس کی بنا پر لاکھوں بلکہ کروڑوں کی رقم تک کا بار اٹھانے پر آمادہ ہو جانا پڑتا ہے۔
 معلم کا معلم کی راہنمائی قبول کرنا، روزمرہ پیش آنے والے بے شمار شواہد میں سے چند ہیں۔
 جب عمرانی اور تمدنی ضرورتوں میں جن کے اصول ہمارے ہی جیسے انسانوں کے
 وضع کئے ہوئے ہیں، اس طریقہ کو اپنانے بغیر زندگی کی گاڑی دو قدم نہیں چل سکتی تو یہ کہنا یا
 سمجھنا کہ شرعی امور میں ہر شخص یا اشخاص کی غیر معمولی تعداد اس درجہ خود کفیل ہے کہ اس کے بارے
 میں اسے دوسروں پر اعتماد کرنے کی چنداں ضرورت نہ پڑے گی اور براہ راست وہ زندگی کے
 تمام شعبوں کے لئے اسلامی اصول اور شریعت کے سرچشموں سے احکام و اولمراخذ کھنڈنے
 کے لائق اور اس کے لئے پوری طرح اہل ہے، غیر حقیقت پسندانہ بات بلکہ خود فریبی ہوگی

یا پھر شریعت کی وسعت پہنائی اور اس کے اصولوں کی گیرائی و گہرائی سے بے خبری کی دلیل ۔

براہ راست شرعی آئندے کسی کی تقلید کئے بغیر احکام کا استنباط کتنا طویل الذیل اور دشوار کام ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے اس وقت کم از کم ان اہم اور ضروری علوم و فنون کی اجمالی فہم پیش کر دینا بعد ان کا مختصر تعارف کرنا شاید بے عمل نہ ہوگا جو اس راہ کے مسافروں کے لئے ناگزیر ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور قیمتی تصنیف ”عقد المجید“ (ص ۶۰۵) میں علامہ بغوی کا جو کلام اس بارے میں نقل فرمایا ہے یہاں اس کا پیش کر دینا کافی ہوگا۔

المجتہد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل و
علم سنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وأقوال علماء السلف من
أجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط المحكم
عن الكتاب والسنة إذا لم يجد له صريحاً في نص كتاب أو سنة أو إجماع
فيجب أن يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص
والعام والمحكم والمتشابه، والكراهة والتحريم والإباحة والندب والوجوب
ويعرف من السنة هذه الأشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند
والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة
حتى لو وجد حديثاً لا يوافق ظاهراً الكتاب يهتدى إلى وجه معمله
فإن السنة بيان الكتاب ولا يخالفه.....

وكذا يجب أن يعرف من اللغة، ما أتى في كتاب أو سنة في أمور
الاحكام وينبغي أن يتخرج فيها بحيث يقف على كلام العرب فيما يدل على
المراد من اختلاف المحال والأحوال..... ويعرف أقوال الصحابة
والتابعين في الاحكام ومعظم فتاوى فقهاء الامّة حتى لا يقع حكمه مخالفاً

لأقول المهم فيكون فيه خرق الإجماع وإذا جمع هذه العلوم
وكان بجانبها لاهواء والبدع مدارعاً بالورع محتوراً عن الكياس وغير مصر
على الصغائر جازلاً ان يتصرف في الشارح بالاجتهاد و
الفتوى

۔ مجتہد، وہ ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو (۱)، کتاب اللہ کا علم (۲)، سنت رسول
کا علم (۳)، علمائے سلف کے اقوال، ان کے اختلافات اور جماعات کا علم (۴)، عربی زبان کا علم
(۵)، قیاس کا علم (مع اس کے شرائط وغیرہ کے) جو کتاب و سنت سے مسائل مستنبط کرنے کا
اس وقت واحد ذریعہ ہوتا ہے جب کہ صراحۃً قرآن کریم، حدیث نبوی اور اجماع امت میں اس کا
حل موجود نہ ہو۔ اس وجہ سے یہ بھی ضروری ہے کہ ان علوم کے علاوہ نسخ و منسوخ، مجلس و مفسر، فاضل
و عام، محکم و متشابه نیز مکروہ، مباح، مستحب اور وجوب سے بھی کمال واقفیت ہو، اور سنت نبوی
کے بارے میں بھی ان سب امور کا اسی پورا علم ہو فرید برائے یہ کہ حدیث کی مختلف اقسام مثلاً صحیح،
ضعیف، مسند اور مرسل سے پوری طرح باخبر ہو۔ مجتہد کو سنت رسول اور کتاب اللہ کے مراتب
کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کہیں کوئی حدیث ایسی نظر آئے جو بظاہر کتاب اللہ سے
تکلیف دہتی ہو تو اس کے صحیح محمل پر محمول کرنے کی راہ پاسکے کیونکہ یہ مسلم بات ہے کہ سنت نبوی سے
کتاب اللہ کی توضیح و تشریح ہوا کرتی ہے تو دونوں میں مخالفت کا کیا سوال؟ اسی طرح زبان
و بیان کی ان نقلی باریکیوں کا جاننا بھی ضروری ہے جو قرآن و حدیث کے اندر محفوظ ہیں۔ اسلئے مجتہد
کیلئے زبان کی گہرائیوں میں اترنا ضروری ہے تاکہ کلام عرب میں احوال و ظروف کے اختلافات
سے ایک ہی لفظ کی مراد میں جو اختلاف واقع ہو جاتا ہے وہ ان سب پر مطلع ہو کہ حقیقی مفہوم
و مراد تک پہنچ سکے۔ اسی طرح احکام سے متعلق صحابہ و تابعین کے اقوال کیا ہیں اور جمہور فقہاء
امت کے فتاویٰ کیا کیا ہیں؟ ان سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا فیصلہ ان اقوال کے
خلاف نہ ہو اور خرق اجماع للذم نہ آئے۔ الغرض جب یہ تمام علوم جس کسی شخص میں جمع ہو جائیں
پھر اس کے ساتھ وہ ہوا و ہوس اور بدعات سے بھی محفوظ ہو، اور اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار،

یعنی گناہ کبیرہ سے بچنا اور صغائر پر اصرار نہ کرنا ہو تو اس شخص کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اجتہاد کے ذریعہ شرعی مسائل کا استنباط و استخراج کرے اور فتوے دے۔

اور پھر اس اجمال کی تفصیل پر اگر نظر کر لی جائے تو یہ راہ اور زیادہ دشوار معلوم ہونے لگتی ہے مثال کے طور پر یہ کتاب اللہ کے علم کے مفہوم میں آیات کے لغوی معنی و مفہوم (تمام تفصیلات و مشتملات کے ساتھ) جاننے کے علاوہ ان سے استخراج احکام کی علتوں اور مقاصد نیز اسالیب کلام سے واقف ہونا بھی شامل ہے مزید برآں الفاظ و معنی کے اعتبار سے مختلف اقسام مثلاً اشارہ، مراد، منطوق، مفہوم، فحوی، ظاہر، نص، ضمنی، مشکل، مجمل، مفسر، عام، خاص، مطلق، مقید، مشترک، مآول نیز حقیقت اور اس کے اقسام مثلاً مستعمل، مجبورہ، متعذرہ) اور مجاز وغیرہ سے پورے طور پر نہ صرف باخبر ہونا بلکہ ہر ایک کے محل اور کس کی قدر (یعنی یہ کہ کس قسم سے ظنی حکم مستفاد ہو سکتا ہے اور کس سے قطعی، اور تحریر کی شکل میں کس کو کس پر ترجیح دی جائے گی یہ اور ان جیسے تمام امور) کی کامل معرفت بھی ضروری ہے اور یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ قرآن مجید میں آیات احکام صرف پانچ سو ہیں۔ قابل غور ہے کیونکہ اول تو اس عدد میں بھی خاصا اختلاف ہے، چنانچہ امام ابو یوسف سے گیارہ سو اور عبد اللہ بن مبارک سے نو سو کا عدد منقول ہے (اس بارے میں پوری تفصیل جاننے کیلئے ڈاکٹر موسیٰ تواتنا افغانی ازہری کی محققانہ کتاب "الاجتہاد ومدی حاجتنا الیہ فی هذا العصر" دیکھنی چاہئے۔)

اور اگر پانچ سو کا عدد ہی اختیار کر لیا جائے تو اس کا مطلب علامہ فتوحی کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ دلائل مطالبی (راست طریقہ پر دلائل) کے طور پر احکام پانچ سو آیات سے معلوم ہوتے ہیں ورنہ جیسا کہ علامہ طوفی نے بیان فرمایا (جسے افغانستانی عالم ڈاکٹر موسیٰ تواتنا نے نقل کیا ہے) صحیح تو یہ ہے کہ شاید ہی کوئی آیت ایسی ہو جس سے کوئی نہ کوئی حکم مستنبط نہ ہوتا ہو (قل ان یوجد فی القرآن الکسیم آیۃ لا یتنبط منها شیء من الاحکام) (۱)

مزید برآں یہ کہ امام شافعیؒ نے مجتہد کیلئے پورے قرآن مجید کا حافظ ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے اور مشہور فقیہ امام ابو اسحاق شاطبی (۱) نے قرآن فہمی کیلئے (زمانہ جاہلیت کے) عربوں کی عادات و اعتقادات اور احوال کا جاننا بھی ناگزیر بتایا ہے، کیونکہ اس کے بغیر قرآن مجید کے بہت سے مقامات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

اور ”سنت کے علم کا دائرہ اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے، اس کے اندر مذکورہ بالا امور کے علاوہ حدیث کی سند (رجال و رواۃ کے احوال) جاننا نیز حدیث کے مراتب صحیح، ضعیف، پھر صحت کے مدارج اور اس کے اقسام متواتر، مشہور، مستفیض، عزیز، غریب وغیرہ اسی طرح ضعف کے اقسام اور وجوہ ضعف مثلاً ارسال، انقطاع، جہالت راوی، نفرد، اضطراب، شذوذ، نکارت، وضع وغیرہ پر کامل اطلاع ضروری ہے، اسی تنوع اور ذیل در ذیل قسموں کی وجہ سے حدیث کا فن مشکل ترین فنون میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ ہفت خواں طے کئے بغیر کوئی بھی شخص احادیث سے احکام و مسائل استنباط کرنے کی پوری صلاحیت کا حامل نہیں ہو سکتا پھر آیات احکام کی طرح احادیث احکام کی تعداد میں بھی خاصا اختلاف ملتا ہے، پانچ سو سے لیکر پانچ لاکھ تک کی تعداد کا ذکر ملتا ہے، امام احمدؒ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انھوں نے چار لاکھ اور ایک روایت کی رو سے پانچ لاکھ حدیث کے حفظ کو تقیہ بننے کے لئے کافی قرار دیا۔ (۲)

ان سطروں سے ابھی طرح یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ ہر شخص کے بارے میں براہ راست قرآن و سنت سے احکام معلوم کر سکنے کی توقع رکھنا عملاً محال اور اس کا انھیں مکلف کرنا دنیا کو

(۱) الموافقات ص ۳۵۲ - ۳۵۱ ج ۲، للامام الشاطبیؒ۔

(۲) ارشاد العمول ۲۳۲ للشوکانی، شرح مسلم الثبوت ص ۳۶۳ ج ۲، اعلام الموقعین منہ ج ۱، لابن القیم، السوہ لآل ابن تیمیہ ۵۱۶-۵۱۴ دحوالہ الاجتہاد ۱۸۵ (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ فیہ ۱۱۵۱ھ میں لکھا) اس سے پانچ لاکھ احادیث کے یاد رکھنے والے کیلئے مجتہد ہونے کی امید ظاہر کی ہے، یقین نہیں۔

ویران کر ڈالنے کے مرادف ہے۔ سچ کہا ہے حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے:

تکلیفہ (العامی) طلب رتبة الاجتهاد محال لانه يؤدي ان ينقطع الحرث والنسل وتتعطّل الحرف والصنائع ويؤدي إلى خراب الدنيا والواشتغل الناس جملتهم بطلب العلم (المستصفیٰ ص ۲۶۳۸۹)
 ” مرتبہ اجتہاد حاصل کرنے کا ہر کس و ناکس کو مکلف بنانا امر محال ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آخر کار کھیتی کسان کا سلسلہ منقطع ہو جائے، صنعت و حرفت تباہ ہو جائے اور یہ معمورہ عالم کسی دیرانے میں تبدیل ہو جائے۔ تمام کے تمام لوگ اگر طلب علم میں منہمک ہو جائیں گے تو اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکلے گا؟

اس کے قریب قریب امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (م ۶۲۰ھ) کا کلام بھی ہے وہ اپنی کتاب ”روضۃ الناظر وجنۃ المناظر“ میں فرماتے ہیں:

اما التقليد في الضروع فهو جائز اجماعاً فكانت الحجة فيه الإجماع فلهذا اجازنا التقليد فيها بل وجب على العامي ذلك
 لأن الإجماع منعقد على تكليف العامي الأحكام وتكليف رتبة الاجتهاد يؤدي إلى انقطاع الحرث والنسل وتعطيل الحرف والصنائع فيؤدي إلى خراب الدنيا، ثم ماذا يصنع العامي إذا نزلت بها حادثة ان لم يثبت لها حكم إلى ان يبلغ رتبة الاجتهاد فإلى متى يصير مجتهداً ولعله لا يبلغ ذلك بل قضيح الأحكام فلم يبق الاسوال العلماء وقد امر الله تعالى بسؤال العلماء في قوله ” فاستلوا اهل الذكرا ان كنتم لا تعلمون “

(روضۃ الناظر مطبعة السلفية ص ۲۰۶)

بلکہ عوام کو اجتہاد کرنے کی دعوت دینا ان کے ایمان و اسلام کو خطرے میں ڈالنے کا سبب بھی بن سکتا ہے کیونکہ وہ احادیث مختلفہ اور آیات منوعہ وغیرہ اور اختلاف علماء کی ظاہری شکل (جو کہ بادی النظر میں ہیبت نظر آتی ہے) دیکھ لینے اور ان کے درمیان تطبیق

کرنے کی صلاحیت نہ رکھنے کی بنا پر نفس شریعت اور صاحب شریعت سے ہی بگڑا ہوا ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسلام ہی چھوڑ سکتے ہیں، اعاذنا اللہ منہ۔ اور یہ خطرہ صرف ذہنی اور خیالی نہیں رہ گیا ہے بلکہ واقعات کی شکل میں بھی رونما ہو چکا ہے جیسا کہ مشہور الہدیت عالم مولانا محمد حسین بٹاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت السنۃ (نمبر ۲ ج ۱۱ ص ۵۲) میں ذکر کیا ہے (جسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنے رسالے بسیل الرشاد (۱۶ - ۱۱۷) میں نقل کیا ہے) بیچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کیساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی پہنچتے ہیں اور بعض لاندہب۔ غالباً انہی مصالح کی بنا پر خالق فطرت نے مآل انسانوں کو احکام شریعہ کے استنباط و استخراج کا حکم دینے کے بجائے (جو تکلیف مالا یطاق کا صدق ہوتا) انہیں اہل علم سے احکام دریافت کرنے کا حکم دیا۔

..... فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۃ النحل

آیت ۶۳) اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن بقاعدہ "العبرة بالعموم المعانی لا بالخصوص الموارد" (۱) آیت کا حکم عام ہے (جس کی تفصیل کتب تفسیر مثلاً روح المعانی ص ۴۸ ج ۲ میں دیکھی جاسکتی ہے)

اس کے علاوہ آیت سورہ نساء "اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منكم" سے بھی متعدد صحابہ و تابعین نیز علماء متأخرین نے (اولی الامر کا مصداق اہل علم و فہم کو قرار دیتے ہوئے) ان کی اتباع کا حکم اخذ کیا ہے۔ جسے متعدد مفسرین نے اپنے تفسیروں میں نقل کیا ہے (جس میں علامہ شوکانی، صاحب تفسیر فتح القدیر ص ۴۵ ج ۲

(۱) یہ قاعدہ اہل علم کے درمیان معروف ہے، متعدد کتابوں میں ملتا ہے، مثلاً نور الانوار (مع حاشیہ قرلا قمار)

ص ۶۸۔ علاوہ ازیں تقریباً یہی بات احکام القرآن للبعاص ص ۲۰ ج ۲ میں تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

مسئلہ ۱۷۲۴) اور نواب صدیق حسن خاں صاحب تفسیر فتح البیان بھی شامل ہیں) اور نبی فطرت نے ارشاد فرمایا ہے۔ "انما شفاء العیّ السؤال" اس فرمان کے پس منظر میں جو واقعہ آتا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عام آدمی کا اپنے طور پر پیش آمدہ مسائل میں غور و فکر کر کے حکم بیان کر دینا ناصرف یہ کہ مطلوب نہیں بلکہ مذموم ہے، پورا واقعہ اس طرح ہے۔

عن جابر قال خرجنا في سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشجه في رأسه ثم احتلم فسأل أصحابه فقال هل تجدون لي رخصة في التيمم قالوا ما نجد لك رخصة وأنت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قد منا إلى النبي صلى الله عليه وسلم أخبر بذلك فقال قتلوه قتلهم الله إلا سألوا إذ لم يعلموا فإنما شفاء العیّ السؤال إنما كان يكفيه أن يتيمم ويعقروا ويعصب" (۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم ایک سفر میں گئے ہوئے تھے، ہم میں سے ایک صاحب کو پتھر لگ گیا جس سے ان کا سر زخمی ہو گیا اسی حالت میں انھیں غسل کی ضرورت پیش آگئی۔ ان صاحب نے ساتھیوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا وہ تیمم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ساتھیوں میں سے بعض نے فرمایا کہ تم تو پانی کے استعمال پر قادر ہو اس لئے پہلے خیال میں تمہارے لئے تیمم جائز نہیں، اس پر اس شخص نے غسل کر لیا اور وفات پا گیا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے اور واقعہ کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ انھیں سمجھے جنھوں نے اس کو جان سے مروا دیا انھیں معلوم نہیں تھا تو دریافت کر لیتے کہ جہالت کا واحد علاج دوسرے

(۱) البوداؤد ص ۱۷۲۹) اسی بنا پر علامہ نے کہل ہے کسی نااہل کا مجتہد بن بیٹھنا گناہ کبیرہ ہے، نام نووی (شارح مسلم) لکھتے ہیں۔ قال العلماء۔ من ليس بأهل للحكم فلا يحل له الحكم فان حكم فلا أجر له بل هو أشم سواء وافق الحق أم لا ... فهو عاص في جميع أحكامه سواء وافق المصواب وهي مردودة كلها ولا يعذر ما في شيء من ذلك (شرح مسلم للنووی ص ۲۰۷۹) باب بیان اجر المجاہد اذ اجتهد۔

سے دریافت کر کے علم حاصل کرنا ہی ہے شخص مذکور کیلئے یتیم کافی تھا اور زخم پر پٹی باندھ لیتا۔ چنانچہ امور شرعیہ میں صحابہ کے زمانے سے لیکر آج تک بلا انقطاع تقلید یعنی حسن ظن کی بنا پر دوسرے کی بات بلا دلیل معلوم کئے مان لینا اور صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنا جاری ہے جس کے ذکر سے صحیح احادیث کی کتابیں بھی خالی نہیں ہیں۔ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح اور مستند کتاب جسے جامع الکتاب بعد کتاب اللہ بجا طور پر کہا جاتا ہے، یعنی امام بخاری کی۔ الجامع الصحیح میں متعدد مواقع پر صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے مجرد اقوال سے استدلال کیا گیا ہے جس کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات اس کے اہل ہیں کہ انکی باتیں بلا دلیل قبول کی جاسکتی ہیں، تطویل سے بچنے کیلئے یہاں بخاری سے صرف ایک موقع کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا جاتا ہے، کتاب الوضوء میں فرماتے ہیں۔

قال جابر بن عبد الله اذا صنعت في الصلوة ولم يعد الوضوء وقال الحسن ان من اخذ من شعرة واطفارة او خلع خفيه فلا وضوء عليه وقال ابو هريرة لا وضوء الا من حدث وقال طاووس ومحمد بن علي وعطاء واهل الحجاز ليس في الدم وضوء عصر ابن عمر بثره فخرج منها دم فلم يتوضأ وبزق ابن ابي اوفى دماً فمضى في صلوته وقال ابن عمر والحسن في من احتجم ليس عليه الا غسل محاجمه

(بخاری ج ۱ ص ۲۰-۲۹)

یہاں اس سے بحث نہیں (اور نہ یہ ہمارے موضوع سے ہی متعلق ہے) کہ مختلف اقوال کی موجودگی میں وجہ ترجیح کیا ہوگی؟ اور کس پر عمل کیا جائے گا؟ بتانا یہ ہے کہ قابل اعتماد عالم کے قول کو بلا دلیل جانے۔ قابل استدلال سمجھا گیا۔ مجتہد کی ضرورت غیر مجتہد کو اسلئے بھی ہے کہ مجتہد مختلف اقوال و روایات کے درمیان ترجیح یا تو جیسے کے ذریعہ حکم شرعی متعین کر کے بتا سکتا ہے۔ یہیں سے یہ ضرورت بھی سامنے آتی ہے کہ پراگندگی فکر و عمل سے بچنے کے لئے کسی ایک فقیہ عالم (کہ جس کے علم و فہم اور دیانت و امانت نیز اصابت رائے کا بار بار

تجربہ ہو چکا ہو اور جو پیش آمدہ تمام، یا اکثر مسائل اور ضرورتوں کا شرعی حل بتا سکتا ہو) کو منتخب کر لیا جائے اور اسی کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی کوشش کی جائے۔ اس ضرورت سے تعلیق شخصی کی اہمیت کا احساس پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ اسی کا رواج ہوتا گیا، اس طرز کے حسن رقیق یا صمت و عدم صمت سے بحث کرنا اس وقت نہ مقصود ہے نہ موضوع کے لئے ناگزیر۔ لیکن عملاً ہوتا یہی رہا ہے کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ سے لے کر آج تک ایک علاقہ میں عموماً ایک دو مخصوص خاندانوں کا انتخاب کر کے ان کے فتاویٰ اور اقوال پر عمل کیا گیا اور انہیں گویا مستند (اتحادی) تسلیم کیا گیا۔ جیسا کہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، وغیرہ میں رقم طراز ہیں۔

فَعِنْدَ ذَلِكَ مَثَارُ كُلِّ عَالِمٍ مِنْ عُلَمَاءِ التَّابِعِينَ، مَذْهَبٌ عَلَى حِوَالِهِ فَانْتَصَبَ فِي كُلِّ بَلَدٍ أَمَامٌ مِثْلُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْمَدِينَةِ وَبَعْدَهُمَا الزُّهْرِيُّ وَالْقَاضِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ وَبَيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيهَا وَعِطَاءُ بْنُ أَبِي رِيَّاحٍ بِمَكَّةَ وَابْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَالشَّعْبِيُّ بِكُوفَةٍ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ بِالْبَصْرَةِ وَطَاوُسُ بْنُ كَيْسَانَ بِالْيَمَنِ وَمَكْحُولٌ بِالشَّامِ فَأُظْمَاءُ اللَّهِ أَكْبَادًا إِلَى عُلُومِهِمُ الْخَيْرِ (الانصاف، اجماع اللہ ۱۴۸)

انہیں حالات میں علماء تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنا ایک الگ مسلک اپنے انداز کا بن گیا۔ اور ہر شہر کا اپنا ایک امام بن گیا۔ مثلاً سعید ابن مسیب اور سالم بن عبد اللہ ابن عمر مدینہ میں، جن کے بعد وہیں زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور دبیعہ بن عبد الرحمن بھی امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ مکہ میں عطاء ابن رباح، کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی بصرہ میں حسن بصری یمن میں طاووس بن کيسان اور شام میں مکحول امامت کے منصب پر فائز رہ کر تشنگان علم دین کی سیرانی کا سامان فراہم کرتے رہے۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے رسالہ "الانصاف" (ص ۵۹ پر) یہاں تک لکھ دیا ہے کہ :

.. بعد المآتين ظهر فيهم التمثال بالمتقدمين باعيا فخر وكان هو
الواجب .. مطلب یہ ہے کہ دوسری صدی کے بعد ایک ہی مجتہد کی تقلید کو واجب قرار دیا گیا تھا۔
(ماخوذ از جواہر الفقه ۱۲۷۱ء حارف کینی، دیوبند)

ایسے علماء کی اس مرکزی حیثیت کے قیام نے بہت فائدہ پہنچایا اور بہت سے فتنوں
کے دروازے بند کر دیئے مثلاً ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ کم سے کم ان علاقوں کے اکثر عوام اختلا
آرا اور پراگندگی ذہن کی وجہ سے جس ابتلا و کاشکار ہوتے اس سے بچ گئے نیز یہ ہوا کہ حقیدہ
کی حفاظت کے ساتھ مطلوبہ اعمال میں بھی استقامت آسان ہو گئی۔ یہ اور ان کے علاوہ دیگر
بہت سے مصالح کے حصول اور مفاسد سے مامون رہنے کی غرض سے بیشتر بلکہ تمام تر علماء
کبار نے استنباط و استخراج کی صلاحیت نہ رکھنے والے افراد کیلئے کسی اہل کی تقلید کو ضروری
قرار دیا گیا، مثلاً علامہ بغوی جن کا طویل کلام اور پردہ کو چمکا ہے فرماتے ہیں :

ويجب على من لم يجمع هذه الشروط تقليد فيماليه له
من المحوادث (عقد المجيد ص ۸ جس شخص میں یہ شرائط مجتمع نہ ہوں اس پر لازم ہے
کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل میں تقلید اختیار کرے)

پھر کچھ زمانہ کے بعد بہت سے معلوم و معروف مصالح اور تعاضدوں کی بناء پر
ائمہ اربعہ کی تقلید میں انحصار کو مناسب بلکہ بعض حالات میں ضروری قرار دینے ہی میں حکام
امت کو خیر نظر آنے لگی، چنانچہ حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب تجرید
میں نہایت زور و قوت کے ساتھ اس کی افادیت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں :

ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواحيها
الأفهام وزلت الأقدام ووطغت الأقلام معها أن هذه المذاهب الأربعة
المداونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليد
يومنا هذا وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الأيام التي قصرت
فيها الهمم جدا وأشرت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأى برأيه -

اس موقع پر کچھ ایسی باتوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا تعلق ان مسائل سے ہے جن میں غور و فکر کی بے راہ روی، پائے ثبات کی لغزش اور قلم کی جسارت کی روایات وابستہ رہی ہیں۔ ایک مسئلہ منجملہ ان مسائل کے یہ ہے کہ یہ چاروں مسالک جو باقاعدہ طور پر مدون اور موجود ہیں اس بات پر پوری امت یا امت کا رابطہ آج بھی متفق ہے کہ ان کی تقلید جائز ہے۔ اس کے فوائد ظاہر ہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمیں نہایت ہی ماندہ ہو چکی ہیں اور نفوس ہوا و ہوس کا شکار ہیں۔ اور ہر شخص (جو ذرا بھی شد بڑ رکھتا ہے) من مانی کو ہی پسند کرتا ہے۔

یہاں شاہ صاحب اسے پرہیزگنا نہیں فرماتے بلکہ تقلید کو حرام کہنے والوں کے کلام کی توجیہ بلکہ ایک طرح سے ان کی تردید کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب ”عقد الجید“ میں تو اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں ہی سے کسی پر عمل کرنے ہی پر مصلحت ہے اور اس سے گریز میں مضرہ عظیمہ ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة (عقد الجید ص ۲۶)

پھر اس کے بعد اپنے دعوے کو متعدد وجوہ سے ثابت اور بیان کیلئے پورا بیان مطالعہ کے لائق ہے (تعلویں کے خوف سے یہاں سب نقل نہیں کیا جاسکا) اسی کتاب میں آگے چل کر تقلید کی ایک قسم کو ”واجب“ قرار دیتے ہیں (عقد الجید ص ۸۳)

یہاں ایک ضروری بات کی طرف توجہ مبذول کرانا شاید بے محل نہ ہوگا

ایک اہم بات | وہ یہ کہ جس طرح مسائل فقہیہ میں اختلاف آرا رہتا ہے اسی طرح بلکہ شاید اس سے کچھ زیادہ احادیث کی حیثیت کی اور رواد کے مراتب کی تعیین میں بھی ملتا ہے، اسلئے مسائل فقہیہ کی طرح احادیث اور ان کے رواد کے بارے میں بھی ”تقلید“ کے بغیر آج چارہ نہیں اسلئے اب اگر کوئی مجتہد بننا بھی چاہے تو اس کے لئے (احادیث کی صحت و ضعف وغیرہ کے تعیین میں) متقدمین کی رائے پر اعتماد یعنی تقلید کے بغیر دو قدم چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہوگا۔

(گویا مجتہد بننے کیلئے بھی مقلد بننا ضروری ہوگا) یہیں سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ کسی مجتہد کو حدیث ضعیف سے استدلال کا طعن دینا، بے خبری کی بات ہے، کیونکہ اس بارے میں بھی حقیقی مجتہد اپنی رائے پر اعتماد کرنے کا مکلف ہے دوسرے کی رائے کا پابند نہیں ہوتا اور یہ قاعدہ تو معروف ہے کہ اگر کوئی مجتہد کسی روایت سے استدلال کرے تو یہ اس کے قوی ہونے کا ایک قرینہ ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ احادیث کی حیثیت کا مسئلہ بھی مجتہد فیہا ہے اور اس بارے میں بھی ایک مجتہد دوسرے کے اجتہاد پر نہیں، اپنے اجتہاد پر اعتماد کرنے کا مکلف ہوتا ہے۔ یہ موضوع بڑا تفصیل طلب ہے، تفصیلات کیلئے مطولات دیکھی جائیں اس جگہ اس سے زیادہ کی نگینائش ہے نہ ضرورت۔

بائیں ہم اس کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس طرح دیگر بہت سی مفید چیزوں میں کچھ مضر پہلو بھی نکل آتے ہیں اسی طرح اس میں بھی نظر آسکتے ہیں۔ مثلاً تقلید کے بارے میں غلو اور حد اعتدال سے تجاوز کی مثالیں اور ان پر دلالت کرنے والے واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے متعدد علماء تقلید کو ناپسندیدہ بلکہ ناجائز قرار دینے پر مصر ہو گئے۔ اور تقلید کے مخلص مایوں کو بھی ان پہلوؤں پر تکیہ کرنا پڑی چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اسی پہلو پر ایسی تنقیدیں کیں جن سے بہت سے لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ شاہ صاحب نفس تقلید ہی کے مخالف ہیں حالانکہ ان کے پورے کلام کا جائزہ لینے والوں پر یہ حقیقت محض نہیں رہنی چاہئے کہ موصوف نفس تقلید کے مخالف نہیں بلکہ اس میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے والوں پر تنقید فرماتے ہیں، جس کا حق ہر ایک مصلح اور خیر خواہ کو ملنا ہی چاہئے۔

تقلید کا ایک تاریک پہلو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس سے احساس کمتری پیدا ہوا اور آزادی فکر و خیال متاثر ہوئی، نیز ذہنی بالیدگی اور نشوونما کے عمل میں قہر آیا۔ لیکن راقم سلور جہاں تک سمجھ سکا ہے دراصل ”تقلید“ میں خیریت سمجھنے اور اس پر اصرار کرنے کا سبب ہی یہ ہوا کہ فکری و علمی بلندی کا فقدان اور تحقیق و تلاش میں ژرف نگاہی کا تصور پہلے رونما ہو چکا تھا اس کے بعد تقلید پر اصرار ہوا (اگرچہ تنقید کرنا لے ترتیب کو معکوس سمجھتے ہیں)

جیسا کہ اوپر شاہ صاحب کے کلام میں گزرا ۔ لاسیما فی هذا الايام التي قصرت
 فيها الهمم جدا ، (یعنی خاص طور سے اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں بری طرح دساندہ ہو چکی
 ہیں) مزید برآں یہ کہ معلوم اور نامعلوم اسباب کی بنا پر قدرتی طور پر بھی بعض وہ صلاحیتیں
 مفقود ہوتی چلی گئیں جو اجتہاد کے لئے ناگزیر تھیں مثلاً ، قوت حفظ ، رکہ اس زمانہ کے واقعات
 آج افسانہ معلوم ہوتے ہیں) تاہم اس ضرورت سے صوفی نظر نہیں کیا جاسکتا (اور خدا کا شکر
 ہے کہ علماء حق نے اپنے اس فرض منصبی سے بھی گریز نہیں کیا) کہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین سابقین
 کے بیش قیمت ذخیرہ کی افادیت اور اہمیت کے اعتراف بلکہ ممکن مد تک اس سے فائدہ اٹھانے
 کے ساتھ اپنی موجودہ صلاحیتوں سے کام لے کر آج کے علماء ، انفرادی طریقہ پر نہیں بلکہ اجتماعی
 طور پر اپنے زمانہ کے مسائل اور تقاضوں کا شرعی حل دریافت کرنے میں کسی زمانہ کے علماء سے
 پیچھے نہ رہیں ورنہ ان کی یہ کوتاہی ناقابل تلافی و معافی بزم ٹھہرائی جانے کی مستحق ہوگی، اس کے
 ساتھ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ عصر حاضر کی ترقیوں اور ٹکنالوجی کے بحر العقول کا رناموں
 نے جو بہت سے نئے فقہی سوالات کھڑے کر دیئے ہیں انھیں حل کرنے کے لئے پہلے سے بھی
 زیادہ ڈرافٹنگا ہی اور دقت نظری نیز جدید معلومات کی فراہمی کی ضرورت ہوگی اور یہ آخری
 شرط ، عصری علوم کے ماہرین کے تعاون کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی لہذا ان مسلمہاہرین پر
 بھی ایک طرح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی معلومات سے علماء شریعت کو باخبر کر کے
 ان کی مدد کریں اور اس ضروری کام میں انھیں اپنا تعاون دے کر ملت کو راہ صواب دکھانے
 میں شریک ہوں ۔

خدا کرے یہ آواز صد البصرانہ ثابت ہو اور ملت کے یہ دونوں بازو اسے اوج
 ثریا تک لے جانے کا ذریعہ بنیں ۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

شیر شاہ سوری

شیر شاہ کا اصل نام فرید خاں تھا، اس کے باپ کا نام حسن اور دادا کا ابراہیم تھا۔ ابراہیم درحقیقت افغانستان کے علاقہ رن کار ہنے والا تھا اور وہاں کے سوری خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا اور اس کے لشکر میں ملازم ہو گیا اور عرصہ تک حصار فیروزہ اور نارنول میں کارپرداز رہا۔ ابراہیم کی وفات کے بعد اس کے بیٹے حسن نے سلطان سکندر لودھی کے ایک امیر جمال خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اسے جمال خاں کی طرف سے سہسرام اور خواص پور قلعہ رہا س کے ماتحت پرگنے جاگیر میں ملے۔ پانچ سو سوار اس کی نگرانی اور ماتحتی میں خدمات انجام دیتے تھے۔ حسن کے آٹھ بیٹے تھے، جن میں ایک فرید خاں تھا، جاگیر کی تقسیم اور انتظام کے سلسلے میں فرید خاں کی باپ اور بھائیوں سے چپقلش ہو گئی اور اس نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جون پور کی راہ لی۔ جون پور اس اس زمانہ میں مرکز علم و فضل تھا۔ وہاں اس نے طالب علمی کی زندگی اختیار کر لی۔ مشہور اسکالر سے کافیہ اور اس کی شرح (مصنفہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی) سکندر نامہ، گلستان بوستا اور دوسری درسی کتابیں باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اس کے اوقات جون پور کے مدرسوں اور خانقاہوں میں گزرتے تھے، جہاں وہ علما و صلحا سے استفادہ کرتا، اپنی قابلیت بڑھاتا اور فکر و ذہن کی تربیت و اصلاح کے سامان بہم پہنچاتا تھا۔

اس کے بعد باپ سے صلح ہو گئی اور اسے جاگیروں کے انتظام و انصرام پر مامور کر دیا گیا۔ اپنی اس عمل داری کے زمانے میں فرید خاں نے بڑے عدل و انصاف اور حسن

انتظام کا ثبوت دیا اور عقلمندی وزیر کی سے اپنے خطرناک حریفوں کا فائدہ کر دیا۔ اس کا یہ انتظامی دور بہت مختصر رہا اور بعض معاملات میں باپ سے پھر اختلاف پیدا ہو گیا۔

اب سلطان ابراہیم لودھی کا دور حکومت تھا۔ فرید خاں آگرہ چلا گیا اور وہاں سلطان کے ایک سردار دولت خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ ایک روز اس نے ابراہیم لودھی سے اپنے باپ (حسن) کی شکایت کی۔ سلطان نے خفگی کا اظہار کیا اور کہا، ”یہ تو بہت غلط آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا باپ اس سے ناراض ہے اور یہ اتنا اس کی شکایت کرتا ہے۔“

کچھ عرصہ بعد حسن وفات پا گیا تو دولت خاں نے اس کی جاگیر کے پرگنہ فرید خاں کو واپس دلا دیئے اور وہ خاصی مدت تک جاگیروں ہی میں رہا، لیکن بھائیوں سے خصامت کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ بعد ازاں بہار چلا گیا اور سلطان محمد خاں کا ملازم ہو گیا، جس نے سلطان ابراہیم لودھی کے قتل کے بعد بہار میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ بھی جاری کر دیا تھا۔ ایک دن فرید خاں نے سلطان محمد خاں کی رکاب میں شیر کا شکار کیا۔ اس کی بہادی سے متاثر ہو کر سلطان نے اس کو ”شیر خاں“ کا خطاب عطا کیا اور فرید خاں کے بجائے شیر خاں کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اب شیر خاں انقلاب احوال سے دوچار اور حالات کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا بابر کے دربار میں جا پہنچا اور سلطان جنید برلاس کی سفارش سے جو بابر کی طرف سے ہانک پور اور کڑہ کا حاکم تھا، شاہی ملازمین کی سِلک میں منسلک ہو گیا۔ ایک مرتبہ بابر چنیری کے سفر پر روانہ ہوا تو شیر خاں اس کے ہم رکاب تھا۔ شیر خاں ذہین اور تیز فہم آدمی تھا۔ اس سفر میں اس کو اندازہ ہوا کہ مغل حکمران امور مملکت اور ملک میں بنیادی اصلاحات کے نفاذ کی ضرورت سے بے پروا ہے۔ اور رشتوں نے کہ عمال حکومت لوگوں کے معاملات کو بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر شیر خاں کو یقین ہو گیا کہ مغلوں سے بادشاہت چھین لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے، بس کمر ہمت باندھ لینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس وقت سے وہ حصول اقتدار کی تدبیروں میں لگ گیا۔

ایک روز بابے کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر شیرخواں کی کوئی گستاخانہ اور خلاف ادب حرکت دیکھی تو ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے شیرخاں کی مخالفت کا اظہار ہوتا تھا۔ اہل مجلس نے بھی موقع پا کر شیرخواں کی خود سری اور باغیانہ خیالات بابر کے گوش گزار کیے۔ شیرخواں وفزدہ ہو کر شاہی شکر سے بھاگ گیا اور واپس اپنی جاگیر میں چلا گیا۔ تاہم اس اثنا میں وہ آرام سے نہیں بیٹھا۔ مختلف امراء حکام سے ملنے اور تعلقات بڑھانے میں مصروف رہا۔ پھر ہایوں تحت نشین ہوا تو شیرخواں اس سے بھی ملا۔ بعد کو بعض معاملات میں اس سے شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور نوبت لڑائی تک پہنچی، لڑائی میں بھائیوں اور ساتھیوں کی بے وفائی اور شیرخاں کے حسن تدبیر سے ہایوں کو شکست کھا کر ۹۲۷ھ میں راہ فرار اختیار کرنا پڑی اور شیرخواں نے شیرشاہ کا لقب اختیار کر کے ہندوستان کا تاج شاہی سر پر رکھا۔ یہ ہے اس کے زمام اقتدار ہاتھ میں لینے اور ہندوستان کے تحت حکومت پر قابض ہونے کا مختصر پس منظر۔ اس میں واقعات کی اور بھی متعدد کڑیاں ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں، مگر ہم ان سے تعرض کیے بغیر جلد آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ اب برصغیر کی تاریخ ابوشاہ نے سوری خاندان کے لئے اپنا دروازہ کھول دیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

شیرشاہ سوری کا دور حکمرانی | شیرشاہ بڑا مدبر، عالم و فاضل، علماء کا دوست و ہمدرد اور عادل و منصف بادشاہ تھا، اس نے ملک میں باقاعدہ اصلاحات جاری کیں اور اپنی قلمرو کو نظم و نسق کی مضبوط لڑی میں پرو دیا۔ رعایا کا بدرجہ غایت خیر خواہ تھا اور اس کو ہر اعتبار سے آرام و آسائش بہم پہنچانے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ اس نے بنگال سے لے کر انگ تک جو پورے چار ماہ کا راستہ تھا، ایک عظیم شہراہ بنائی، جو پندرہ سو کوس لمبی تھی، اس میں آگرہ سے لے کر ماٹو تک ہر کوس پر ایک سرائے، مسجد اور پختہ کنواں تعمیر کرایاں اور ہر مسجد میں ایک امام اور موزن مقرر کیا۔ پانی کی بہم رسانی کے لئے مختلف مقامات پر مقرر کئے۔ ہندوؤں کے لئے ہندو سقے کا علیحدہ انتظام کیا۔ اس طویل شہراہ پر دو روہ

درخت لگائے گئے تاکہ مسافر دھوپ سے محفوظ رہیں، راستوں کی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے میل نصب کرائے۔

اس نے اپنی مملکت میں دیانت دار قاضی اور منصف مقرر کئے، اس کے عدل و انصاف کی شہرت ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی۔ بدایونی کے الفاظ ہیں کہ بڑھیا بھی اگر جگہ میں سونے کا تھال اچھالتی ہوئی چلی جاتی تو کسی کو مجال نہ تھی کہ اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھے بدایونی منتخب التواریخ میں اس کو مودلت گستری کی تعریف میں لکھتا ہے: ”میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ میری پیدائش ماہ ربیع الثانی ۹۴۷ھ میں اس عادل بادشاہ کے زمانے میں ہوئی۔“

شیرشاہ جنگی تدبیروں کا ماہر تھا اور حزم و احتیاط کے ساتھ میدان جنگ میں اترتا تھا۔ وہ عموماً مقابلے کے بجائے حکمت عملی سے لڑائی جیتنے کا خواہاں ہوتا۔ اس کے دور حکمرانی کو برصغیر میں زریں دور سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع نہ ملا، پوری زندگی ہنگاموں میں گزری، حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں آئی تو عمر ڈھل چکی تھی۔ وہ آئینہ دیکھ کر کہا کرتا تھا: ”افسوس ہے مجھے اس وقت حکومت ملی جب میری زندگی کی شام ہو چکی تھی۔“

شیرشاہ کے زمانے میں حرین شریفین کا سفر انتہائی دشوار گزار اور خطرناک تھا، ڈاکوؤں اور لٹیروں نے راستے روک رکھے تھے اور حجاج کے قافلے خطرات میں گھرے رہتے تھے۔ شیرشاہ حجاج کے راستوں کو لٹیروں سے محفوظ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور اس ضمن میں شاہ روم سے گفتگو کر کے کسی انہزی نتیجے پر پہنچنے کا خواہاں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر ملک مسلمان بادشاہ اس میں تعاون کریں اور مشترکہ طور سے ایک شہزادہ امن بنائیں۔ وہ شہر عالم دین سید رفیع الدین محدث کو اپنا وکیل و نمائندہ بنا کر حرین شریفین بھیجنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا، لیکن افسوس ہے دست اجل نے اس کی مہلت نہ دی۔

اس نے بندوبست اراضی کا اہتمام کیا اور زمینداروں اور مزارعوں سے غیر ضروری

مالیہ کی وصولی کا سلسلہ ختم کیا۔ تاجروں کو بھی محصولات کی کثرت سے نجات دلائی۔

علامہ الدین خلجی کے بعد یہ برصغیر کا پہلا بادشاہ تھا جس نے ملک میں بنیادی اصلاحات جاری کیں اور فوج اور دیگر محکموں کو اس دور کے جدید تعاضوں کے مطابق منظم کیا۔ وہ علماء کی بے حد قدر کرتا اور دینی معاملات میں ان سے مشورے لیتا تھا۔ اس کے عہد حکومت کے علماء کرام کے حالات کتاب کے آئندہ اوراق میں مرقوم ہیں۔ اس نے مختلف احمدی انجادی کے لئے اپنے اوقات شب و روز کو چند حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ کچھ حصے عبادت کے لئے کچھ عدل و قضا کے لئے اور کچھ اصلاح عساکر کے لئے مخصوص تھے۔ اس کا معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہو جاتا۔ غسل کر کے نماز تہجد پڑھتا اور وظائف و اوراد میں مصروف ہو جاتا۔ پھر مختلف محکموں کے حسابات دیکھتا اور متعلقہ حکام و امراء سے گفتگو کر کے اس دن کے ضروری اور اہم امور کے سلسلے میں ان کو ہدایات دیتا۔ بعد ازاں نماز فجر جماعت کیساتھ ادا کرتا اور وظائف میں مشغول ہو جاتا۔ نماز و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد امراء سے گفتگو کرتا پھر نماز اشراق پڑھتا۔ بعد ازاں اہل حوائج سے ان کی ضروریات سے متعلق گفتگو کرتا اور انہیں ان کی ضرورت کی چیزیں مثلاً گھوڑے، سامان اور ضروری اموال وغیرہ عطا کرتا۔ پھر مظلومین و مستحقین کی طرف عنان توجہ مبذول ہو جاتی، ان کی دادرسی و حق رسی کے لئے مناسب احکام جاری کئے جاتے۔ اہل عساکر کو وہ باکخصوص مرکز توجہ ٹھہراتا تھا۔ عسکری نظام کو مضبوط بنانے کے لئے وہ اس کے عہدہ داروں سے بہت ہی تفصیل سے گفتگو کرتا۔ پھر امراء و سفراء اور وکلاء سلطنت کو شرف باریابی بخشتا اور ضروری احکام جاری کرتا، ڈاک خود پڑھتا اور اس کے جواب لکھواتا، مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کی درخواستیں وصول کرتا اور ان پر مناسب فرامین تحریر کرتا۔ پھر علماء و مشائخ کی صحبت میں مسائل و احکام کی مجلس منعقد کرتا اور پیش آئند امور کے بارے میں ان سے شرعی نقطہ نظر سے مشورے لیتا اور ان کو عملی جامہ پہناتا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا اور باجماعت نماز ادا کرتا۔ نماز کے بعد تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتا۔ اس نے اپنے عمال و حکام کے نام یہ حکم جاری کر رکھا

تھا کہ عدل و انصاف میں قطعی طور سے کوتاہی نہ کی جائے اور اس باب میں کافر و مسلم، امیر و مخبر اور چھوٹے بڑے کے درمیان کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے، اس نے تغفات کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ نماز باجماعت کی ہر مال میں پابندی کی جائے۔ رشوت اور طمع و حرص کو اس نے اپنی مملکت سے ختم کر دیا تھا۔ باغیوں پر چوروں، لٹیروں اور ریشیوں کا سخت دشمن تھا اور ان کو شدید سزا دیتا تھا۔ غرض اس کا عہد حکومت ہر اعتبار سے مثالی تھا۔

وفات شیر شاہ کی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں گزرا اور اس کی موت بھی اسی حالت میں واقع ہوئی۔ ۹۵۲ء میں اس نے قلعہ کابل پر کامیاب محاصرہ کیا، جو ہندوستان کا ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ قلعہ کی نفیل کے نزدیک کھودی گئیں، ان سنگوں کے ذریعے مسلمان بہادر قلعے میں داخل ہوئے۔ قلعے کے اندر شیر شاہ کی مگرانی میں بارودی گولے دشمن پر پھینکے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ایک گولا قلعے کی دیوار سے ٹکرا کر شاہی لشکر میں لوٹ آیا اور پھٹ گیا۔ اس کے اثر سے وہاں پڑے ہوئے تمام گولے پھٹ گئے اور ہر طرف آگ پھیل گئی۔ شیر شاہ بھی شعلوں کی پیٹ میں آگیا، اور سارا جسم جل کر سیاہ ہو گیا، بارودی مورچے کے قریب ہی بادشاہ کے لئے ایک چھوٹا سا خیمہ نصب کر دیا گیا تھا، شیر شاہ اسی نازک حالت میں دوڑتا ہوا اس خیمے میں پہنچا۔ فوج دشمن پر پوریش کر رہی تھی اور بادشاہ خیمے میں بے ہوش پڑا تھا۔ جب ہوش آتا تو چلا چلا کر لوگوں کو قلعہ فتح کرنے پر اکساتا۔ کوئی اسے دیکھنے جاتا تو اسے عاذ پر جانے کا اشارہ کرتا۔ جاں بلب بادشاہ کے اس عزم کو دیکھ کر فوج کے حوصلے اور بڑھ جاتے۔ شیر شاہ حالت اضطراب و بے قراری میں بار بار قلعہ کی فتح کے بارے میں دریافت کرتا۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ شیر شاہ کے جسم پر مہندل اور گلاب کا لپ کیا گیا۔ تکلیف برابر بڑھتی گئی۔ جوں ہی بادشاہ نے فتح کی خوشخبری سنی، جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ یہ حادثہ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ء کو پیش آیا۔ اس کا آئینہ بانی قبرستان ہسرام میں تھا۔ میت وہیں لے جا کر دفن کی گئی۔

شیر شاہ سوری نے پندرہ برس تک سرداری اور حکومت کی اور تقریباً پانچ سال

مکتبہ اجماعی مفتاحی

از
محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب ایک شعر کی وضاحت

محمی زید مجدکم ! مزج بنحیر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
زمزم کے ایک شمارے میں آپ نے ایک شعر کی بڑی اطمینان بخش وضاحت فرمائی تھی
ایک اور شعر بھی غیر مقلدین احناف کو چڑھانے کے لئے اپنی کتابوں اور مضامین میں ذکر کرتے
رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کے قلم سے وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے وہ شعر یہ ہے۔

فلعنہ ربنا احدا درمل

علی من رد قول ابی حنیفہ

ہمارے رب کی ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر لعنت ہو جو امام ابو حنیفہ کے
قول کو رد کرے۔

آپ کا خادم

نظام الدین بہرائچ

مزہزم ! پہلے آپ یہ معلوم کریں کہ یہ شعر کس کا ہے، پھر معاملہ آسان ہو جائے گا
اور غیر مقلدین کی اس بارے میں دھما چوڑی ہوا ہو جائے گی۔ اس شعر کی نسبت امیر المومنین

فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام ابو اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ چونکہ یہ زبردست محدث تھے اور ان کی جلالت علمی پر اتفاق عام تھا، زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے، اپنے اساتذہ امام ابو حنیفہ کے خاص عقیدتمندان کے فیض یافتہ تھے تو امام ابو حنیفہ کے دشمنوں کو یہ بھلا نہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مبارک جیسا عظیم الشان اور جلیل القدر محدث امام ابو حنیفہ کے حلقہ تلامذہ میں سے شمار ہوا اور ان کا عقیدت مند ہو، خاص طور پر خطیب بغدادی کو اس کا خاص احساس تھا تو خطیب نے جعلی اور جھوٹی سندوں سے غلط سطور و آیات اور قلمی حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب اپنی تاریخ میں درج کیا جس میں حضرت عبداللہ کی زبان مبارک سے امام اعظم ابو حنیفہ کی بدگوئی تھی، مگر جھوٹ کو کب فروغ ہوا ہے، یہ سارے افسانے قصہ پارینہ بن کر رہ گئے اور خطیب بغدادی کی شخصیت قیامت تک کیلئے داغدار ہو گئی۔

بہر حال جو شعر آپ نے نقل کیا ہے یہ انھیں عبداللہ بن مبارک کا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کو تعصب اور عناد اور بلا کسی دلیل و حجت کے ضد اور نفسانیت کی بنا پر اور امام اعظم کی تحقیر و تنقیص کے طور پر رد کرے اس پر خدا کی بے شمار لعنت ہو، چونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے نزدیک امام اعظم کا جو علمی مقام تھا وہ بہت بلند تھا اس وجہ سے ان کی تنقیص و تحقیر ان کے نزدیک موجب لعنت خداوندی تھی، اور ایک شاگرد کو پورا حق ہے کہ اپنے استاذ کی شان میں تحقیر کرنے والوں کو سخت سے سخت الفاظ میں یاد کرے، اور یہ فی الحقیقت ان کے ایمانی غیرت کی بات تھی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے نزدیک امام ابو حنیفہ کے فقہی اقوال کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی تو گویا ان کے قول کو رد کرنا رد پروردہ کتاب و سنت پر حملہ کرنا تھا اس وجہ سے ان کی ایمانی رگ حیت پھر ٹک اٹھی اور اپنے استاذ کی حمایت میں یہ شعر کہا۔

اب اگر غیر مقلدین کو اقراض کرنا ہے تو پہلے حضرت عبداللہ بن مبارک پر اقراض کریں، اس کے بعد بقیہ اخاف کی طرف توجہ فرمائیں، اخاف نے تو اس شعر کو اپنی کتابوں میں صرف

نقل کیا ہے، اس سے شعر کے قائل تو عبداللہ بن مبارک ہیں^(۱)، جن کے بارے میں مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب تفتہ الاحوذی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔ الامام، المحافظ العلامة شیخ الاسلام، فخر المجاہدین قدوۃ النہدین۔ (ص ۲۶۱)

ہمارا خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ بدعا امام ابوحنیفہ کے تمام ان معاندین و مخالفین کے لئے قیامت تک کیلئے ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض بغض حد اور عداوت و عناد کی وجہ سے بلا کسی دلیل محکم اور حجتہ ساطعہ کے رد کر دیتے ہیں اور ان کا مقصد امام اعظم کی تحقیر و توہین ہوتا ہے۔

رہا یہ کہ دلائل کے ساتھ کسی سے اختلاف کرنا یہ بالکل الگ چیز ہے اور یہ اختلاف ہر زمانہ میں رہا ہے، صحابہ کے زمانہ میں بھی رہا ہے اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں بھی اس قسم کا اختلاف رہا ہے، اسلئے یہ شعر ایسے لوگوں کیلئے نہیں بلکہ آج کے غیر مقلدین قسم کے لوگوں کے لئے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض ضد اور نفاسیت کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی بوری

(۱) غیر مقلدین کو بھی چونکہ خوب معلوم ہے کہ یہ شعر عبداللہ بن مبارک نے انھیں جیسے لوگوں کے لئے کہلے جو بلا وجہ امام ابوحنیفہ کی مخالفت میں اپنی جان کھائے رہے ہیں اس وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف اس شعر سے غیر مقلدین کو پہونچی ہے، ورنہ ہم نے آج تک کسی شافعی مالکی، حنبلی کو اس شعر سے چڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مجلہ مفتاح

(خط اور اس کا جواب)

کیا دین کو جاننے کیلئے صرف کتاب و سنت کافی ہیں

محرمی و محرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب دام فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ حضرت کا یہ کہنا کہ کتاب و سنت اصل ہے، کتاب و سنت میں کوئی بات ثابت ہو جانے کے بعد کسی صحابی و تابعی اور امام کی بات پر توجہ نہیں دی جائے گی، ان کی یہ بات بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے، مگر ہرگز اس بارے میں کیا خیال ہے۔ امید ہے آگاہ فرمائیں گے۔

والسلام

سلیمان کا بنی اسحاق آباد

ذہنم ! آپ نے میرے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، یہ آپ کی محبت کی بات ہے میں نے ان کو نقل نہیں کیا، چچا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی تعریف اپنے ہی پرچہ میں شائع کی جائے، آپ نے مبالغہ سے بھی کام لیا ہے، آدمی کی تعریف میں مبالغہ نہیں آنا چاہئے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے اور حق پھیلانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور محض اپنی رہنمائی کے لئے کام کرنے کی سعادت بخشے۔ ریا، نام و نمود بڑی بری بیماری ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عمل میں کہیں ان کے اثرات نہ ہوں کہ سارا کیا دھرا خاک میں مل جائے۔

آپ نے جس بات کو معقول سمجھا ہے وہی بات نہایت نامعقول ہے، بلاشبہ کتاب و سنت اصل ہیں اس کا کوئی منکر نہیں ہے، مگر اس کے باوجود ہمیں اور آپ کو نہ صحابہ کرام سے استغناء ہے نہ تابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اسلام اور محدثین کرام سے کتاب و سنت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے بہر حال ہمیں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے اور ان کے تفقہ و علم سے ہمیں کوئی چارہ نہیں ہے، جب ہم صحابہ کرام اور فقہاء اسلام کی رہنمائی کے بغیر اپنے سے کتاب و سنت کا معنی اور مفہوم متعین کریں گے تو بسا اوقات گمراہ ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ دین اور فقہائے اسلام نے دین کو جس طرح سمجھا ہے اور اس کے بارے میں ان کی جو رہنمائی ہے وہی اصل دین ہے، کتاب و سنت سے جو مفہوم اور معنی ہم متعین کریں گے وہ دین نہیں کہلائے گا، بلکہ اگر اسلاف سے ہٹ کر ہم نے اپنی عقل سے دین کو سمجھنے کی کوشش کی تو دین کا تماشا بن جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ امت کے تمام بڑوں نے دین کو اسلاف کے بیان و شرح کی روشنی میں سمجھنے کی عام سلیقہ کو تلقین فرمائی ہے، ائمہ دین اور فقہائے اسلام اور محدثین کرام نے بھی صحابہ کرام کو دین کے بارے میں اپنا مقتدی مانا ہے اور انھوں نے کبھی اس کی جرأت نہ کی کہ صحابہ کرام کو دین کے بارے میں معیار قرار نہ دیں۔ صحابہ کرام و تابعین اور فقہائے اسلام یہ تمام امت کے وہ افراد ہیں کہ صحیح دین کیلئے اسے سمجھنے کیلئے ان کی ضرورت ہے، ہم ان کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علم کا پہاڑ تھے مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ

۱۰. جو سنت، حدیث، اقوال صحابہ و اقوال تابعین وغیرہم سے باخبر نہ ہو گا وہ

دین کو صحیح نہیں سمجھ سکتا اس وجہ سے کہ سلف نے قرآن کی کیا تفسیر کی ہے

اور خالص سنت کیلئے اس کا علم انھیں وجود سے ہو گا۔ (منہاج السنہ ج ۱)

جن لوگوں کو بخاری پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہے، انھیں معلوم ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام، تابعین، فقہاء و محدثین تمام کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور ان سے شرعی مسئلہ ثابت کرتے ہیں، اگر ان حضرات کا قول و فعل حجت نہ ہوتا تو امام بخاری کو ان کے اقوال سے

استدلال کرنے کی حاجت کیا تھی۔ وہ صرف قرآن کی آیت اور حدیث ذکر کر دیتے یہ کافی تھا مگر امام بخاری کو وہ بات نہ سوجھی جو آپ کے ان اہل حدیث حضرات کو سوجھی ہے جن کا کلام آپ نے نقل کیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اگر صرف حدیث ہی کو دیکھ کر کسی کو دین سیکھنا ہے تو وہ عصر بعد دو رکعت پڑھے، مگر امت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے، اسلئے کہ ہمیں صحابہ کرام سے معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے انھوں نے جب عصر بعد ان دو رکعتوں کا معمول بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ سختی کرنی پڑی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

قد کان عمر رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر بعد نماز پڑھنے پر
یعذر الناس علی الصلوة بعد	سزا دیتے تھے حالانکہ ایک جماعت کا اس
العصر مع ان جماعة قلعوا لما روى	پر عمل رہا، ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ	علیہ وسلم نے عصر بعد (دو رکعت) نماز پر
فعلہ وداوم علیہ لکن لما کان من	مادامت کی ہے، لیکن چونکہ یہ آنحضرت اکرم
خمائئہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان	صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور آپ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفی عن	نے فجر اور عصر بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا
الصلوة بعد العصر حتی تغرب	تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر بعد
الشمس وبعدا الفجر حتی تطلع الشمس	نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے۔
کان عمر يضرب من فعل هذا	

الصلوة - (نفاذی ص ۱۶۸)

آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو

رکعتوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو، مگر صحابہ کرام کو اور خصوصاً جو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب صحابہ کرام تھے ان کو یہ معلوم رہا کرتا تھا کہ آپ کا کون کام محض اپنے لئے ہے اور کون کام تمام امت کے لئے ہے۔ اس لئے ان صحابہ کرام کی رہنمائی کے بغیر صحیح سنت کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک دوسری مثال لیجئے بخاری و مسلم کی صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیس علی المسلم فی فراسہ ولا عبد کا صدقہ یعنی مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کے پاس کسی طرح کے گھوڑے اور غلام ہوں اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اگر کوئی صرف حدیث کو دیکھے گا تو اس کا یہی مذہب ہونا چاہئے، مگر ظاہر یہ کہ علاوہ کسی نے حدیث کا یہ مطلب نہیں لیا ہے بلکہ جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے ہوں گے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خود غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ :

ان زکوٰۃ التجار لا ثابتہا
بالاجماع فیخص بہ عموم
یعنی گھوڑے اور غلام اگر تجارت کیلئے
ہوں تو ان کی زکوٰۃ اجماع سے ثابت ہے،
پس اجماع سے حدیث عام کا مفہوم خاص کیا
هذا الحدیث -

(تحفہ ص ۲۶) جائے گا۔

دیکھا آپ نے حدیث عام تھی مگر اس کو اجماع سے خاص کرنا پڑا، اجماع نہ کتاب اللہ ہے اور نہ سنت یہ صحابہ کرام و تابعین وغیرہم کا قول و عمل کے اتفاق کا نام ہے۔

اگر صحابہ کرام کا دین میں اور دین کی تشریح و توضیح میں کوئی مقام نہیں ہے صرف کتاب و سنت ہر شخص کے لئے کافی ہیں تو آنحضور کا یہ ارشاد معاذ اللہ لغو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ائمتہ و ابوالذین بعدی ابی بکر و عمر یعنی میرے بعد جو دو آنے والے ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تم لوگ ان کی پیروی کرو، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

کو آپ مستقل امت کا مقتدی فرما کر ان کی پیروی و اقتدا کا حکم فرما رہے ہیں علیکم بسنتی
وسنت الخلفاء الراشدين فرما کر آپ نے تمام خلفائے راشدین کی سنت کو مستقل
دین بنا کر ان کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا ہے، اگر خلفائے راشدین کا دین میں کوئی مقام
نہیں تو آپ کی یہ ارشاد کیوں؟

جن کی نگاہ کتاب و سنت پر ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور مجتہدین فقہاء
کی رہنمائی کے بغیر کتاب و سنت کو سمجھا نہیں جاسکتا اور نہ پورے و مکمل دین پر عمل کرنا
ممکن ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین وائمہ دین و فقہائے کرام کو ساقط قرار دے کر دین پر ایسا
ہی عمل ہو گا جیسا کہ اہل قرآن کا عمل دین پر ہوتا ہے۔

جب آدمی خود رالی پر آتا ہے اور صرف اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کا مزاج
کیسا بن جاتا ہے اور اس کی زبان سے کیا کچھ نکلتا ہے، اس کی ایک مثال سنئے :
مرنے کے بعد مومن اور کافر کی حالت کا الگ الگ ہوتی ہے، نبی اور غیر نبی کی
حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کسی مسلمان کا اس میں اختلاف
نہ ہونا چاہئے۔

ذاب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی غیر مقلدین کے بہت بڑے امام ہیں جب
انہوں نے غیر مقلدیت کے ذہن سے اس مسئلہ پر غور کیا اور صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ
دین اور فقہائے امت کو بیچ سے نکال کر اس بارے میں سوچا تو اب ان کی رائے اور سوچ
یہ تھی، فرماتے ہیں :

وجملہ اموات از مومنین و کفار از حصول علم و شعور و ادراک و سماع
و عرض و حال و رد و جواب بر نائز برابر اند تفصیص بانبیاء و صلحاء نیست
(دلیل الطالب ص ۸۸۶)

یعنی تمام مردے عام اس کے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم و شعور و ادراک
سننے اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے سلام کا جواب دینے میں

برابریاں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی
تخصیص نہیں۔

بھلا بتلائیے کہ مرنے کے بعد کیا کافر کا شعور و علم اور انبیاء علیہم السلام کا شعور
و علم برابر ہے، کیا یہ بات کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتی ہے، کیا قبریں جس طرح
انبیاء علیہم السلام سنتے ہیں کافر کا بھی سنا اسی طرح سے ہوتا ہوگا۔

ذرا کسی حدیث کا غیر متقلدین اہل پتہ بتلائیں جس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہو۔

نواب صاحب مرحوم سے ایسی شدید لغزش محض اس بنا پر ہوئی کہ انھوں نے دین کو
اسلاف سے سمجھنے کے بجائے اپنی رائے سے سمجھنے کی کوشش کی، میرے نزدیک کسی بھی مسلمان
کیلئے یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ اس میں اسلاف کی عدم تقلید اور ان کے علم و فہم سے بیزاری
کا جو ثوبہ پیدا ہو جائے۔

آج کل غیر متقلدین کا نوجوان طبقہ سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے امت کے نوجوانوں
کو اسلاف ہی سے بدظن کر رہا ہے، یہ وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، اللہ اس کے شر سے
ہم سب کو محفوظ رکھے، اور ہمیں صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ دین، فقہاء امت اور محدثین کے
راستہ پر گامزن رکھے انھیں کاہیں متبع و مقلد بنائے اور انھیں کے علم و فہم کی روشنی میں
ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، تقلید میں دین و ایمان کی سلامتی ہے عدم تقلید کا
راستہ نہایت خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے
بعد ساری امت نے اسی تقلید کے راستہ کو اختیار کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھی دین
کی سلامتی کا واحد ذریعہ اور خصوصاً اس زمانہ میں بھی تقلید اور اسلاف پر اتمام ہے۔

والسلام

محمد ابو بکر غازی پوری

غیر مقلدین اور انکی کرامات (قسط ۲)

کرامات مولانا غلام رسول صفا قلعوی^(۱)

- ۱۔ ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک جہام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی حضور میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے، بس ایک ہی بیٹا تھا، اس کے فکریں ہم تو مرے جا رہے ہیں، آپ تھوڑی دینا غاموش رہے، پھر فرمایا، میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے، اور روٹی کھا رہا ہے، جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو، جہام گھر گیا تو سچ بچہ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا، بیٹے سے اجزا پوچھا، تو اس نے کہا، کہ ابھی بھی میں کھر سندھ میں تھا، معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیوں نہ طرفہ الدین میں یہاں پہنچ گیا۔
- ۲۔ فضل الدین خیردار سکندران ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ساہوکار سے بارہ سو روپیہ قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا، چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا، اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا، میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی غربت اور ناماری کا ذکر کیا اور دعا کی ہمائش کی، آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں جاؤ، چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کرو، صرف بائیس روپیہ نکلیں گے، وہ ادا کر دینا، فضل الدین حیران ہوا، کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں، بھلا بائیس روپیہ کیونکر نکلیں گے آپ نے فرمایا جاؤ تو، بائیس روپیہ سے زیادہ نہیں نکلیں گے، وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا، اور ساہوکار سے کہا، کہ یہی کھاتا لاؤ، اور میرا حساب صاف کر لو، ساہوکار نے یہی نکالی، تو دیکھا کہ اس کے حساب میں کہیں لکھا ہے، فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی، اتنا تمباکو وصول ہوا، اتنی کپاس آئی، علی ہذا القیاس سارا حساب جو لگایا تو بقایا صرف ۲۲ روپیہ بچے، ساہوکار بھی حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، اور فضل الدین بھی حیران تھا، مگر یہی کھاتا

کے مطابق بائیس روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا گیا۔

۳۔ اسی فضل الدین زمیندار سکنا مان کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گلے بھینس نہ تھی، گھر والوں کو دودھ گھلی مل سکتا، پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گلے بھینس خریدی جاسکتی ایک بوڑھی سی بھینس تھی، جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اب گابھن نہیں ہو سکتی، کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ دعا کریں خدا کوئی دودھ گھلی کا انتظام کر دے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے، اور عنقریب بچہ دینے والی ہے، وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی، تم فکر نہ کرو، فضل الدین کا بیان ہے کہ سچ بچ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی، اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی اور بچہ دیا، اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔

۴۔ میاں محمد چوہدری میں ایک مشہور سوداگر تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے، مگر تین مہینے گزر گئے کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے، اور مفت کاروانا نہ خرچ پڑ رہا ہے، آپ نے فرمایا، میاں تیرے گھوڑے والی کشمیر نے خرید لئے ہیں، اور تین ہزار روپیہ منافع ملے، میاں محمد حیران ہوا کہ ابھی تو خط آیا کہ یہاں کوئی خریدار نہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ تین ہزار منافع ملے، میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے دن خط آگیا، کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے، اور تین ہزار منافع ہوا۔

۵۔ شیخ عبدالعزیز نو مسلم جو موضع دلاور میں رہتا تھا، کہتا تھا کہ جب میں مسلمان ہو گیا، تو میری بیوی نے اسلام سے انکار کر دیا، اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی مجھے بہت صدمہ ہوا، اور اسی صدمہ میں میں نڈھال ہوتا چلا گیا، کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا، اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا، تمام اقربا بھی میرے دشمن ہو گئے، اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی، کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دعا کیلئے ہمنائش کی، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ آ رہی ہے، اور مسلمان

بھی ہو گئی ہے، چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آکر لے جاؤ، میں مسلمان ہو جاؤں گی۔
 ۶۔ محمد عمرو لدکرم انہی کا بیان ہے کہ مولانا نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے،
 میں بھی ساتھ تھا، کہ ایک ہندو عورت، واہگرو، واہگرو، پڑھتی ہوئی جا رہی تھی، آپ نے
 کہا کہ واہگرو نہیں بلکہ وحدہ کہو صحیح یہی ہے، وہ عورت، وحدہ وحدہ کہنے لگی، اور
 یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ ہزار کوشش بھی بدل نہ سکا، اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئی۔
 ۷۔ ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے، کہ راستہ میں ایک کھملا، اس نے پوچھا
 کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے (ڈنگہ ضلع گجرات میں ایک شہر مقام ہے) آپ نے
 فرمایا کہ بھائی مجھے ڈنگہ کا راستہ معلوم تو نہیں، البتہ سیدھا راستہ یاد ہے (ڈنگہ پنجابی میں
 ٹیڑھے کو کہتے ہیں) اس نے ہنس کر کہا اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے، آپ نے کہا ٹیڑھو،
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا، اور وہیں
 مسلمان ہو گیا۔

۸۔ بادشاہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا، ہندوؤں نے مل کر
 عرض کیا، باواجی! یہاں ایک مولوی صاحب ہیں، جن کے دغلے سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں
 آپ بھی بہت بڑے وِردان ہیں، ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں
 باواجی نے کہا، بہت اچھا، میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے
 چنانچہ باواجی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا کے پاس پہنچے اور جلتے ہی کہا، کہ اسلام کیا ہے،
 جسے آپ لئے پھرتے ہیں، مولانا نے فرمایا کہ آدمی بتاؤں اسلام کیا ہے، اول کلمہ پڑھنا لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ابھی آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے
 تھے کہ باواجی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور وہیں مسلمان ہو گئے۔

۹۔ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڑھانا می کشمیری تھا، جو بہت عیالدار تھا، مگر مفلس اور
 غریب تھا، اس کا حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی، اور دعا کیلئے التجا کی، آپ نے فرمایا
 میاں بڑھا! بعد نماز صبح انیس سورہ یس پڑھ لیا کرو، انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت تمہیں

ایک روپیہ روزانہ مل جایا کرے گا، میاں بڈھانے یہ عمل شروع کر دیا، اسی سچ پچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا، کبھی کسی بہانہ تھا، کبھی کسی بہانہ، مگر ایک روپیہ روزانہ ضرور مل جاتا، اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر دوبارہ سورہ لیس پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملا کر میں، چنانچہ اس نے دوبارہ روزانہ پڑھنی شروع کی، تو سچ پچ دو روپیہ ملنے لگا، پھر اس نے تین بار شروع کر دی تو تین روپیہ ہو گئے، پھر چار بار پڑھی، تو چار روپیہ ملے، پھر وہ پانچ بار پڑھنے لگے، تو پانچ روپیہ ملنے شروع ہو گئے، اسی اثنا میں ایک دن مولوی صاحب آگئے فرمایا کہ میاں بڈھا اب تم بہت لالچی ہو گئے ہو، اب سورہ لیس سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا، بڈھا کہتا ہے کہ اس کے بعد میں ہزار بار بھی لیس پڑھتا رہا، مگر پھر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔

۱۰۔ ایک بار مولوی صاحب نے موصوفیہ فیروز والے سینڈھن کے لئے ایک درخت لیا، جو بہت بڑا تھا، اسے کاٹ چھانٹ کر آپ نے ایک گڈے پر لٹو دیا، تاکہ اپنے گاؤں لے آئیں، راستہ میں اندھیرا ہو گیا، اور گڈا الٹ گیا، میاں بوٹا جو گاڑیاں تھا کہنے لگا کہ حضرت اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں، قریب کوئی آبادی نہیں، کہ لوگوں کو بلایا جاسکے، اور گڈا سیدھا کیا جاسکے، اب رات یہیں گزے گی اور کل کام ہو سکے گا، مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں اور گڈا سیدھا کر لیں۔ بوٹا بولا حضور یہ تو چالیس پیچاس آدمیوں کا کام ہے، بھلا دو آدمی کیونکر سیدھا کر سکتے ہیں، آپ نے ہنس کر فرمایا کہ مایوس نہ ہو، کوشش کرو، شاید اللہ سیدھا کر دے، چنانچہ بوٹا کہتا ہے کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ لگا رکھا، اور مولوی صاحب نے تھوڑا سا زور لگایا، اور گڈا سیدھا ہو گیا، اور ہم جلدی ہی گھر پہنچ گئے، مولوی صاحب نے کہا، میاں بوٹا دیکھو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے ولایت سمجھ لیں۔

نوٹ :- یہ چند کرامتیں محض بطور مشقہ نمونہ درج کر دی گئی ہیں، ورنہ آپ کی بہت سی کرامات زبان زد خاص و عام ہیں، اور آپ کی سوانح عمری میں بھی درج ہیں جو چھپ چکی ہے۔

خط اور اس کا جواب

نمازیں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب زید مجاہد
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ زمزم پابندی سے مل رہا ہے آپ کی تحزیروں سے ہم نے جتنا فائدہ اٹھایا
اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، خطوط کے جوابات سے بڑی تسکین حاصل ہوتی ہے، ذہن میں
بہت سے اشکالات تھے وہ بالکل رفع ہو گئے، آپ کے جوابات کا انداز بھی بڑا پیارا ہوتا ہے
نبی تحریر بھی مزہ لے لے کر پڑھی جاتی ہے، ہندوستان میں اس انداز کا کوئی دوسرا پرچہ نہیں ہے،
زمزم کے بارے میں جو ہمارے جذبات ہیں سب کو صفحہ قرطاس پر نہیں لایا جاسکتا، ہم سب آپ کی
صحت و عافیت کے لئے دعا گو ہیں، طہ شیرازی کا اپنا انداز ہے، وہ چٹکیوں میں اور ہنستے ہنساتے
بڑے بڑے مسئلے حل کر دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک گفتگو میں ایک غیر متعلقہ عالم جو جامعہ سلفیہ کا فارغ ہے کہنے لگا کہ نماز
میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ضعیف ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے یا سینے کے
اوپر، یہی صحیح روایت سے ثابت ہے، حنفیہ کے علاوہ کسی کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے
کا نہیں ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

نظام الدین قاسمی
گوئڈہ

نماز ۳۱

زمر کے اجراء کا مقصد یہی تھا کہ احناف کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلانی گئی ہیں اس کا ازالہ ہو، اور لوگوں کے سامنے صحیح صورت حال آجائے۔ اکھبر شہ اس بارے میں زمر نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کا خاطر خواہ فائدہ برآمد ہوا ہے اور غیر مقلدیت کی کڑھک گئی، اور اب غیر مقلدین علماء کی کاوش کا میدان صرف دورہ گیلہ ہے، گالی دینا اور سلفیت کے تعارف میں تسلیم گھسنا، ایک صاحب جو پی ایچ ڈی ہیں اس بارے میں اپنا خون پسینہ ایک کئے ہوئے ہیں، میں بائیس قسطیں لکھ چکے ہیں، اور اب تک سلفیت کا تعارف نامکمل ہے، کوئی منجلا ہوتا تو اسے پوچھتا کہ پی ایچ ڈی صاحب سلفیت کا تعارف لمبا سے یا شیطان کی آنت لمبا ہے۔

غیر مقلدین کا مزاج دینی مسائل میں آوارہ قسم کا ہے، ہم نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں، ہمیں ان کے مزاج میں کہیں ٹھہراؤ نظر نہیں آتا، ان کو اپنے مذہب کے خلاف ہر چیز سنت کی خلاف ہی نظر آتی ہے، اور ساری احادیث ضعیف دکھلائی دیتی ہیں، صحابہ کرام کا عمل حجت نہیں ہوتا۔ خلفائے راشدین کی باتیں قابل رد ہوتی ہیں، جمہور کیا کہتے ہیں اور ان کا عمل کیا ہے اس کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی ہے، حدیث میں ثقہ کی زیادتی منظور نہیں ہوتی، انہیں احادیث میں اضطراب نظر آتا ہے۔ لیکن اگر مسئلہ اپنا نہ ہو تو حدیث کا ضعیف ہونا بھی قبول ہوتا ہے، صحابہ کے قول و عمل سے استدلال بھی جائز ہو جاتا ہے، خلفائے راشدین کا عمل بھی بھلنے لگتا ہے، ثقہ کی زیادتی بھی محدثین کا مذہب قرار پاتی ہے، حدیث میں جو اضطراب ہوتا ہے وہ بھی ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا چاہئے، اس کا فیصلہ امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرام و تابعین سے صرف دو طرح کی بات منقول ہے، ایک ناف کے نیچے اور دوسری ناف کے اوپر، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر انہوں نے کیا ہی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام و تابعین کا امام ترمذی کی نگاہ میں ان دو عمل کے علاوہ تیسرا کوئی عمل تھا ہی نہیں، سنئے امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی بات انہیں کے الفاظ میں۔

والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدہم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ ورأی بعضهم ان یضعہا فوق السرقہ ورأی بعضهم ان یضعہا تحت السرقہ وکل ذالک واسع عندہم۔

یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام اور بعد کے اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے۔ یعنی یہ کہ نماز میں مصلی داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھے گا اور ان صحابہ و تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھے گا اور کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا اور یہ دونوں طریقے ان کے یہاں جائز ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا وسیع النظر محدث کا یہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے، صرف یہی ایک بات اطمینان پیدا کرنے کے لئے کافی ہے کہ اخاف کا مسلک وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین اور بعد کے ائمہ محدثین کا عمل رہا ہے، انہوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی بات کو لائق ذکر بھی نہیں سمجھا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین میں سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا بھی معمول ہی نہیں رہا ہے۔

اب ہر سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اخاف کا عمل حدیث کے خلاف ہے کہ حدیث کے موافق، اگر حدیث کے خلاف ہے تو اس کا الزام صرف اخاف پر نہیں آتا بلکہ یہ الزام ان تمام صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین پر آتا ہے جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

ذرا اس بارے میں ائمہ اربعہ کے یہاں جو بات منقول ہے، اس پر بھی ایک نگاہ

ڈال لیں۔

امام مالک سے اس بارے میں تین روایت ہے، (۱) نمازی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے گا (۲) سینہ کے نیچے ہاتھ باندھے گا اور ناف کے اوپر (۳) اسے اختیار ہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے یا ہاتھ چھوڑ کر۔

یعنی امام مالک کے نزدیک سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مذکور ہی نہیں، اما شافعی سے بھی

تین روایات ہیں (۱) سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھے گا ، اور یہی روایت مشہور ہے اور اسی پر ان کے یہاں عمل ہے اور یہی روایت امام شافعی کی کتاب الام ۹ اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے ۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے گا مگر یہ عمل بعض ہی کتابوں میں مذکور ہے ،
شوافع کی کتابوں میں مشہور پہلی روایت ہے ۔

(۳) اور امام شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا ۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تین طرح کی روایت ہے ۔

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا (۲) دوسری روایت ہے کہ سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھے گا ، (۳) اور تیسری روایت ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ناف کے نیچے باندھے یا ناف کے اوپر ۔

مگر ناف کے نیچے والی روایت ہی مشہور ہے اور اسی پر عام طور پر حنبلیوں کا عمل ہے ۔
(دیکھو تحفۃ الاحوذی ص ۷۱۳-۲۱۴)

آپ غور فرمائیں کہ ائمہ اربعہ میں دو امام ایسے ہیں جن کا مذہب ناف کے نیچے باندھنے کا بھی ہے اور ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو ان کا مذہب صرف ایک ہی طرح کا نقل کیا گیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنا افضل اور اولیٰ ہے ، بلکہ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہی ہے ، سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات صرف امام شافعی کے ایک قول میں ہے اور سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا تو سلفیوں کی تہیہ کا ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہر طرح سے پختہ ہے ، جس کی تائید میں اسلاف کا عمل ہے ، لب رہا یہ کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی کوئی مرتب حدیث بھی ہے ، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ زعم بالکل باطل ہے کہ اسلاف کو امام ائمہ عظام اور صحابہ و تابعین کا جو معمول رہا ہے یہ معمول ان کا خود ساختہ ہوگا اور اس پر سنت سے کوئی دلیل نہ ہوگی ۔ دلیل ہوگی اور یقیناً ہوگی خواہ ہمیں وہ ضعیف نظر آئے یا قوی ۔

نمازیں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا جن کا مذہب ہے ان کی ہر طرح صحیح دلیل یہ ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، حضرت وائلؓ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

یہ روایت بالکل صحیح سند سے ہے، مگر غیر مقلدین علماء کو اس بارے میں بڑی ہمارا حاصل ہے کہ وہ صحیح سند والی روایت کو کبھی غلط قرار دے دیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد اس صحیح سند والی روایت کو دیکھ کر اوپر نیچے پھرنے لگے اور فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند اگرچہ عمدہ ہے مگر تحت السرة یعنی

ناف کے نیچے والا کلمہ ثابت نہیں ہے، لکن فی ثبوت لفظ تحت

السرة فی هذا الحديث نظرا قويا (ص ۲۱۴)

اور پھر اس ثابت شدہ لفظ کو غیر ثابت کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر کے رکھ دیا جس سے امانت و دیانت اور اصول پناہ مانگتے ہیں، اب ان کی اس تفصیل میں کون پڑے اور جان کھائے، ہم تو ان غیر مقلدوں سے صرف یہ کہیں کہ اگر آپ کے یہاں ثابت نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ فقہ و حدیث کا عمل یہ بتلاتا ہے کہ یہ لفظ ثابت ہے چاہے مصنف کے بقیہ اور نسخوں میں یہ لفظ ہو یا نہ ہو۔

دوسری دلیل اخاف کی حضرت علی کا یہ فرمان ہے، جس کو ابو داؤد امام احمد ابن شیبہ

دارقطنی اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں :

السنة وضع الكف على

یعنی سنت یہ ہے کہ نمازیں ناف کے نیچے

الكف تحت السرة (تحفہ ص ۲۱۵) ہاتھ رکھا جائے۔

اور جب صحابہ کرام کسی عمل کے بارے میں سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت کا یہی معمول تھا، اور آپ کا یہی فرمان تھا، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری محدث لیبی سے نقل کرتے ہیں۔

اذا قال الصحابي من السنة یعنی جب صحابی یہ کہے کہ سنت سے یہ ہے
 كذا اذ السنة كذا فهو في الحكم یا یہ سنت ہے تو اس کا مطلب اور حکم اسی طرح
 كقوله قال رسول الله صلى الله کا ہے جیسے صحابی یہ کہے کہ آنحضرت کا یہ ارشاد
 عليه وسلم هذا مذهب الجمهور ہے (یعنی یہ بات آنحضرت ہی سے ثابت ہوگی
 من المحدثين والفقهاء وجعل اور اس کا حکم حدیث شریف سے) اور یہی
 بعضهم موقفاً وليس بشئ عالمی پر فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے، اور جس
 (صفحہ ۲۴)

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیم اور فرمان غیر مقلدین کی گلے کی ہڈی بن رہا تھا۔
 اس وجہ سے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے اس کو بھی ضعیف قرار دینے کی پوری سعی کی ہے، مگر
 ہمارے نزدیک ان کی یہ سعی باطل ہے اس لئے کہ جب امام ترمذی کے بقول صحابہ کرام اور
 تابعین کی ایک جماعت کا اسی پر عمل رہا ہے تو ہمارے لئے ان کا عمل حجت ہے، اس لئے کہ ہمیں
 یقین ہے کہ ان کا عمل خلاف سنت نہیں تھا، چاہے غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔
 تیسری دلیل اخاف کی یہ روایت ہے جو ابو داؤد میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اخذا الكف على الكف تحت السر یعنی نمازیں ہتھیلی کو ہتھیلی سے پکڑ کر پڑھتے
 (صفحہ ۲۱۵) کو باندھا جائے گا۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کو حضرت ابو ہریرہ کا یہ فرمان بھی گوارا نہیں ہوا،
 اور اس کو بھی ایک راوی کی وجہ سے ضعیف کہہ کر رد کر دیا۔

چوتھی دلیل اخاف کی وہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور
 جس کو ابن حزم نے نقل کیا ہے، حضرت انس نے فرمایا۔

تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں، انطاریں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر
 کرنا اور داہنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر زیر ناف رکھنا۔ (صفحہ)

مولانا مبارکپوری نے اس حدیث کو بھی رد کر دیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہیں اس کی سند کا پتہ نہیں، اس لئے یہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔

یعنی ان غیر مقلدین کی زور و زبردستی کا اندازہ لگائیے کہ جب تک بذاتِ خود کسی حدیث کی سند کا ان کو پتہ نہیں لگے گا وہ کسی پر اعتماد کر کے اس کو ماننے والے نہیں ہیں، جی ہاں غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

اگر میں تفصیل میں جاؤں تو ابھی مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی، مسند احمد وغیرہ سے متعدد آثار اس بارے میں نقل کر سکتا ہوں، مگر ایک انصاف پسند کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور اس سے نمازیں زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کی مسنونیت کا صاف پتہ چلتا ہے۔

آپ نے اوپر کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ غیر مقلدین کے علماء جو مذہب اختیار کرتے ہیں اگرچہ وہ شاذ ہو اور امت میں اس کا قائل کوئی بھی نہ ہو، اس کے خلاف ایک سننے کو تیار نہیں ہوتے اور صحیح حدیث کو پوری قوتِ خرچ کر کے ضعیف قرار دے دیتے ہیں مگر جب اپنی باری ہوتی ہے تو ضعیف حدیث بھی صحیح سند والی ہو جاتی ہے۔

آئیے اس کا آپ کو ایک نمونہ دکھلاؤں، اسی مسئلہ میں غیر مقلدین علماء کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ قبیلہ اپنے والدِ مہلب طائی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نمازیں داہنے رخ اور بائیں رخ دونوں طرف نماز بعد منہ پھیرتے تھے اور اس کو اپنے سینہ پر رکھتے تھے، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں، در رواۃ ہذا الحدیث کلہم ثقات و اسنادہ متصل یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے، لیکن کُلِّ حقیقت یہی ہے؟ تو سنئے نہ کہ۔

اس کا ایک راوی سماک ہے، اس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا کہنا تھا کہ سماک مضطرب راوی ہے، شیبہ نے اس کو ضعیف قرار

دلی ہے، ابن عمار کہتے ہیں کہ یہ غلطی کیا کرتا تھا، امام غزالی کہتے ہیں کہ وہ بسا اوقات منقطع حدیث کو متصل کر دیتا تھا، امام ترمذی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی روایت میں اضطراب ہوتا ہے اور وہ پختہ کار محدثین میں سے نہیں ہے، اور صالح بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، ابن خدائش کہتے ہیں کہ اس میں کمزوری ہے۔

یہ ساری باتیں خود مبارکپوری صاحب نے لکھی ہیں اس کے باوجود وہ بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ اس کی سند کے تمام رلوں ثقہ ہیں۔

اب سنئے کہ قبیمہ کی جو صحیح روایت ہے اس کو امام ترمذی نے ذکر فرمایا ہے اور اس میں ہاتھ کہاں رکھتے تھے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

اور پھر غور کرنے کی بات ہے کہ اس حدیث میں راوی نماز ختم کرنے کے بعد کی حالت بیان کرتا ہے کہ دائیں بائیں رخ پھرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھتے تھے، اس میں یہ بھی تصریح نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ رکھتے تھے، بہر حال اس حدیث سے اس بات کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے (اگر اسے قابل استدلال قرار دیا جائے تو) کہ نماز ختم کرنے کے بعد اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھنا چاہئے۔

غیر مقلدین کا عمل تو اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہئے کہ وہ نماز ختم ہونے پر اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھیں۔ مگر اس حدیث سے غیر مقلدین حالت قیام میں اور نماز کی حالت میں سینہ پر دونوں ہاتھوں کے باندھنے کی مشروعیت کو ثابت کرتے ہیں جس کا حدیث کے الفاظ میں کہیں دور دور تذکرہ نہیں ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں آپ بھی دیکھ لیں اور ہر غیر مقلد دیکھ لے۔

قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه

وعن يساره ودأيت يضع هذا على هذا

يضع هذا على هذا (میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں رخ پھرنے کے بعد اس کو اپنے سینہ پر رکھتے تھے) کا تعلق نماز ختم ہونے کے بعد کی حالت سے ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ کا ایک عمل یہ بھی تھا کہ کوئی ہاتھ آپ اپنے سینہ پر رکھتے تھے۔

لیکن اس حدیث کو غیر مقلدین محدثین علماء بھی سینہ پر دونوں ہاتھ رکھنے کی اپنی دلیل بناتے ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ جب آدمی تقلید کا راستہ چھوڑ کر اپنی من مانی کو تسلیم کرے تو وہ کیسی کیسی بے سوچیر کی بات کرے گا، ایک اہم بات اور بھی آپ ذہن نشین کر لیں کہ اگر بالفرض واللہ! یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات اگر کسی صحیح حدیث میں ہو بھی تو اس کا سنت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ سنت وہ عمل ہوتا ہے جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولی عمل ثابت ہو اور صحابہ کرام نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، اور یہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری یا دائمی معمول تھا، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین اس سلسلہ میں نقل کر رہے کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ پر رکھا جائے، جب کہ سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں حضرت علی خلیفہ راشد کا صاف ارشاد ہے، کہ سنت یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھا جائے اور یہی وجہ ہے صحابہ و تابعین میں ہاتھ زیر ناف باندھنے کا معمول تو رہا ہے مگر سینہ پر ہاتھ باندھنے کسی ایک صحابی کا بھی عمل منقول نہیں ہے۔

یقیناً جانئے کہ اگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا بھی اسلاف کا معمول ہوتا تو اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی اور یہ سنت ہوتا تو امام ترمذی اس کو ہرگز نظر انداز نہ کرتے۔ اور ابن قیم اس کو مکروہ نہ قرار دیتے، ابن قیم کا ارشاد ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ویکوہ ان یجعلھا علی الصلار یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اور حضرت علی کا یہ ارشاد کہ سنت یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، جس کو عبد الرحمن مبارکپوری صاحب نے ازراہ تعصب ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں ابن قیم فرماتے ہیں۔

صحیح حضرت علی ہی کی بات ہے... والصحیح حدیث علی، یعنی صحیح حدیث حضرت علی ہی والی ہے۔ (برائع الفوائد ص ۹۱)

غیر مقلدین علماء کی اس سلسلہ میں اس بارے میں جو جو کارستانیاں ہیں ان سب کا بیان ایک مجلس میں نہیں ہو سکتا اس کے لئے بڑی فرصت اور ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔ آپ کا بقیہ ص ۹۱ پر

مکمل احمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا پہننا کھلے سر نماز

محرمی مولانا محمد ابو بکر صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات غیر مقلدین ننگے سر نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس کو سنت بتلاتے ہیں، جرمیں نامی ایک غیر مقلد کی تقریر کا کیسٹ سننے کو ملا جس میں وہ بڑے پر زور انداز میں ننگے سر نماز پڑھنے کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس بارے میں فرمائیں کہ کیا آنحضرتؐ کی سنت ننگے سر نماز پڑھنے کی تھی؟ بعض لوگ ٹخنوں کے نیچے پیجامہ لٹکی پتلون کئے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، اس بارے میں

شرعی حکم کیا ہے؟

والسلام

جاوید احمد انصاری

کاپنور

مناہزم ! ٹخنوں سے نیچے لٹکی، پیجامہ یا پتلون پہننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی شخص عمدہ ایسا کرتا ہے اور اس نے اسی کی عادت بنا لی ہے تو اس کا انجام بڑا خطرناک ہے، اور اگر کوئی شخص تکبر ایسا کرتا ہے تو وہ اور بھی سختی لعنت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ینظر اللہ عزوجل یوم القیامۃ الی من جرتوبہ خیلام۔ یعنی جو شخص تکبر اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے کر کے چلتا ہے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نگاہ نہیں کرے گا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ ازہلہ المؤمن الی انصاف ساقیہ ولا جناح علیہ
 فیما بین ذلک الی الکعبین وما اسفل من ذلک ففی الناس۔ یعنی مؤمن کا تنگی وغیرہ
 کو پہننا اپنی ہڈی کے نصف تک ہے، اور اگر ٹخنوں تک پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر
 ٹخنوں سے نیچے جو پہننا ہو گا وہ جہنم میں ہے۔ (یعنی ایسا شخص جہنم میں جائے گا)
 حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ ان جوار الزناد والقیص وسانث الشیاب مذموم
 حالی کل حال۔ (القہیدہ ص ۱۱۱)۔ یعنی قمیص اور تمام کپڑوں کا ٹخنوں سے نیچے کر کے پہننا
 ہر حال میں مذموم ہے، (یعنی چاہے کبیرا ہو یا کبیرا نہ ہو) ایسا کرنا ہر حالت میں ناپسندیدہ اور
 قابل مذمت عمل ہے۔

(۲) میں نہیں معلوم کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے سر پہ کر بخوقہ نماز پڑھی ہو،
 جو لوگ ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں ان کی دعوت گمراہ کن ہے، کسی ایک حدیث
 سے نہیں ثابت کیا جاسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر نماز پڑھا کرتے تھے۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر عموماً عمامہ ہوتا تھا، عمامہ ہی کے ساتھ آپ نماز
 پڑھا کرتے تھے، حضرت انس بن مالک کی روایت ابوداؤد میں ہے، فرماتے ہیں۔ رأیت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی عمامۃ قطریۃ یعنی میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا۔
 کتاب الام میں امام شافعی حضرت عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم یؤتی عمامۃ عن راسہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا عمامہ سر سے اوپر کر کے مسح کیا۔

حضرت میسرہ کی مسلم میں روایت ہے۔ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم مسح
 بناصیتہ وعلی العمامۃ وعلی خفیہا، یعنی آنحضرت نے پیشانی، عمامہ اور بوزوں
 پر مسح کیا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں آپ کے سر پر عمامہ ہوا کرتا تھا۔ مسلم کی
 روایت میں ہے، عمرو بن حرث فرماتے ہیں۔ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد اذخی طرفیہا بین کتفیه یعنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اس کے دونوں کناروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شانوں کے درمیان لٹکار رکھا تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔ (مسلم) یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ اپنے سر پر عمامہ رکھتے تھے۔ اگر عمامہ نہ ہوتا تو آپ کے سر مبارک پر ٹوپی ہوتی سرنگانہ ہوتا۔ ابن قیم فرماتے ہیں۔

كانت له عمامۃ تسمى السحاب
کساها علیا وكان یلبسها ویلبس
تحتها القلنسوة، وكان یلبس القلنسوة
بغیر عمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر
قلنسوة۔

سا نام سحاب، تھا اس کو آپ نے حضرت علی کو پہنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ عمامہ پہنتے اور اس کے نیچے ٹوپی ہوتی، اور کبھی ٹوپی پہنتے بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ پہنتے بلا ٹوپی کے۔

(زاد المعاد ص ۱۳۵)

ان مذکورہ نصوص کی روشنی میں ان لوگوں کی دعوت گمراہ کن ہے جو ننگے سر نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

آپ نے رفع یدین اور آئین بالجہر کی دعوت دینے کے لئے تو غیر مقلدوں میں خوب جوش و خروش دیکھا ہوگا، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمامہ والی سنت پر عمل کرانے کے لئے تو غیر مقلدین نے چند سطر کا ایک کتابچہ بھی نہیں لکھا ہوگا، اور نہ ان سلفیوں کے سر پر آپ کو کبھی عمامہ نظر آئیگا۔ اور اب ان کی بے غیرواقعی اور بے دینی اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

مجلہ مفتاحی

علامہ شیرازی خمار سلفیت

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک اور قوی دلیل

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی، اس حدیث کا مطلب بیان فرمادیجئے۔

كان ابو هريرة يؤذن لمروان فاشتروا ابو هريرة ان لا يسبقوا بالصلاة
حتى يعلم انه دخل في الصف -

یعنی حضرت ابو ہریرہ مروان کے مؤذن تھے، انھوں نے مروان سے شرط کر رکھی تھی
کہ جب وہ نمازیں داخل ہو جائیں تب وہ ولا الضالین کہے۔

باپ - بیٹا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابو ہریرہ کو معلوم تھا کہ امام کے ساتھ آئیں
کہنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، اور آئیں امام کے ولا الضالین کہنے پر کھپا جاتی ہے،
تو حضرت ابو ہریرہ نے مروان سے کہا تھا کہ میں تمہارا اس وقت مؤذن بنوں گا جب
تم ولا الضالین اس وقت کہو جب میں نمازیں شامل ہو جاؤں۔ اور یہ شرط ان کو
اس وجہ سے لگانی پڑی تھی کہ اقامت کے بعد مروان نماز شروع کر دیتے تھے اور
ابو ہریرہ کو صفوں وغیرہ کے درست کرنے میں دیر ہو جایا کرتی تھی، فتاویٰ نذیریہ
میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کے ذمہ یہ ڈیوٹی بھی تھی کہ صفوں کو درست کریں اور اقامت دینا
کہیں اور مروان ابو ہریرہ کے فارغ ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کر دیا کرتا تھا

تو ابوہریرہ نے اس لئے یہ شرط رکھی تھی۔ (صحیح ابی داؤد)

بیٹا۔ اباجی فتاویٰ نذیریہ میں یہ حدیث کہیں بلا سوچے سمجھے تو نہیں نقل کر دی گئی ہے؟

باپ۔ کیوں بیٹا، تم ایسا کیوں سمجھ رہے ہو؟

بیٹا۔ اباجی یہ حدیث تو بہت بُری دلیل ہے کہ امام کچھ مقتدی کو سودہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں

ہے، اس لئے کہ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سودہ فاتحہ نہیں پڑھتے

تھے بلکہ وہ صرف آئین کہتے تھے۔

باپ۔ تمہاری بات تو بالکل صحیح ہے، مگر تقلیدی ذہن والے ان گہرائیوں میں کہاں اتر سکتے

ہیں، تم بھی اس کا تذکرہ کسی مقلد سے نہ کرنا۔

بیٹا۔ اباجی دیوبندی بڑے گردگھٹال ہوتے ہیں اور وہ جو غازی پوری ہے وہ تو سب سے بڑا

گردگھٹال ہے، دیوبندی اس نکتہ کو ضرور پالیں گے، اباجی حقائق پر پردہ ڈالنا

ہمارے لئے کیوں ضروری ہو جاتا ہے، کیا یہ عدم تقلید کا کرشمہ ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کے اکابر فتویٰ دینے میں احتاف کی کتابوں کے محتاج ہیں

شیخ خمین کو یہ بات کھٹکتی ہے

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی۔ شیخ جن حفظہ اللہ کی ناک آج ضرورت سے زیادہ پھولی ہے، سوچیں گم ہیں

بٹری پر بٹری داغے جا رہے ہیں، اور منہ سے کچھ بولتے بھی نہیں۔

باپ۔ بیٹا۔ ابھی ابھی ہی اطلاع شیخ پر درگستان بھی دے گئے ہیں، ہام سے بڑی غلطی ہو

چوک ہو گئی۔

بیٹا۔ آپ سے کیا چوک ہو گئی اباجی؟

باپ - بیٹا مجھے معلوم نہیں تھا کہ شیخ جن کی سلفیت ابھی نیم چڑھی نہیں ہے اور ابھی ان پر مقلدیت کا اثر ہے، میں نے ان کو فتاویٰ نذیریہ کی جلدیں ملاحظہ کئے دے دی، بس ساری خوابی وہیں سے پیدا ہوئی، اور ان کا دماغ النٹا شروع ہو گیا۔

بیٹا - اباجی، فتاویٰ نذیریہ پڑھ کر تو شیخ جن کا ایمان تازہ ہو جانا چاہئے، میاں صاحب دہلوی کی طرف منسوب یہ فتویٰ ہے تو ان کا دماغ النٹا کیوں شروع ہو گیا؟

باپ - بیٹا، فتاویٰ نذیریہ کی تینوں جلدوں میں اخاف کی کتابوں کے حوالہ سے جگہ جگہ فتویٰ دیا گیا ہے، الحمد للہ کسی بھی عالم کی فقہ کی کتاب سے کوئی بھی فتویٰ نہیں ہے، بس یہی چیز شیخ جن کو کھٹک گئی، شیخ جن کہتے ہیں کہ جب فقہ کی کتابیں کتاب و سنت کے خلاف مسئلوں والی ہیں تو پھر ہمارے اتنے بڑے بڑے علماء شکل مسائل میں اور فتویٰ دینے میں ان کی طرف رجوع کیوں کرتے ہیں؟

بیٹا - اباجی شیخ جن کی کھٹک تو درست ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم تیرہ سو سال سے ہیں لیکن ہماری ایک فقہ اور فتویٰ کی کتاب نہیں ہے، ہم فتویٰ دینے میں اخاف کی کتب فقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگ ہیں دو غلہ قرار دیتے ہیں کہ ایک طرف ہم اخاف کے فقہ کی کتابوں کے بارے میں پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ یہ کتابیں کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور دوسری طرف ہمارے تمام مفتی حضرات انہیں کتابوں سے فتویٰ بھی دیتے ہیں، اس دو غلی پالیسی پر جو بھی ناک پھلائے اس کا ناک پھلانا برحق ہے۔

باپ - بیٹا، ساری مصیبت تو ہمارے لئے اسی جھوٹ سے کھڑی ہوئی ہے کہ ہم شور مچاتے رہے ہیں کہ ہمارا وجود تیرہ سو سال سے ہے، اگر ہم سچ بول دیتے کہ ہمارا وجود دورِ برطانیہ سے ہے، تو ہم بہت سے اعتراض سے بچ سکے تھے۔

بیٹا - شیخ جن حفظہ اللہ کو پتہ ہے کہ ہمارا وجود دورِ برطانیہ سے ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

یہ بھی ہے اک طرز استدلال

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی تقلید کا وجود کب سے ہے ؟

باپ - بیٹا مطلق تقلید کا وجود تو دوسری اور تیسری صدی میں ہو چکا تھا۔ البتہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ تقلید شخصی کا وجود چوتھی صدی کے بعد ہوا۔

بیٹا - اباجی اگر تقلید کا وجود دوسری اور تیسری صدی میں تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ تقلید عہد نبوت اور عہد صحابہ میں بھی کتنی پھر ہم لوگ تقلید کو بدعت کیوں کہتے ہیں ؟

باپ - بیٹا تم بھی بڑی عجیب بات کہتے ہو کسی چیز کے دوسری اور تیسری صدی میں ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کا وجود عہد نبوی اور عہد صحابہ میں بھی تھا ؟

بیٹا - اباجی لازم آتا ہے، کم از کم ہمارے محققین تو اس کو بطور کلیہ تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھئے ہمارے نامور محقق رئیس احمد ندوی فرماتے ہیں -

تمام محدثین عوام و خواص کا دوسری اور تیسری صدی میں محمدی کہا جاتا۔ اس امر کی دلیل مرتب ہے کہ اہل حدیث اور سلفی لوگوں نے یہ لقب عہد نبوی و عہد صحابہ و تابعین میں بھی تھا۔ (ضمیمہ کابجران ص ۱۴۴)

اباجی اس استدلال کی روشنی میں کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ تقلید عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں بھی پائی جاتی ہو، بلکہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نسبت والے افراد بھی عہد نبوی و عہد صحابہ و عہد تابعین میں پائے جاتے رہے ہوں۔

اباجی، ہے نا دلچسپ بات ۔ ۹

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

محمدی لقب تقلیدی ہے

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، ہم لوگوں کا اہلحدیث یا محمدی یا سلفی و اثری نام تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہے نا؟

باپ۔ جی بیٹا، ہم لوگ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرتے ان تمام ناموں پر کتاب و سنت کے بے شمار دلائل ہیں۔

بیٹا۔ اباجی، مگر ہمارے بعض نامور محقق علماء تو کہتے ہیں کہ محمدی نام ہم لوگوں نے خدا و رسول کی پیروی میں نہیں بلکہ ایک محدث کی تقلید میں اختیار کیا ہے؟

باپ۔ نہیں بیٹا۔ اس طرح کی بات ہمارا کوئی محقق عالم نہیں کہہ سکتا۔

بیٹا۔ اباجی جامعہ سلفیہ بنارس کے عظیم اور نامور محقق کا ارشاد گرامی یہی ہے۔ دیکھئے مولانا رئیس احمد ندوی فرماتے ہیں۔

چوتھی صدی والے اہلحدیث امام کی متابعت میں اہلحدیث لوگ اپنے کو محمدی بھی کہتے ہیں جیسے وہ اپنے کو سلفی و اثری بھی کہتے ہیں۔ (ضمیمہ کابجران ص ۷۱)

اباجی کسی امام کی متابعت میں محمدی نام رکھنا بھی تو تقلید ہے۔

آخر یہ تقلید حرام کیوں نہیں؟

باپ۔ بیٹا ان محقق صاحب کی تحقیق سے اثر ہی محفوظ رکھے، مذہب اہلحدیث کے حق میں یہ کلنٹے بوریے ہیں، یہ بے پرکی اڑانے میں بڑے ماہر ہیں۔

بیٹا۔ تو اباجی ایسے ماہروں کو ہمارے یہاں نامور محقق کیوں کہا جاتا ہے؟

باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کے یہاں ستر کھول کر اور نجس کپڑے پر نماز ہو جاتی ہے

بیٹا، اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ستر کھول کر اور نجس کپڑے پر شیخ کو حفظ الشرائع نماز پڑھا رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ ایسی نماز نہیں ہوتی مگر شیخ کو حفظ الشرائع کا اصرار ہے کہ ایسی نماز بلا دغدغہ ہو جاتی ہے۔
باپ - بیٹا شیخ کو حفظ الشرائع کی بات بالکل صحیح ہے، وہ بہت وسیع مطالعہ والے حفظ الشرائع ہیں انھوں نے نواب صاحب بھوپالی کی کتاب الروضۃ الندیہ کا مطالعہ کیا ہوگا۔ نواب ہی صاحب نے یہ بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

فمن زعم ان من ظہر شیئاً من عورتہا فی الصلوۃ اذ علی قیاب متجنستہ کانت صلوۃ باطلۃ فہو مطالب بالدلیل۔ یعنی جس کا یہ دعویٰ ہے کہ نمازیں شرم گاہ کا کچھ حصہ ظاہر ہونے سے یا نجس کپڑے پر نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ہمارا اس سے مطالبہ ہے کہ تم اس کی دلیل پیش کرو۔

بیٹا - اباجی نجس کپڑے پر نماز پڑھنے والی بات تو اس عبارت سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر ستر والی بات خوب صاف نہیں ہے۔ نواب صاحب تو کچھ ستر کھلنے کا ذکر کر رہے ہیں۔
باپ - تو شیخ کو حفظ الشرائع نے کچھ ستر پر بقیہ ستر کو بھی قیاس کر لیا ہوگا۔ وہ بھی مجتہد ہیں۔

بیٹا - ہمارے یہاں شیخ کو حفظ الشرائع سے لے کر نواب صاحب بھوپالی تک سب یکے بعد دیگرے مجتہد ہوتے چلے جاتے ہیں، اجتہاد کی ہمارے یہاں ایسی فراوانی، کس کا فیض ہے اباجی؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

مجلس مفتاحی

علم کلام زندقہ اور بے دینی ہے علم کلام کے بارے میں جامعہ سلفیہ کے محقق کا ارشاد گرامی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی، علم کلام اور علم عقاید میں کیا فرق ہے ؟

باپ - بیٹا کوئی فرق نہیں ہے یہ دونوں ایک ہی ہیں۔

بیٹا - ہمارے علماء کی علم کلام کے بارے میں تصانیف ہیں اباجی ؟

باپ - جی بیٹا، ہمارے سب سے بڑے عالم نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اس موضوع

پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، ملک السعاده، اللوار المعقود، المعقود المنقذ

منہاج العبد فتح ابواب بعقائد اولی الاباب وغیرہ ان کی دسیوں کتابیں اس موضوع

پر ہیں۔

بیٹا - مگر ہمارے جامعہ سلفیہ کے نامور محقق صاحب تو اس علم کو زندقہ اور بے دینی کہتے ہیں۔

ان کا ارشاد ہے۔

”مگر تمام اسلاف اور محقق اہل علم، علم کلام کو زندقہ و بے دینی و فضولیات

سے تعبیر کرتے ہیں۔“ (تنویر الآفاق ص ۲۹)

ہمارے علماء نے اور خاص طور پر نواب صاحب نے یہ زندقہ اور بے دینی والا کام

کیوں کیا ؟

باپ - بیٹا محقق صاحب کی یہ بات بالکل جاہلانہ ہے، اس پر کان نہ دھرو، ان محقق صاحب

کو پتہ ہی نہیں کہ ہمارے اسلاف و اکابر کسی علم کلام کو برا سمجھتے تھے اور کس کیلئے ؟

بیٹا - اباجی ایسے جاہل لوگ محقق کیسے ہو جاتے ہیں ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا

السُّوَالُ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے لئے کچھ ہدیہ روانہ کیا تھا، اس پر حضرت عمرؓ نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں ہدایت فرمائی تھی کہ خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ کوئی کسی سے کچھ نہ لے؟

الجواب :- فَقَالَ إِنَّمَا ذَٰلِكَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ فَمَا مِمَّا كَانَ عَنْ غَيْرِ
مَسْئَلَةٍ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ (موطا مالک)

ارشاد فرمایا میری یہ ممانعت سوال کرنے سے متعلق ہے لیکن بغیر سوال کوئی چیز لے جاتی ہو تو یہ اللہ کا رزق ہے جو اس نے ہم کو روانہ کیا ہے۔ (یعنی اس کو قبول کر لینا چاہئے)

اس کے بعد سیدنا عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم کسی سے آئندہ کوئی چیز طلب نہ کروں گا۔ اور جو چیز بغیر مانگے آجائے تو اس کو ضرور قبول کر لوں گا۔

تشریح

ہدیہ اور سوال کرنے میں یہی بنیادی فرق ہے کہ ہدیہ بغیر مانگے آ جاتا ہے کوئی کسی کو خوش دلی اور اخلاق سے پیش کرتا ہے ایسے عطایاں خیر و برکت ہو ا کرتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ بھی تھی کہ آپ ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے، بلکہ اکثر اس کی ترغیب بھی فرمایا کرتے تھے۔

مجدد غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب کے تین فرمودات

(۱) تصوف تخلق است باخلاق الہیہ ووقوف بآداب شرعیہ چہ درظاہر وچہ درباطن (ریاض المہینہ)
نواب صاحب فرماتے ہیں کہ تصوف اس کا نام ہے کہ آدمی خدائی اخلاق سے مستصف ہو جائے
اور شریعت کے آداب سے واقف ہو جائے۔ اس کے ظاہر و باطن دونوں میں ان باتوں کا ظہور ہو۔

(۲) سوال۔ رفع یدین در دعا بعد از فریضہ سنت صحیحہ ثابت شدہ یا نہ؟
جواب۔ رفع یدین در دعا بقول و فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو ثابت شدہ،
اما مطلقاً نہ مقیداً بالفریضۃ لانفیاً ولا اثباتاً پس عموم اولہ آں شامل فریضہ خواہ بود۔
(دلیل الطالب ص ۳۲۱)

نواب صاحب کے سوال ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صحیح سنت سے ثابت
ہے یا نہیں؟

تو آپ نے جواب دیا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں
سے مطلقاً ثابت ہے، فرض نماز کے بعد کہ نہ نفی ہے اور نہ اس کا اثبات ہے، اس لئے عموم اولہ کی
بنیاد پر فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہوگا۔

(۳) سوال۔ جمع بین العملوتین بغیر عذر صحیح است یا نہ؟

جواب۔ جمع بغیر عذر حرام است (دلیل الطالب ص ۳۲۹)

دو نمازوں کو بلا عذر جمع کر کے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب نواب صاحب نے دیا۔
بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا حرام ہے۔